حضرت علامہ عبدالوحید ربانی

محمدی بکڈپو
۵۲۳- وحید کتب مارکیٹ
مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ ربّانی

حصہ دوم

مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب قبلہ

محمدی بکڈپو

۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

خطباتِ ربّانی (حصہ دوم)

مصنف: مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب

صفحات: ۲۵۲ سائز: 23x36/16

بہ اہتمام: محمدی بک ڈپو

ISBN: 81-89437-58-9 (Set)

ناشر

محمدی بک ڈپو

۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

- ناز بکڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔
- القرآن کمپنی، کمانی گیٹ، اجمیر
- مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل، دہلی۔۶
- مکتبہ المدینہ، دہلی
- رضا بکڈپو، دہلی

Laser typesetted at:
Frontech Graphics
Abdul Tawwab 9818303136, 9899602177

فہرست مضامین

(حصّہ سوم)

(حصّہ چہارم)

❑ ❑ ❑

نورِ مجسم

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰن الرَّحِیم

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌوَّ کِتَابٌ مُّبِیْن.

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم.

قابل احترام نعت خواں حضرات! میرے قابل قدر دوستو! بزرگو! اور نوجوان ساتھیو! رب کائنات کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ یہاں میرا اور آپ سب کا اکٹھا ہونا قبول فرمائے۔ پروردگار عالم حضور کے صدقے میں ہم سب کی روزیوں میں برکت عطا فرماتا ہے۔ میرا عقیدہ ہے جہاں حضور کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ کے فرشتوں کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کے صدقے اس کے سارے گناہ کبیرہ معاف کر دیتا ہے اور قیامت کے دن کیلئے وعدہ کرتا ہے کہ پیارے جو تیرا ذکر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے اعمال بد کو نہیں دیکھوں گا۔ تیرے نام کے صدقے اس کے سارے گناہ بخش دوں گا۔ یہاں سی آئی ڈی کے حکام بھی بیٹھے ہیں۔ میں ان سے بھی عرض کروں گا کہ بڑی اطمینان کے ساتھ تشریف رکھئے۔ ہمارا یہ جلسہ صرف برکت کیلئے ہے۔ ہم صرف روحانیت حاصل کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے میرے دوستوں نے کہا ہے تو چار سال تک مدینے پاک میں پڑھتا رہا ہے جو تو نے مدینے میں دیکھا ہے۔ ہمیں وہی سنا۔ مجھے کسی کا شکوہ نہیں کرنا، کسی پر طنز نہیں کرنا۔ بات کرنی ہے مدینے والے کی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی
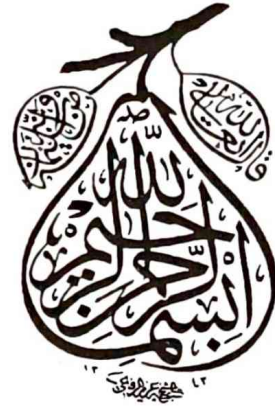
مسجد میں تقریر کر رہے ہیں۔ مجمع صحابہ لگا ہوا ہے۔ جناب صدیق اکبر بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر بھی موجود ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود بھی موجود ہیں۔ میری ملت کے نوجوانو! آپ نے بڑے بڑے مجمع دیکھے ہوں گے۔ مگر ربانی کہتا ہے اس مجمع پر قربان ہو جاؤ جس مجمع میں سننے والا بلال تھا اور سنانے والا آمنہ کا لال تھا۔ نعرۂ تکبیر.......... دیکھیے نعرہ زیادہ نہ لگائیں جو بات اچھی لگے تو سبحان اللہ کہہ دیں۔ ٹھیک ہے نا ذرا زور سے کہہ دو۔ سبحان اللہ میرے پیارے نبی کریم فرماتے ہیں **من صلی صلاۃ وجبت لہٗ شفاعتی**. میرے نبی فرماتے ہیں جس نے میرے اوپر ایک مرتبہ بھی درود پڑھ لیا تو قیامت کے دن میں (نبی) ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا۔ میرے پیارے نبی پاک فرماتے ہیں جس آدمی نے پنجگانہ نماز پڑھنے کے بعد باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد مجھ (نبی) پر دس مرتبہ درود پڑھ لیا قیامت کے دن اس کا گھر میرے محل کے قریب ہوگا۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مجھ پر تو صرف انسان ہی درود نہیں پڑھتے، فرشتے بھی درود پڑھتے ہیں۔ ملک بھی درود پڑھتے ہیں، فلک بھی درود پڑھتا ہے۔ میرے پیارے نبی کریم نے فرمایا مجھ پر تو جبرئیل بھی درود پڑھتا ہے، عرش کے ملائکہ بھی درود پڑھتے ہیں۔ میرے پیارے نبی نے فرمایا مجھ پر تو رب العلمین بھی درود پڑھتا ہے۔ جنگل کے درندے بھی میرے نبی کو سلام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ میرے نبی پوری کائنات کے نبی ہیں، انسانوں کے نبی ہیں، جمادات کے نبی ہیں، حیوانات کے نبی ہیں، ملائکہ کے نبی ہیں، فرشتوں کے نبی ہیں، سدرہ کی بلندیوں کے نبی ہیں، ستاروں کی جھلملاہٹ کے نبی ہیں، آسمانوں کی گڑگڑاہٹ کے نبی ہیں۔ میرے نبی ہواؤں کے نبی ہیں، خلاؤں کے نبی ہیں۔ میرے نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے نبی ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کرام کی امامت فرما رہے ہیں۔ قربان جائیں ان نمازوں پر جن نمازیوں کے امام امام الانبیاء تھے۔ بھئی ایمان سے بتاؤ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، جن کو نماز پڑھائی ہوگی، حضور دادا اجمیری نے وہ شان والے ہیں یا نہیں، جن کو نماز پڑھائی ہوگی بابا فریدالدین گنج شکر نے وہ شان والے ہیں یا نہیں، جن کو نماز پڑھائی ہوگی پیر بہاء الحق ملتانی

نے وہ شان والے ہیں یا نہیں، جن کو نماز پڑھائی ہو پیرانِ پیر نے وہ شان والے ہیں یا نہیں، جن کو نماز ہی محمد مصطفے نے پڑھائی ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ صحابہ کتنی شان والے۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھا کر آپ مسجد سے باہر نکلے، ایک یہودی کہنے لگا، اگر آپ اللہ کے نبی ہیں اس درخت کو بلاؤ۔ یہ درخت چل کر آپ کے پاس آئے۔ میرے پیارے نبی مسکرائے، فرمانے لگے یہودی تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا اگر تو اللہ کا نبی ہے، اللہ کا پیارا ہے، اللہ کا مبعوث کردہ پیغمبر ہے، ذرا اس درخت کو بلا۔ یہ درخت چل کر تیرے پاس آئے۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں او یہودی یہ کیا بہادری ہے؟

میں (نبی) خود بلاؤں یا تو خود چلا جا۔ **یاایُّھا الشجر**. اے درخت وہ سامنے زلفوں والا پیغمبر بلا رہا ہے۔ مدینے والے یوں بیان کرتے ہیں، وہ یہودی بھاگتا ہوا گیا، کہنے لگا او درخت وہ سامنے تجھے زلفوں والا بلا رہا ہے۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نام لیا، درخت دائیں ہلا بائیں ہلا، آگے ہلا پیچھے ہلا، زمین کو پھاڑتا ہوا جڑوں کو چیرتا ہوا میرے نبی کے قدموں میں آ گیا۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، او درخت گواہی دے میں کون ہوں؟ درخت بتا میں کون ہوں؟ درخت کے پتوں سے آواز آنے لگی **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ**. درختوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان کیا۔ میرے بھائیو! مدینہ کی فضا بہت نرالی ہے۔ جن دنوں میں مدینہ منورہ پڑھا کرتا تھا ان دنوں کی بات ہے کہ میں نماز عصر پڑھ کر مسجد سے باہر نکلا تو ایک بارہ سال کا بچہ تھا۔ لمبا سا، اس نے چولا پہنا ہوا تھا۔ سر پر سفید رومال تھا۔ چہرہ اس کا لال تھا۔ اجی بولنے میں تو ویسا بے مثال تھا۔ جب میں مسجد سے باہر نکلا تو کہنے لگا **اعطنی فی سبیل اللہ** اللہ کے راستے میں دو۔ میں نے کہا شرم نہیں آتی، مدینے میں بھیک مانگتے ہو۔ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا مدینے میں بھیک نہ مانگے تو کہاں مانگیں؟ میں بڑا حیران ہوا۔ میں نے کہا کیا کہہ رہے ہو بچے؟ کہنے لگا مدینے میں بھیک نہ مانگیں تو کہاں مانگیں؟ ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ نبی کے صدقے ملا ہے۔ صداقت ملی نبی کے صدقے، امامت ملی نبی کے صدقے، شرافت ملی نبی کے صدقے،

عدالت ملی نبی کے صدقے، سخاوت ملی نبی کے صدقے، شجاعت ملی نبی کے صدقے، شہادت
ملی نبی کے صدقے، طہارت ملی نبی کے صدقے، امامت ملی نبی کے صدقے، ریاضت ملی نبی
کے صدقے، شریعت ملی نبی کے صدقے۔ مسکرا کے کہنے لگا، قرآن ملا نبی کے صدقے،
رمضان ملا نبی کے صدقے اجی خود رحمٰن ملا نبی کے صدقے۔ نعرۂ تکبیر...............

میں نے کہا بچے پاکستان چل، کراچی میں میرے دوست ہیں۔ میں وعظ کروں گا، تقریر
کروں گا، کہوں گا یہ بچہ مدینہ کا رہنے والا ہے، مدینے کی فضاؤں میں پلنے والا ہے، وہ تجھے ائیر
کنڈیشن کمروں میں بٹھائیں گے، کاروں میں چڑھائیں گے، تجھے ہوائی جہازوں میں
چڑھائیں گے، تجھے ائیر کنڈیشن بسوں میں بٹھائیں گے، تیری دعوتیں کریں گے۔ یقین کرو
میری ملت کے نوجوانو! بچہ بارہ سال کا تھا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا پاکستانی دیکھ میری
طرف۔ جب میں نے دیکھا اس نے ننھی سی انگلی اٹھائی سبز گنبد کی طرف۔ مانا تیرے ملک میں
کاریں بھی ہوں گی، بنگلے بھی ہوں گے، یہ تو بتا تیرے ملک میں سبز گنبد بھی ہوگا؟ میں نے تڑپ
کر کہا، یار یہ تو نہیں ہے۔ کہنے لگا جہاں نبی کے ڈیرے ہیں وہیں ہمارے بھی بسیرے ہیں۔
میں نے کہا ہمارے نبی یہاں ہیں؟ کہنے لگے واقعی یہاں بھی ہیں، مگر ہر مومن کے دلوں میں
بھی ہیں۔ دیکھئے سورج چمکتا ہے، سورج ملتان میں چمکے اس کی دھوپ پشاور میں بھی پنڈی میں
بھی، لالہ موسیٰ میں بھی، جیلن میں بھی۔ میں نے ہوائی جہاز سے ملتان کے لئے پرواز کی۔
میں پشاور گیا۔ دیکھا سورج کی دھوپ وہاں بھی ہے، میں راولپنڈی گیا، میں نے دیکھا دھوپ
وہاں پر بھی ہے، میں کوئٹہ گیا میں نے دیکھا دھوپ وہاں بھی ہے۔ میں نے کہا یار سمجھنے میں نہیں
آتی۔ سورج ایک مکان پر ٹھہرا ہے مگر اس کی دھوپ کی کرنیں ہر جگہ پر ہیں۔

مدینے والے کہا سمجھ کہ سراج منیر رب کہتا ہے، یہ جگمگاتا مہتاب ہے جس طرح سورج
ایک مکان پر ہے اس کی کرنیں ہر جگہ موجود ہیں اسی طرح نبی جسمانی لحاظ سے مدینے میں ہے
اور روحانی لحاظ سے ہر مومن کے سینے میں ہے۔ اللہ اکبر کبیراً۔

میرے دوستو! میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز درود پڑھا کرو۔ نماز

با جماعت پڑھا کرو، اپنے بچوں کو نماز کا عادی اور قرآن کا قاری بناؤ۔ اللہ اکبر وہ نوجوان کتنا
اچھا ہے جو نبی پاک کی تعریف بھی کرتا ہے اور مسجد میں نمازیں بھی پڑھتا ہے، اپنی والدہ کی
عزت بھی کرتا ہے۔ میرے نبی کریم فرماتے ہیں، جو نوجوان اپنی ماں کی عزت کرتا ہے، اپنے
باپ کا احترام کرتا ہے، اپنے استاد کو سلام کرتا ہے، مسجد کو آباد کرتا ہے، میرے نبی نے فرمایا،
قیامت کے دن میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک اس نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر
اپنے ساتھ نہ لے جاؤں۔ وہ نوجوان کتنا اچھا ہے جو اپنی ماں کی عزت کرے۔

کہہ دو! سبحان اللہ! میرے دوستو! میرے پاک نبی امام الانبیاء ہیں، شمس الضحیٰ ہیں، بدر الدجی
ہیں، کہف الوریٰ ہیں، عقل انسانی سے ماوریٰ ہیں، میرے پیارے نبی کا نام تو کہہ دو ہر مرض
کی دوا ہے۔ زور سے کہہ دو میرے نبی کا نام ہر درد کی شفا ہے۔

اللہ کی قسم میرے پیارے نبی کریم ہجرت کر کے جب مسجد نبوی میں آئے، مدینہ منورہ
ہجرت کر کے آئے۔ حضور اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، بڑی پیاری مسجد ہے۔ ابھی کچی ہے
مسجد، دیوار بھی کچی، چھت بھی کچی۔

چھڑی دیاں کڑیاں تے چھپر ہے کھجور دا
دنیا پڑی ہے یارو! جلوہ حضور کا

بڑی پیاری مسجد ہے کہہ دو یارو! مل کر سبحان اللہ۔ حضور سرور کائنات کی مسجد ہے، میرے
پیارے نبی کریم وعظ فرما رہے ہیں، اتنی دیر میں باب السلام کی طرف سے حلیمہ آئی۔ میرے
پیارے نبی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کی، یا حضور ﷺ! یہ کون سی خوش قسمت
عورت ہے جس کی تعظیم نبیوں کا امام کر رہا ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں، تمہیں پتہ نہیں! یہ میری
اماں حلیمہ ہیں جس کا دودھ تمہارے پیغمبر نے پیا ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم حیران ہو گئے کہ
یہ نبی اللہ کا یار ہے، رب کا دلدار ہے، امت کا غمخوار ہے، مدینے کا تاجدار ہے، کہہ دو کل نبیوں
کا سردار ہے۔ یہ نبی اتنی شان والا ہے، اپنی ماں کی عزت کرتا ہے۔ جب حلیمہ آئیں تو نبی تعظیم
کیلئے کھڑے ہو جاتے۔ او نوجوان! میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، میں نبی ہو کر اپنی ماں کی

تعظیم کرتا ہوں، تم بھی اپنی ماؤں کی عزت کیا کرو۔ جہاں ماں بیٹھی ہو اس کے برابر نہ بیٹھا کرو، ماں کے ساتھ تلخ کلامی نہ کیا کرو، ماں کے سامنے اونچا نہ بولا کرو، جہاں تمہاری والدہ بیٹھی ہوں وہاں برابر میں نہ بیٹھو، اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھو۔ پیارے نبی فرماتے ہیں، ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں اپنی ماں کی عزت کیا کرو۔ وہ لڑکی کتنی بدبخت لڑکی ہے، میرے آقا فرماتے ہیں جو اپنی والدہ کے بالوں میں ہاتھ ڈالتی ہے، جو اپنی والدہ سے بدکلامی کرتی ہے۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں نہ اس کی نماز منظور ہے نہ اس کی قرآن کی تلاوت منظور ہے۔ اپنی ماؤں کی عزت کیا کرو اپنے باپ کی قدر کرو۔ اللہ فرماتا ہے وبـــا الـوالـدین احسـانـاً۔ اپنے والدین سے احسان کیا کرو، ماں کی عزت کیا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں یا نہیں، بولو! زور سے بولو! جب وہ "طور" پر پہنچے تو رب نے کلام کیا۔ ایک دن کوہ طور پر جانے لگے۔ اللہ نے کہا موسیٰ سنبھل کے آ! موسیٰ سنبھل کے آ! یا اللہ تو نے آج تک کبھی نہیں کہا کہ سنبھال کے آ! فرمایا آج وہ تیری ماں مرگئی ہے جو تیرا پیچھا کرتی تھی۔ تیری ماں کا انتقال ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں، یا اللہ قیامت کے دن میرے ساتھ جنت میں کون ہوگا؟ میں نبی ہوں تیرا کلیم ہوں کوہ طور پر بھی آتا ہوں، تیرے ساتھ کلام کرتا ہوں۔ یا اللہ بتا میرے ساتھ جنت میں کون ہوگا؟ اللہ نے فرمایا میرے پیارے موسیٰ فلاں بستی کا قصاب ہوگا۔ حضرت موسیٰ بڑے حیران ہوگئے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معاملہ کیا ہے۔ میں نبی وہ قصائی، میں رسول وہ قصاب، میں رسول اور وہ قصاب ہے، یہ کیسا جوڑ جوڑا۔ اللہ سے عرض کیا، میں نبی ہوں وہ قصاب ہے۔ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چل پڑے۔ چلتے چلتے بستی میں پہونچے۔ قصاب کا پتہ کیا تو وہ خود دکان پر بیٹھ کر گوشت فروخت کر رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں، میاں میں تیرا مہمان ہوں۔ کہا بیٹھ جا۔ گوشت بھی بیچ رہا ہے بدکلامی بھی کر رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہیں۔ کہتے ہیں اللہ تو بڑا بے نیاز ہے۔ پتہ نہیں تجھے کون سی ادا پسند آئی۔ جب وہ گوشت تقسیم کر چکا، گوشت فروخت ہو گیا، دوکان صاف کی، دوکان کو بند کیا۔ جناب موسیٰ پیغمبر سے

کہنے لگا۔ آ میاں مہمان میرے ساتھ چل۔ آ گیا گھر، خود ہانڈی پکائی، خود سالن تیار کیا، خود روٹی پکائی۔ جناب موسیٰ پیغمبر فرماتے ہیں، میں سوچنے لگا کہ ابھی میرے پاس لائے گا۔ میں حیران ہو گیا۔ بولا مہمان بیٹھ جا۔ پہلے اس کا حق ہے جس نے بچپن میں میری پرورش کی ہے اور ایک چٹائی پر میری ماں سوئی ہوئی ہے۔ عرض کی بوا، بوڑھی عورت ہے کھانا نہیں کھا سکتی، منہ میں دانت بھی نہیں ہیں۔ جا کے اپنے منہ سے چبا چبا کر اپنی والدہ کے منہ میں دے دیتا ہوں۔ ماں کہنے لگی بیٹا آباد رہ، میں تجھ سے بڑی خوش ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں، پھر آ کر کہنے لگا آ مہمان اب تیرا حق ہے۔ رات کو سو گئے۔ آدھی رات کے وقت جناب موسیٰ پیغمبر تہجد کیلئے اٹھے۔ دیکھا بڑھیا سجدے میں سر رکھے رو رہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کان لگایا تو رو رو کر کہہ رہی تھی کہ یا اللہ میں اپنے بیٹے سے بڑی خوش ہوں، اس کے برے اعمال نہ دیکھ، اس کے بولنے کو نہ دیکھ، اس کی بدکلامی کو نہ دیکھ، میرے سفید بالوں کو دیکھ، اس کو کل قیامت کے دن حضرت موسیٰ پیغمبر کا ہم سایہ بنانا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ والدہ کی دعا اثر کر رہی ہے۔

میرے دوستو! حضور سرور کائنات حضرت حلیمہ کی عزت کیا کرتے تھے۔ جب بھی سامنے آتیں نبی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے، تم بھی اپنی ماؤں کی عزت کیا کرو، اپنی ماں کا احترام کیا کرو، والدہ کو گندی زبان سے نہ بلایا کرو، جب رات کا وقت ہو جایا کرے تو والدہ سے کہا کرو کہ امی جان میرے لئے دعا کرو۔ اللہ فرماتا ہے جس کی ماں کے بال سفید ہو جائیں میں اس کی دعائیں ضرور قبول کرتا ہوں، اللہ فرماتا ہے میں اس کی دعائیں قبول کرتا ہوں، میں اس کی فریاد بھی سنتا ہوں۔ فرمایا و اذا سـألـك عـبـادی عنی فانی قریب. نعرہ تکبیر.......... اللہ اکبر حضور کی اماں ہیں حضرت حلیمہ، جنہوں نے اپنا دودھ آپ کو پلایا۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ ذرا زور سے کہہ دو سبحان اللہ۔ میرے دوستو! یہ حضرت حلیمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے والی ماں ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا توجہ ہے نا؟ آج کچھ لوگ حضور کے والدین کے بارے میں غلط زبانیں استعمال کر رہے ہیں۔

میں آپ کو ایک مسئلہ بھی سمجھا تا جاؤں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مومنہ ہیں۔ بہت سے لوگ کہتے پھرتے ہیں نعوذ باللہ، حضور کے والدین کافر۔ تو میں اس طرف نہیں آنا چاہتا کیوں کہ یہ ہمارے لئے برکت کا جلسہ ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ والدہ اور والد شان والے ہیں۔ کیوں بھئی، کیوں بھئی، میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا اگر کسی کا بیٹا وزیر اعظم بن جائے اور وہ کرسی پر بیٹھا ہو، اتنی دیر میں اس کی والدہ اور والد آجائیں، وہ اپنی ماں کی عزت کرے گا یا نہیں؟ بولو! سارے وزیر اور مشیر کہیں گے راستہ دے دو یہ وزیر اعظم کی ماں آرہی ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ کوئی کسی کا یاور نہیں ہوگا، کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا۔ روز حشر لگا ہوا ہوگا ملائکہ انتظار میں ہوں گے۔ کسی کو سزا دی جارہی ہوگی، ملزموں کو عدالت کے کٹہرے میں لایا جارہا ہوگا۔ میرے نبی شفاعت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اتنی دیر میں آواز آئے گی راستہ چھوڑ دو، محمد مصطفیٰ کے ماں باپ آرہے ہیں۔ نعرہ تکبیر.........................

میرے دوستو، بزرگو! حضور کی ماں کا نام تو آمنہ ہے، کہہ دو سبحان اللہ۔ حضور کے والد کا نام حضرت عبداللہ ہے، کہہ دو سبحان اللہ۔ حضور کے دادا کا نام عبدالمطلب ہے، کہہ دو سبحان للہ۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا حضرت حلیمہ نے۔ حضرت حلیمہ رماتی ہیں، جب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے کیلئے آئی، اتنی بڑی شان کیلئے کچھ ہ تھا۔ میں نے اپنی اونٹنی کو غزوہ کے بازار میں چھوڑ دیا۔ توجہ ہے نا؟ غور کیجئے۔ نوجوانو! توجہ یجئے۔ فرماتی ہیں میں نے اپنی اونٹنی کو غزوہ کے بازار میں چھوڑ دیا۔ اونٹنی تو چل نہیں سکتی، اتنی ر میں خانہ کعبہ کے پاس آگئی۔ میں نے خانہ کعبہ شریف کے غلاف کو پکڑ کر کہا یا رب بیت عتیق۔ اے کعبہ کے رب اگرچہ گندی ہوں پھر بھی تیری بندی ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے مایا، آج بڑی دکھیا معلوم ہوتی ہے۔ مائی بتا کون ہے؟ کہنے لگی میں حلیمہ ہوں، قبیلہ سعدیہ کی ئی ہوں، بڑی دکھیا ہوں۔ بڑے بڑے مجھ پر مصیبت وآفات کے پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں۔ رے نبی کے دادا حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ دائی میرے گھر چلی جا۔ آمنہ سے کہہ دو وہ

برکت والا بچہ میری گود میں دے دے۔ جناب حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں بھاگتی بھاگتی گئی۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا "من دق الباب" دروازے پر کون ہے؟ میں نے عرض کی، میں حلیمہ ہوں قبیلہ سعدیہ کی دائی ہوں۔ فرمایا چلی جا، مائی چلی جا۔ تجھ سے پہلے کئی دائیاں چلی گئی ہیں۔ وہ کہتی ہیں بچہ تو ہے مگر یتیم ہے۔ یہ یتیم بچہ کیا دے گا۔ مائی چلی جا، مائی چلی جا۔

توجہ ہے نا! میری حیدرآباد میں تقریر تھی۔ وہاں کے ڈپٹی کمشنر صدارت کر رہے تھے۔ ایک پرنسپل صاحب نے تقریر کی۔ بولے لوگو! سب دائیاں حضور کو چھوڑ گئیں کہ یہ یتیم ہے، یہ ہم کو کیا دے گا؟ جب میری باری آئی تو میں نے کہا اپنی طرز فکر درست کرو۔ اپنے ذہن کی سوچ درست کرو۔ یہی فرق ہے ہم میں، تم میں۔ تم کہتے ہو دائیاں حضور کو چھوڑ چھوڑ کر چلی گئیں۔ مگر ربانی ببانگ دہل کہتا ہے کہ دائیوں کی کیا جرأت تھی کہ حضور کو چھوڑ کر چلی جاتیں۔ میرے نبی نے ان امیر دائیوں کو پسند ہی نہیں کیا۔ میرا نبی تو غریبوں کا گھر آباد کرنے آیا ہے کہ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے سارے غریب ہوں گے۔ میرے نبی نے فرمایا، میرا ذکر کرنے والے غریب، نماز پڑھنے والے غریب، روزہ رکھنے والے غریب۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، میلاد کرنے والے غریب، میرا نام سن سن کر جھومنے والے غریب، یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والے غریب، نبی کا نام چومنے والے غریب، صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے غریب۔ میرے نبی کریم فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن میری امت کے غریب امیروں سے چالیس ہزار سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ میرے نبی کریم فرماتے ہیں، میرا دین پھیلا بھی غریبوں میں ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں۔ حضرت حلیمہ بھی غریب تھیں۔ کہہ دو سبحان اللہ! اونچی آواز سے کہہ دو۔ حضرت حلیمہ بھی غریب تھیں، تھیں یا نہیں؟ حضرت حلیمہ کہتی ہیں، آمنہ میں بھی لا قبیلہ سعدیہ کی دائی ہوں۔ مہربانی کر وہ رحمت والا بچہ میری گودی میں دے دے۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں، بچہ تو یتیم ہے۔ کہا ذرا زیارت تو کرلوں۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ جب آقا کی زیارت کی تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ یتیم نہیں،

یتیموں کا والی ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی اونٹنی کو غزوہ کے بازار میں چھوڑ دیا تھا۔ میں نے کہا کہ میری اونٹنی تو چل بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن جب میں آقا کو لے کر چلنے لگی، نبی دو عالم کو لے کر چلنے لگی، اتنی دیر میں حضرت عبدالمطلب تشریف لے آئے۔ فرمایا اری حلیمہ تجھے کیا بتاؤں۔ جب مجھے پتہ چلا میرے بیٹے کی ولادت ہوئی ہے، میرے گھر میں بچہ ہوا ہے تو میں نے دیکھا خانہ کعبہ کی دیواریں حضرت آمنہ کے گھر کی طرف جھک گئیں۔ کعبہ کو بھی ناز ہے کہ مجھ کو بتوں سے پاک کرنے والا پیغمبر آ گیا۔

میرے بھائیو! حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جب یہ بچہ پیدا ہوا تھا تو میرے گھر حضرت آدم علیہ السلام نے آ کر کہا تھا، ساری اولاد نسل انسانی کا بابا آدم ہوں۔ تجھے مبارک دینے آیا ہوں۔ تیری گود میں کوئی عام بشر نہیں آ رہا ہے۔ تیری گود میں مالک کون و مکان آ رہا ہے۔ آمنہ مبارک ہو تیری گود میں سارا جہان آ رہا ہے۔ میرے دوستو! حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں حضور کو لے کر چلی، جب میں آقا کو لے کر چلی، جب میں نبی دو عالم کو لے کر چلی، سوچ رہی تھی کہ اونٹنی کو غزوہ کے بازار میں چھوڑ کر آئی تھی، پتہ نہیں اونٹنی کہاں ہوگی؟ میں بڑی حیران ہوگئی، جب میں آقا کو لے کر آئی تو میں نے دیکھا کہ اونٹنی آقا کے دروازے پر سر رکھے ہوئے ہے۔ اونٹنی کو بھی خبر ہے کہ یہ رسول خدا کا دروازہ ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے پیارے نبی کو اونٹنی پر لے کر چلی۔ اب میں حیران ہوں کہ اونٹنی تو بیمار ہے چلے گی نہیں، اونٹنی بڑی لاچار ہے چلے گی نہیں، اونٹنی تو بیمار ہے۔ جب میں آقا کو لے کر بیٹھی تو اس کے دماغ میں مستی آئی، اعضا میں چستی آئی، دماغ میں جولانی آئی۔ میں لگام کھینچی جاتی ہوں وہ بھاگتی جاتی ہے۔ حیران ہوگئی۔ میرے دوستو اور بزرگو! ذرا غور سے سننا۔ میں آپ کو جہنم سے بچا رہا ہوں، جنت کا دروازہ دکھا رہا ہوں، ماں باپ کی عزت کا سبق سنا رہا ہوں، تمہارے دلوں کے تار مدینے والے سے ملا رہا ہوں، میں تمہیں وہ باتیں بتا رہا ہوں جو مدینے سے پڑھ کر آیا ہوں۔ چار سال مدینے کی سرزمین پر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم میری ملت کے نوجوانو! جس نے مدینہ پاک کی زیارت کی، پیارے نبی کریم فرماتے ہیں جس نے پنجگانہ نماز ادا کی، جس نے

اپنی ماں کی عزت بھی کی، اپنے باپ کی قدر بھی کی، اپنے بزرگوں کی عزت و عظمت کا خیال رکھا، میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن اس کو مایوسی نہیں ہوگی۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اسے بخشوا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ میرے بھائیو! دوستو! حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے آقا کو اونٹنی پر سوار کیا، اونٹنی کے دماغ میں مستی آئی، اعضا میں چستی آئی۔ میں نے لگام کھینچی وہ بھاگتی جاتی ہے۔ جب میں غزوہ کے بازار میں پہونچی تو مجھ سے مکہ کے دوکاندار کہنے لگے کہ حلیمہ رک جا، بتا یہ سواری تجھے کس نے دی ہے؟ تیری اونٹنی تو بیمار تھی، تیری سواری بیمار تھی، بتا یہ اونٹنی کس نے دی ہے؟ یہ سواری تجھ کو کس زمیندار نے دی ہے؟ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ سواری نہیں بدلی ہے، سوار بدل گیا ہے۔ اللہ اکبر کبیراً۔

حضور سرور کائنات جس اونٹنی پر سوار ہو جائیں، میرے بھائیو! اونٹنی کتنے ناز سے جا رہی ہے۔ کہہ دو! سبحان اللہ۔ ذرا اونچی آواز سے کہہ دو نا۔ اللہ کی قسم میرے بھائیو! اونٹنی بھی جانتی ہے کہ مجھ پر سوار ہونے والا اللہ کا نبی جا رہا ہے۔ جانور بھی جانتے ہیں کہ اللہ کا رسول ہے، بادل بھی جانتے ہیں کہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ تو اس اونٹنی کا حال ہے نا؟ اور ذرا آپ کو ایک دوسرے اونٹ کا حال سناؤں۔ مدینے والے بیان کرتے ہیں کہ حضور ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تو ایک دیہاتی آ کر رونے لگا۔ میرے نبی فرماتے ہیں لما تبکی تجھے کس چیز نے رلایا ہے؟ کیوں رو رہا ہے؟ بوڑھا آدمی کہنے لگا، حضور میرا ایک ہی اونٹ تھا، اس کی ناک سے نکیل نکل گئی ہے۔ بڑا پریشان کرتا ہے۔ میرے پیارے نبی، مسکرا کر کہنے لگے، او علی! ذرا اس کے اونٹ کی خبر لو۔ میرے دوستو! جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا حضور آپ نہ جائیں، وہ تو پاگل ہو گیا۔ ایک آدمی کو کاٹ لیا اور دوسرے کو زخمی کر دیا۔ میرے نبی نے فرمایا، غم نہ کر انا رحمة للعلمین میں تو تمام جہانوں کی رحمت ہوں۔ حضور سرور کائنات تشریف لے گئے۔ صحابہ بھی ساتھ ہیں۔ تو پھر قدموں پر گر پڑا۔ کہنے لگا آپ ادھر نہ جائیں۔ میرے پیارے نبی نے کہا تو فکر نہ کر، اونٹ کہاں ہے؟ اشارہ کر کے

کہنے لگا کہ اس باغ کے اندر میں نے بند کر دیا ہے۔ اس کے ناک سے نکیل نکل گئی ہے۔ میرے نبی نے اشارہ کیا کہ ذرا باغ کا دروازہ کھول دو۔ جب باغ کا دروازہ کھولا تو درخت کے سائے میں کھڑا تھا۔ جب مڑ کے دیکھا تو چہرۂ نبوت اسے نظر آیا۔ بھاگتا ہوا آیا۔ اونٹ نے اپنا سر نبوت والے قدموں میں رکھ دیا۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، جا اونٹ والے نکیل لے آ۔ وہ نکیل لے آیا۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناک میں ڈالی تو وہ گڑگڑا اٹھا۔ میرے نبی فرماتے ہیں، اونٹ والے تیرا اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ میرے سامنے تیری شکایت کر رہا ہے۔ مجھ پر مال تو بہت لادتا ہے مگر کھانے کیلئے کچھ نہیں دیتا۔ تو بھی تو اسے کچھ کھانے کیلئے دیا کر۔

اونٹ بھی جانتا ہے نبی سنتا ہے۔ جانور بھی جانتے ہیں کہ حضور ہماری سنتے ہیں۔ مگر آج کیا کریں یار۔ لوگ کیا بات ہے سمجھتے ہی نہیں۔ تمہیں کسی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ ربانی تمہیں حق کی بات سناتا ہے۔ گھر گھر میں حضور کا میلاد کرو، نبی پاک پر درود پڑھو، مسجدوں کو آباد کرو، اپنی ماں کی عزت کرو، اپنے باپ کی قدر کرو، ملک کی سالمیت کیلئے دعائیں کرو، عالم اسلام کے اتحاد کیلئے دعائیں کرو۔ اللہ کی قسم نہ یہاں نبی کے بغیر گذارہ ہے اور نہ وہاں نبی کے بغیر گذارہ ہے۔ قیامت کے دن اگر وہ کہہ دیں کہ یہ میرے ہیں۔ رب کہے گا پیارے جو تیرے ہیں وہ میرے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ولی اللہ کے محتاج ہیں، غوث اللہ کے محتاج ہیں، قطب اللہ کے محتاج ہیں، ابدال اللہ کے محتاج ہیں، مجاہدین اللہ کے محتاج ہیں، شہداء اللہ کے محتاج ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اللہ کے محتاج ہیں، میرا نبی بھی اللہ کا محتاج ہے۔ مگر اللہ فرماتا ہے، پیارے ساری دنیا میری محتاج ہے، میں کسی کا محتاج نہیں، مدینے والے پیغمبر تو بھی محتاج ہے۔ تو میں رب ہو کر کہتا ہوں کہ ساری دنیا کہتی ہے کہ اے رب راضی ہو جا اور میں رب ہو کر کہتا ہوں کہ مدینے والے راضی ہو جا۔ میرے بھائیو! دوستو! اللہ کی قسم قیامت کے دن نبی پاک نے جس کی شفاعت کر دی، اللہ بخش دے گا۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ لوگ ایک دوسرے کو کافر بتاتے ہیں، مشرک کہتے ہیں، بدعتی کہتے ہیں۔ ربانی کہتا ہے ایسی بات نہ سناؤ

بلکہ کافروں کو مسلمان بناؤ۔ لوگ کہتے ہیں بڑا مولوی وہ ہے جو سرے نکال نکال کر کافر و مشرک کہے، بڑا مولوی وہ ہے جو دوسروں پر انگلیاں اچھالے۔ بڑا مولوی وہ ہے جو لوگوں پر تنقید کرے۔ بڑا مولوی وہ ہے جو لوگوں کے جذبات کو مجروح کرے۔ ربانی کہتا ہے بڑا مولوی وہ ہے جو نفس نفس کے اندر نبی کے جلوے جگمگائے، حضور کی رحمت کے جلوے دکھائے۔ نبی کا ذکر کرو، حضور سرور کائنات پر درود پڑھو، نبی کی تعریفیں بیان کرو۔ قسم اللہ کی، حضور سرور کائنات کا حکم سنائے حضور سرور کائنات جمعہ کا وعظ کر رہے ہیں۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ دعا کرو کہ ہم سب مدینہ جائیں، زور زور سے کہہ دو قبولیت کا وقت ہو رہا ہے۔ اللہ سب کو مدینہ لے جائے۔ اللہ اللہ، مدینہ مدینہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ اس دور کے مجدد فرماتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

آواز دے کر کہا۔

مکہ مکہ ہے، مدینہ مدینہ ہے۔ مکہ میں اللہ کا گھر ہے، مدینہ میں رسول اللہ کا گھر ہے۔ مکہ میں آب زمزم ہے مدینہ میں آب کوثر ہے۔ مکہ میں حضرت خدیجہ ہیں، مدینہ میں حضرت فاطمہ ہیں۔ مکہ میں غار حرا ہے، مدینہ میں گنبد خضریٰ ہے۔ مکہ میں لڑائی حرام ہے، مدینہ میں جدائی حرام ہے۔ مکہ میں بیت جبار ہے، مدینہ میں یاروں کا یار ہے۔ مکہ میں عرفات ہے، مدینہ میں رحمت کی برسات ہے۔ مکہ میں جلال خدا ہے اور دل سے کہہ دو مدینہ میں جمال مصطفیٰ ہے۔ میرے بھائیو! دوستو! مدینے کی مسجد میں وعظ ہو رہا ہے، وعظ کرنے والے کون ہیں؟ کہہ دو آمنہ کے لال ہیں۔ سبحان اللہ۔ ذرا زور سے کہہ دو۔ وعظ کرنے والے کون ہیں؟ حضور سرور کائنات وعظ کر رہے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے۔ صحابہ میرے نبی کا وعظ سن رہے ہیں۔ مسجد نبوی کے دروازے کی طرف سے ایک آدمی آ گیا۔ کہنے لگا، اھلکنا یا رسول اللّٰہ اے اللہ کے رسول ہم تو برباد ہو گئے۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، کیا بربادی ہوئی؟ کہنے لگا، حضور بارہ سال ہو گئے مدینہ میں بارش نہیں ہوئی۔ تالابوں میں پانی ختم ہو گیا۔ ہمارے جانور بھی مر

رہے ہیں۔ہمیں بڑی بھوک لگی ہوئی ہے، ہم کو تنگ کر رہی ہے۔نہ کوئی کھیتی باڑی ہوتی ہے نہ
جانوروں کیلئے پانی ہے۔ پانی کیلئے نبوت والے ہاتھ اٹھائیے، رسالت والی زبان ہلائیے۔
اللہ پاک بارش عطا فرمائے۔صحابہ فرماتے ہیں، ہم نے دیکھا چھت کچی تھی۔ہم نے دیکھا کہ
سورج پوری آب وتاب کے ساتھ تھا۔نبی نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے تو بادل آ گئے۔ نبی نے
ہاتھ ملائے تو بادل مل گئے۔ نبی نے چہرۂ نبوت کو پھیرا تو پانی چھما چھم شروع ہو گیا۔فرماتے
ہیں ہم نے نماز جمعہ بھی پڑھی، بارش ہوتی رہی۔ ہفتہ کے دن بھی بارش، پیر کے دن بھی بارش،
منگل کے دن بھی بارش، بدھ بھی بارش، جمعرات ہوگئی بارش، پھر جمعہ آ گیا بارش۔حضور سرور
کائنات وعظ کرنے بیٹھے۔ایک بوڑھا آدمی پھر اسی دروازے پر آ گیا۔کہنے لگا **هلكنا يا
رسول الله.** اے اللہ کے رسول ہم تو برباد ہو گئے۔میرے نبی فرماتے ہیں، تو نے پچھلے جمعہ
بھی کہا ہم برباد ہو گئے۔اب بھی کہتا ہے ہم برباد ہو گئے۔ کہنے لگا اے اللہ کے رسول! ہمارے
ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ پہلے بارش ہوتی نہیں تھی، اب رُکنے کا نام نہیں لیتی۔اب
بڑے بڑے مکانوں کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔ بڑے بڑے مکان ہل گئے ہیں۔تناور درخت
جڑوں سے نکل آئے ہیں۔ ہمارے راستے بند ہو چکے ہیں۔پانی پانی ہر طرف پانی ہے۔اب تو
مکانوں کی چھتیں بیٹھ رہی ہیں۔رسول اللہ ہم تو برباد ہو گئے ہیں۔میرے پیارے نبی فرماتے
ہیں، بتا کیا کروں؟ بولا حضور اب بارش بند ہو جائے۔

ابھی میرے نبی سوچ ہی رہے تھے کہ مجمع میں ایک دوسرا آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا،
یثرب والو! ابھی تمہیں پتہ نہیں۔ میں تورات کا عالم ہوں، میں انجیل کا عالم ہوں، ملک شام کا
سفر کر کے آیا ہوں۔ جو تورات میں لکھا ہے وہی رسول اللہ کا چہرہ ہے۔یہ اللہ کا نبی ہے، اللہ کا
نبی ہی نہیں، اللہ کا محبوب بھی ہے۔ اگر اس نے کہہ دیا بارش بند ہو جائے تو بارش کبھی نہیں
ہوگی۔ بارش کا قطرہ آسمان سے نازل نہیں ہوگا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ کہنے
لگے بوڑھے میاں بتاؤ، ہم اپنے نبی کو کیا کہیں۔ بولا اپنے نبی پاک سے یوں کہہ دو، اب مہربانی
فرمائیں، پہاڑوں پر تو بارش ہوتی ہے، گھروں میں پانی نہ آئے۔صحابہ نے عرض کی حضور دعا

فرمائیں۔ پہاڑوں پر تو بارش ہوتی رہے، ہمارے گھروں میں پانی نہ آئے۔میرے نبی نے نبوت
والی انگلی اٹھائی۔صحابہ فرماتے ہیں، ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ جس طرح نبی کی انگلی
گھومتی تھی اسی طرف آسمان کے بادل گھومتے تھے۔نعرہ تکبیر۔ میرے بھائیو! بادل بھی نبی کا
حکم مانے۔ یہ ساری شان دی تو اللہ نے، کس نے دی اللہ نے اور یہ نبی اللہ کا محبوب ہے نا؟
بولو اللہ کا...

جب میں تقریر کر رہا تھا نواب شاہ میں نواب شاہ کے اور حیدر آباد کے درمیان ایک اسٹیشن
ہے میں وہاں تقریر کر رہا تھا۔ایک مولوی صاحب مجھ سے پہلے بولے، کہ خدا بادشاہ ہے، نبی
وزیر ہے۔ میں نے کہا میاں بیٹھ جا، خدا بادشاہ ہے، نبی وزیر ہے۔وہ پچھلے لوگ تھے، ہمارے
نبی خدا کے وزیر نہیں، خدا کے محبوب ہیں۔آپ جتنے حضرات یہاں بیٹھے ہوئے ہیں میرا عقیدہ
ہے کہ اللہ کے فرشتے آپ پر گواہ ہو گئے۔ آپ جتنے بھی نوجوان یہاں بیٹھے ہیں، کئی نوجوان
ہوں گے جو نائٹ کلبوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، کئی نوجوان ہوں گے جو سینما میں فلم دیکھ رہے
ہوں گے، کئی نوجوان ہوں گے جو ہوٹلوں پر گپے ہانک رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،
جس کو بخشنا چاہتا ہوں اس کو اپنے محبوب کی بارگاہ میں بھیج دیتا ہوں۔ پھر میں ان کے اعمال بد کو
نہیں دیکھتا۔اللہ کہتا ہے کہ میں ان کے اعمال بد کو دیکھوں یا اپنے محبوب کے نام کو دیکھوں۔

میرے بھائیو! آپ حضرات بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ پر اللہ اور اس کے رسول کی
نظر کرم ہے۔نماز پڑھا کرو، اسلامی نظام کیلئے کوشش کیا کرو، نظام مصطفیٰ کی آواز سے آواز ملایا
کرو، کوئی بڑا مل جائے تو ادب کیا کرو، چھوٹا مل جائے تو شفقت کیا کرو اور نبی کی تعریفیں خوب
کیا کرو۔**الله اكبر كبيراً.**

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے پیارے نبی کو اپنے گھر لے گئی، میرے گھر میں
کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ ذرا دودھ تو پلا۔ کہنے لگا کہ بکریوں کے
تھن خشک ہو گئے ہیں، کہاں سے دودھ لاؤں، کیسا دودھ لاؤں۔ میں نے کہا ذرا ہوش تو صحیح
ہے کہ رحمت والا بچہ آیا ہے۔ مجھے کہنے لگا پگلی ہو گئی ہے۔ابھی میں نے بکریوں کے تھنوں پر

ہاتھ لگایا ہے۔ بکریوں کے تھن خشک ہو چکے ہیں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ پہلے کی بات پہلے تھی، اب تو رحمت آ گئی ہے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ میرا خاوند اٹھا اور اس نے بکریوں کے تھنوں پر ہاتھ رکھا تو اچھل کر کہنے لگا کہ حلیمہ برتن لے آ۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ پہلے ان میں دودھ نہ تھا، اب ان میں دودھ کہاں سے آ گیا؟

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ رحمت ہمارے گھر میں آ گئی ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے برتن بھر گئے تھے مگر دودھ نچڑ رہا تھا۔ میرے دوستو! جس نے بھی حضور کا ذکر کیا، جس نے بھی نبی پاک کا ذکر کیا، جس نے بھی نبی پاک کی تعریف کی اس کے گھر میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔

اگر قرض ہو جائے تو سورہ یٰسین پڑھ لیا کرو۔ بیماری آ جائے تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا بڑا بیمار تھا تو نبی کریم نے فرمایا کہ سلمان کیوں رو رہا ہے؟ میں نے عرض کی حضور میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علاج کرائے، آرام نہیں ہوا۔ میرے نبی نے فرمایا، گھر چلا جا۔ پانی لے لے، آیۃ الکرسی پڑھ دم کر کے بیٹے کو پلا دے۔ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے گا۔

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں، ظہر کا وقت تھا۔ حضرت بلال نے اذان دی۔ جب حضرت بلال نے اذان دی، میں نے وضو کر کے آیۃ الکرسی پڑھی، پانی پر دم کیا۔ میرا بیٹا بڑا کمزور تھا۔ اٹھ نہیں سکتا تھا۔ میں نے ایک ایک گھونٹ پانی کا دیا۔ میں نے کہا، یا اللہ صحت عطا فرما۔ فرماتے ہیں، میں بڑا پریشان تھا۔ آقا کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب حضور نے دعا ختم کی، جب میں نے سلام پھیرا تو میں حیران رہ گیا۔ وہی میرا بیٹا جو چل نہیں سکتا تھا، آیۃ الکرسی کا پانی پی کر صحت یاب ہو کر مسجد میں آ گیا۔

میاں اگر کوئی لڑکا قرآن شریف نہیں پڑھتا، آیۃ الکرسی پڑھ کر پانی پلا دو۔ سفر میں جا رہے ہیں، راستہ گم ہو گیا تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ سر میں درد ہو تو خود آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کر لیا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اگر کسی کے بیٹا نہ ہوتا ہو، بیٹیاں ہوتی ہوں تو آیۃ الکرسی

پڑھ لیا کرو۔ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جس نے روزانہ آیۃ الکرسی کا ورد کیا میں قیامت کے دن اس کو اپنے پاس بٹھاؤں گا۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ کوئی مصیبت پڑے آیۃ الکرسی پڑھو، بچہ بیمار ہو جائے آیۃ الکرسی پڑھو، راستہ گم ہو جائے آیۃ الکرسی پڑھو۔

مگر آج کیا کرے، آیۃ الکرسی کا خیال کسی کو نہیں ہے۔ کرسی کا خیال سب کو ہے۔ سارے کرسی کے چکر میں پھر رہے ہیں۔ آیۃ الکرسی کو کوئی نہیں دیکھتا۔ تو میرے بھائیو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! جس نے میری اطاعت کی، وہ کل قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ کہہ دو سبحان اللہ! وہ ماں کتنی خوش قسمت ہے جس کا بچہ قرآن شریف پڑھے، وہ باپ کتنا خوش نصیب ہے کہ جس کا بیٹا رمضان شریف میں مصلے پر کھڑے ہو کر قرآن سنائے۔ ایک وقت وہ تھا کہ ماں دودھ بھی پلاتی تھی اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتی تھی۔ بیٹا اس کا تھا بہاء الحق ملتانی۔ زور سے کہہ دو نا ماں باپ قرآن پڑھتا ہو تو بیٹا اس کا شاہ رکن اعظم نوری حضوری ہوتا ہے۔ جب ماں ساری رات نماز پڑھتی تو بیٹا ہوتا حافظ جمال اللہ ملتانی۔ ماں جب ساری رات نماز پڑھتی تو بیٹا لاہور کا داتا علی ہجویری ہوتا ہے اور آج کہتی ہیں جی ربانی صاحب دم کر دو یہ قرآن نہیں پڑھتا ہے۔ قرآن کیا پڑھے، تو دودھ بھی پلا رہی ہے، ریڈیو کا گانا بھی سن رہی ہے۔ بچہ کو دودھ بھی پلا رہی ہے، ٹیلی ویژن پر انگریزی فلم بھی دیکھ رہی ہے۔ پھر کہتی ہے کہ یہ بچہ قرآن نہیں پڑھتا۔ اگر اس کو گھٹی قرآن کی دیتی، مسجد میں کھڑے ہو کر اذان سناتا، عرش کے فرشتے کہتے، مولا ملانی ماں کا بیٹا اذان دے رہا ہے۔ اللہ فرماتا ہے گواہ ہو جاؤ، میں نے اس کی ماں کے سارے گناہ بخش دیئے۔ میں نے اس کے عملوں کو نہیں دیکھا، بلکہ اس کے بچے کی آواز کو دیکھا۔ اللہ اکبر وہ ماں کتنی خوش نصیب ہے جس کا بیٹا قرآن عظیم پڑھتا ہو۔ وہ باپ کتنا اچھا ہے کہ جس کا بیٹا مسجد میں اذان دیتا ہے۔ میرے بھائیو! مسجد میں جھاڑو بھی دیا کرو، اپنے بچوں کو قرآن کا قاری بناؤ۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج فرماتے ہیں، لوگو! اچھی طرح سے سن لو۔ جس نے اپنے بچے کو قرآن پڑھایا، جب وہ دنیا سے چلا جاتا ہے، اللہ فرشتوں سے کہتا ہے اے منکر نکیرو! ذرا محبت، ذرا الفت سے حساب لینا

کیوں کہ اس کے بیٹے کو قرآن آتا ہے۔ جب مر جاؤ تو بیٹا سورۂ رحمٰن پڑھتے آئے، روح کو قرار ہو۔ مگر کیا کریں یار۔ جس کے آٹھ دس لڑکے ہوں، جو بیٹا ہو گا صحت مند، جو بیٹا ہو گا خوبصورت، اس کو بھیجتے ہیں انگریزی اسکول میں۔ جس بیٹے کا ہاتھ ٹیڑھا ہو، پاؤں لنگڑا ہو، آنکھ سے اندھا، تو اس کو کہتے ہیں یارو! اس کو حافظ جی کے پاس بھیج دو۔ لولے لنگڑے قرآن کیلئے اور جو صحت مند ہے وہ انگریزی اسکول میں۔ بیٹا تو وہی اچھا ہے، جب مر جاؤ تو سورۂ رحمٰن کو قبر پر بیٹھ کر پڑھے۔ کیوں کہ میرے بزرگو! میرے دوستو! کیوں نوجوانو! بیٹا وہی اچھا ہے جو مرنے کے بعد کام آئے۔ آج تو صحت بھی ہے، دولت بھی ہے، عزت بھی ہے، عظمت بھی ہے، شرافت بھی ہے، پیسہ بھی ہے، بینک بیلنس بھی ہے، کار بھی ہے، دوکان بھی ہے، مکان بھی ہے۔ جب روح پرواز ہو جائے گی نہ دوکان رہے گی نہ مکان رہے گا۔ نہ یار کام آئے گا نہ رشتہ دار کام آئے گا۔ نہ کوئی غمگسار آئے گا، نہ تیرا کوئی مددگار آئے گا۔ اگر کام آئے گا تو مدینہ کا مختار کام آئے گا۔ میرے بھائیو اور میرے دوستو! آج کہیں چلے جاؤ، تو مولانا کیا کھائیں گے ملک صاحب، حاجی صاحب، چودھری صاحب کیا کھاؤ گے سب آگے پیچھے ہوں گے لیکن جب روح پرواز ہو جائے تو چارپائی بھی گھر سے نہیں دیتے۔ کہتے ہیں کہ مسجد میں جاؤ تختہ لے آؤ۔ لٹاؤ آج جس کے پاس چلے جاؤ۔ کہیں گے بھائی صاحب، ملک صاحب، چودھری صاحب، خانصاحب، چودھری صاحب کہتے تھے۔ اب کہتے ہیں ہٹ جاؤ، جنازہ آ رہا ہے۔ جو خانصاحب تھے وہ تو نکل گئے۔ میرے بھائیو! جنت میں روح کو قرار ہوتا ہے بچوں کی قرآن کی تلاوت سے۔ اگر قبر ٹھنڈی کرنا چاہتے ہو تو بچوں کو قرآن کا قاری بناؤ، بچوں کو نماز کا عادی بناؤ۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی کی چار سال کی عمر، ان کی والدہ نے کہا کہ بیٹے تم مسجد میں امام صاحب کے پاس جاؤ۔ قرآن کی تلاوت کرو۔ ماں بھی تو ماں تھیں۔ کہہ دو سبحان اللہ..... ماں بھی تو ماں تھی، بیٹا کو تعلیم نہیں دیتی ہیں اور اگر دیتی ہے قرآن کریم کی۔ کہا مولوی صاحب یہ بچہ ہے میرا اس کو قرآن پڑھا دینا کچھ دیر گزر گئی۔ استاد نے کہا قطب الدین قریب آ۔ قطب الدین بختیار کاکی مرید ہیں۔ کہ یہ کون تھے، یہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ

الرحمہ کے پیر تھے۔ قطب الدین بختیار کاکی مرید ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری کے مرید تھے اور پیر ہیں پاکپٹن والے بابا فرید الدین کے۔ عمر چار سال کی ہے، استاد نے کہا وضو کر آ تجھے قرآن شروع کراؤں۔ کہنے لگے استاد جی میں وضو کر کے آیا ہوں۔ استاد بڑے حیران ہو گئے۔ کہنے لگے بیٹا پڑھ **اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرَّجیم**. بڑے ادب سے پڑھا **اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرَّجیم**. استاد نے کہا بیٹا بہت اچھا پڑھتا ہے۔ تو بہت اچھا قاری ہو گا۔ ذرا آگے بھی پڑھ۔ کیا پڑھوں؟ استاد جی نے فرمایا، پڑھو بیٹے **بسم اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم**. بڑے ادب سے پڑھا **بسم اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم**. اعوذ باللہ بھی پڑھ لی، بسم اللہ بھی پڑھ لی۔ اب استاد کہتے ہیں بیٹا قطب الدین پڑھو۔ استاد جی کیا پڑھوں؟ فرمایا پڑھو الحمد للہ رب العالمین۔ حضرت خواجہ قطب الدین خاموش۔ بیٹا پڑھو۔ خاموش۔ بیٹا پڑھتے کیوں نہیں؟ استادوں کی عادت ہوتی ہے، پہلے پیار سے پھر مار سے۔ استاد نے ڈانٹ کر کہا، کیوں نہیں پڑھتا؟ کہنے لگا استاد جی میں تو اپنی مرضی سے پڑھوں گا۔ بڑے حیران ہو گئے۔ یہ عجیب ساشاگرد آیا ہے جو اپنی مرضی سے پڑھتا ہے۔ بڑے پیار سے کہنے لگے، قطب الدین تو کہاں سے پڑھے گا؟ کہنے لگا استاد جی میں تو پڑھوں گا **سبحان الذی اسری بعبدہٖ** میں پڑھوں گا پندرہویں پارے سے۔ استاد حیران ہو کے کہتے ہیں، بیٹا باقی چودہ پارے کون پڑھے گا۔ ادب سے گردن جھکائی اور کہا، استاد جی میری عمر چار سال ہے مگر چودہ پاروں کا حافظ ہوں۔ میرے بھائیو! استاد نے قرآن عظیم بند کر دیا۔ کہنے لگا پہلے تو یہ بتا تو نے چودہ پارے حفظ کیسے کر لئے؟ کہنے لگا، استاد جی میری ماں چودہ پاروں کی حافظہ تھی۔ صبح کی نماز پڑھ کر مجھے گود میں لیتی تھی۔ جب تک چودہ پارے نہ پڑھ لیتی تھی دنیا کا کوئی کام نہ کرتی تھی۔ یہاں تک کہ میں شعور میں آیا۔ جس طرح میری امی پڑھتی گئی اسی طرح میں پڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آج چودہ پاروں کا حافظ قرآن ہوں۔ میرے دوستو! جب ماں قرآن پڑھنے والی ہوتی ہے تو بیٹا قطب الدین بختیار کاکی ہوتا ہے۔ جب ماں تہجد پڑھنے والی ہوتی ہے تو بیٹا فرید الدین ہوتا ہے۔ جب ماں نمازی ہوتی ہے تو بیٹا معین الدین اجمیری ہوتا ہے اور جب ماں بارگاہ معبود

میں رونے والی ہوتی ہے تو بیٹا امام ربانی ہوتا ہے، مجدد الف ثانی ہوتا ہے۔ جب ماں نماز پڑھتی ہے بیٹا داتا علی ہجویری ہوتا ہے۔ جب ماں ساری ساری رات روتی ہے اللہ کی بارگاہ میں گردن جھکاتی ہے، بیٹا بھی کربلا کے میدان میں لوگوں کو امی کا قرآن سناتا ہے۔ رسول کی عزت کرو، قرآن پرعمل کرو، جن نوجوانوں نے یہ پروگرام بنایا ہے میں ان کیلئے بھی عمل کی دعا کرتا ہوں۔

وَمَا عَلینا الّا البَلَاغ

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰن الرَّحِیم

یاایھا الناس قدجاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً صدق اللّٰہ العظیم۔

درود شریف

قابل احترام صدر جلسہ، معزز علماء، اہلسنت نوجوانانِ ملت، بانیان جلسہ، میرے قابل قدر دوستو، بزرگو اور نوجوان ساتھیو! جب بھی انبیاء کرام نے اقوام عالم کے سامنے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت کا اعلان کیا تو قوم نے سوال کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا میری قوم اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ میں اللہ کا کلیم ہوں، اللہ کا نبی ہوں، اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ قوم نے کہا اگر تو نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈالا اور جب باہر نکالا تو اتنا چمکا اتنا چمکا کہ سورج سے بھی زیادہ چمکا۔ جناب عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں، اللہ کی طرف سے روح ہوں۔ قوم نے کہا اگر تو نبی ہے، کوئی معجزہ دکھا۔ تو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اندھے کی آنکھوں کو ہاتھ لگایا تو اس کی آنکھوں میں نور آ گیا۔ جتنے نبی آئے سب معجزات لے کر آئے۔ آدم علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، نوح علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، ابراہیم پیغمبر معجزہ لے کر آئے، جناب موسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، عیسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، مگر جب باری آئی محسن انسانیت کی، جب باری آئی آمنہ کے لال کی، جب باری آئی محبوب بے مثل و

بے مثال کی، جب باری آئی کعبہ کو بیت اللہ بنانے والے کی، جب باری آئی نبیوں کے سردار
کی، جب باری آئی رب کے دلدار کی، جب باری آئی امت کے غمخوار کی، جب باری آئی
مدینے کے تاجدار کی اور جب باری آئی نبیوں کے سردار کی تو میرے نبی نے مکہ میں اعلان کیا۔
میں اللہ کا نبی ہوں تو قوم نے کہا کہ اگر تو نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا، اگر تو رسول ہے تو کوئی معجزہ
دکھا، اگر تو پیغمبر ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ تو میرے نبی نے صفا کی چوٹی پہ کھڑے ہو کر اعلان عام
کیا، لوگو! وہ پچھلے نبی تھے جو معجزہ لے کر آئے۔ آدم علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، نوح علیہ
السلام معجزہ لے کر آئے، شیث علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، عیسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے،
جتنے نبی آئے وہ معجزہ لے کر آئے، مگر میں صرف معجزہ لے کر ہی نہیں آیا بلکہ سر سے پاؤں تک
معجزہ بن کر آیا۔ میرے نبی نے جو فرمایا سچ فرمایا۔ میرے نبی نے فرمایا پچھلے نبی معجزہ لے کر
آئے، میں تمہارا مدینہ والا نبی سر سے پاؤں تک معجزہ بن کر آیا ہوں۔ میرے نبی کا بچپن معجزہ،
میرے نبی کی جوانی معجزہ، میرے نبی کا بڑھاپا معجزہ، میرے نبی کا انگلی کے شارے سے چاند
کے دو ٹکڑے کرنا معجزہ، مولیٰ علی کیلئے سورج پلٹنا معجزہ، میرے نبی کا انگلیوں کی گھائیوں سے
پانی کے چشمے نکلنا معجزہ، میرے نبی کا حضرت عائشہ سے نکاح کرنا معجزہ، میرے نبی کا حضرت
صدیق کو مصلے پر چڑھانا معجزہ، میرے نبی کا حضرت علی کو اپنے بستر پر سلانا معجزہ، میرے نبی کا
بدر میں جانا معجزہ، میرے نبی کا حسن و حسین کو کاندھے پہ بٹھانا معجزہ، میرے نبی پر درختوں کا
سلام پڑھنا معجزہ، ہل کر کہہ دو فرش پہ چلنا معجزہ، عرش پر جانا معجزہ۔ آج تک مسجد نبوی گواہ ہے،
آج تک مدینہ کے ذرات گواہ ہیں کہ میرے نبی نے مغرب کی نماز پڑھائی، مسجد سے باہر
آئے تو ایک یہودی نے مسکرا کر کہا، اگر تو نبی ہے تو اس درخت کو بلا، یہ تیرے پاس چل کر
آئے۔ کبھی درخت بھی چل کے آتا ہے۔ اگر تو نبی ہے تو اس درخت کو بلا تیرے پاس چل کے
آئے۔ میرے نبی مسکرائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! لوگ
مذاق کر رہے ہیں۔

اگر یہ نبی ہوتا تو سب کچھ اس کے قبضہ واختیار میں ہوتا۔ اگر یہ درخت کو اشارہ کرتا درخت

چل کے آتا۔ میرے پیارے نبی کریم عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے باہر آئے۔ دیکھا لوگوں کا
جم غفیر موجود ہے۔ میرے پیارے نبی نے فرمایا کیا معاملہ ہے۔ عرض کی یارسول اللہ یہودی
مذاق کر رہا ہے۔ اگر یہ نبی سچا ہوتا تو درخت بلوالیتا۔ نبی نے مسکرا کے فرمایا، یہودی یہ کیا کمال
ہے کہ درخت کو میں خود بلاؤں، تو خود جا کر کہہ دے ایها الشجر ان محمدًا ید عوك.
اے درخت چل تجھے کالی کملی والا بلا رہا ہے۔ میری ملت کے جوانو! آج بھی مشکوٰۃ شریف
میں یہ حدیث موجود ہے۔ بخاری کے کلمات میں موجود ہیں۔ جا کر یہودی نے کہا ایها الشجر
ان محمدًا ید عوك. اودرخت سامنے محمد عربی تجھے بلا رہا ہے۔ درخت نے جب میرے نبی
کا نام سنا دائیں ہلا، بائیں ہلا، آگے ہلا، پیچھے ہلا، زمین کو پھاڑتا ہوا، جڑوں کو چیرتا ہوا، جھومتا،
لہلہاتا محمد عربی روحی فداہ کے قدموں میں آ کے گر گیا۔ میرے پیارے نبی فرماتے ہیں، او
درخت گواہی دے میں کون ہوں؟ درخت کے ایک ایک پتے سے آواز آئی الصلاۃ
والسلام علیك یا رسول اللہ. اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ درختوں نے بھی نبی پر درود
پڑھا۔ آؤ میری ملت کے جوانو! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھیں۔ مومنوں کی ماں
فرماتی ہیں، ایک دن رسول اللہ کو میں نے بستر پر موجود نہ پایا۔ میں بڑی پریشان ہوئی۔ میں
دیکھنے گئی۔ حضور بظاہر مسجد میں بھی موجود نہ تھے۔ میں مدینے کے بازار میں آئی۔ حضور وہاں
بھی نہیں۔ میں حضور کو تلاش کرتی ہوئی جب جنت البقیع میں پہونچی تو حضور ہاتھ اٹھا کے قبر
والوں کیلئے دعائیں مانگ رہے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، پیچھے کھڑی ہوگئی۔ یہاں تک
کہ ایک آواز آئی الصلاۃ والسلام علیك یا خیر خلق اللہ. اے اللہ کی بہترین مخلوق تجھ
پر صلوٰۃ وسلام۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں نے دائیں دیکھا، بائیں دیکھا، آگے دیکھا، پیچھے
دیکھا، کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ تو
بتائیے یہ آواز کہاں سے آئی؟ فرمایا اے میری عائشہ، مجھ پر صرف انسان ہی نہیں مجھ پر درختوں
کے پتے بھی درود پڑھتے ہیں، پہاڑوں کے پتھر بھی درود پڑھتے ہیں، اس پہاڑ کے پیچھے ایک
پتھر پڑا ہوا ہے جو تیرے نبی کے نام پر دورد پڑھ رہا ہے۔ پتھروں کا آپ پر درود وسلام پڑھنا،

یہ بھی آپ کا معجزہ ہے۔ ربانی قربان جائے سورج پلٹا، چاند کے دوٹکڑے ہوئے، انگلیوں سے پانی کے چشمے نکالے، یہ سب رسولِ کائنات کے معجزات ہیں۔ میری ملت کے نوجوانو! معجزہ ہوتا ہے وہ جو عقل انسانی میں نہ آئے، جو تصوراتِ بشریت میں نہ آئے۔ جہاں انسان کی عقل مجبور ہوجاتی ہے وہاں سے معجزہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ میرے پیارے نبی کریم مدینہ کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ دعا کرو اللہ سب کو مدینہ دکھائے۔ اللہ اللہ مدینہ مدینہ ہے، میرے پیارے نبی کا شہر مدینہ پہلے یثرب تھا۔ جب نبی آئے تو مدینہ بن گیا۔ یثرب کے معنی ہیں بیماریوں کا گھر۔ جب رسول اللہ نے قدم رکھا تو اللہ نے فرمایا اب یثرب نہ کہو، اب مدینۃ المنورہ کہو۔ اب یہ نور والا شہر بن گیا۔ میرے بھائیو! میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شہر میں چلے جائیں وہ شہر نور والا، اور حضور جس شہر میں تشریف لائے، حضور کی جس شہر میں ولادت ہوئی اللہ نے فرمایا **لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد**. یہ ساری زمین خدا کی مگر اللہ فرماتا ہے مجھے کسی شہر کی قسم نہیں، مجھے پورے عرب کی قسم نہیں، مجھے تو مکہ کی قسم اس لئے کہ میرے نبی کی ولادت اس میں ہے۔ نبی مکہ میں تشریف لائے تو معجزہ بنا۔ رسول کائنات مدینہ تشریف لے گئے تو مدینۃ المنورہ بن گیا۔ میرے نبی کریم ایک جگہ تشریف لے گئے۔ پانی ختم ہوگیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی ختم ہو چکا ہے۔ جانور شدت پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے ہیں۔ پانی کہاں سے پئیں؟ تو میرے پیارے نبی نے فرمایا اس پہاڑ کے پیچھے ایک یہودی پانی کی مشک لے کر جا رہا ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جاؤں۔ فرمایا جا میرے پیارے علی! علی گئے تو حضرت علی مرتضٰی اس کو سمجھانے لگے کہ ہمارے پیارے نبی نے پانی کی مشک مانگی ہے لہٰذا یہ پانی دے دے۔ یہودی بولا نہیں۔ تمہارا نبی معاذ اللہ جادوگر ہے۔ علی نے فرمایا وہ جادوگر نہیں، وہ شمس الضحیٰ ہے، وہ بدر الدجی ہے، وہ عقل انسانی سے ماوریٰ ہے، اس کا نام ہر درد کی دوا ہے، اس کا نام ہر مرض کی شفا ہے، وہ رحمت دوسرا ہے، اس کی تعریفیں کرنے والا تو خود خدا ہے۔ ذرا دیر ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ حضرت علی کو بہت دیر ہوگئی۔ اگر اجازت

ہو تو میں پیچھے معلوم کر کے آؤں وجہ کیا بنی؟ حضرت عمر کی طبیعت میں جلال تھا۔ حضرت علی کی طبیعت میں جمال تھا۔ مل کے کہہ دو کہ دونوں میں نبی کا کمال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے تو دیکھا حضرت علی اسے سمجھا رہے ہیں۔ وہ اکڑا بیٹھا ہے، تکبر کر رہا ہے۔ حضرت عمر نے دیکھا کہ حضرت علی سمجھا رہے ہیں مگر وہ مانتا ہی نہیں۔ حضرت عمر جلال میں آئے۔ ایک ہاتھ پانی کی مشک میں دیا، دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں دیا۔ دونوں کو اٹھا کر رسول اللہ کے دربار میں لے آئے۔ میرے پیارے نبی نے فرمایا، اے عمر یہ تم نے کیا کیا؟ حضرت عمر نے عرض کیا، یا رسول اللہ حضرت علی اسے پیار سے سمجھا رہے تھے، یہ مانتا نہیں تھا اس لئے میں اٹھا کے لایا ہوں۔ میرے پیارے نبی نے فرمایا، یہودی فکر مت کر تیرے پانی کی مشک کو ہم واپس کر دیں گے۔ جتنا مرضی آئے پانی لے جانا۔ میرے پیارے رسول نے ایک پیالہ لیا، مشکیزہ میں سے پانی نکالا۔ آقائے کائنات نے اپنے دونوں نبوت والے ہاتھ اس پیالے کے اندر رکھے۔ صحابہ فرماتے ہیں، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نبی کی ایک انگلی سے پانی کا چشمہ جاری ہو رہا تھا۔ صحابہ فرماتے ہیں، ہم نے پانی کے مشکیزہ بھر لئے۔ جانوروں کو پانی پلا دیا بلکہ ہم نے وضو کر لئے۔ پانی پی لیا اور سفر کیلئے پانی ساتھ لے لیا۔ میرے آقا نے مسکرا کے فرمایا، یہودی اپنا پانی لے لے، جتنا مرضی آئے لے لے۔ قافلہ کا قافلہ پانی کے مشکیزے لے کے چلے، میرے رسول کائنات کا معجزہ ہے۔ اور یہ طاقت کس نے دی؟ کہو اللہ نے۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھی معجزہ ہے۔ ہم کو پسینہ آئے تو بدبو ہو، نبی کو پسینہ آئے تو خوشبو ہو۔ میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کے بعد آرام فرماتے۔ حضرت عائشہ ام المومنین ہیں، مومنوں کی ماں فرماتی ہیں حضور کی عادت کریمہ تھی نماز ظہر پڑھانے کے بعد آرام فرماتے، گرمی کا موسم ہوتا، آپ کے جسم سے پسینہ امنڈ آتا۔ میں نے ایک شیشی لے لی۔ میں نے اس میں حضور کا پسینہ اکٹھا کیا۔ جب کسی شادی میں جاتی، کپڑے پہنتی اور اس میں رسول اللہ کا پسینہ لگا لیتی۔ بڑے بڑے سرداروں کی بیویاں پوچھتیں، اے عائشہ کون سے ملک سے عطر منگایا ہے۔ میں کہتی یہ تو میرے نبی کا پسینہ ہے۔

حضور کا وجود معجزہ۔ ہمیں پسینہ آئے تو بدبو ہو، نبی کو پسینہ آئے تو خوشبو ہو۔ ہم پڑھیں تو روایت بنے، نبی پڑھے تو قرآن بنے۔ ہم بولیں تو بات بنے، نبی بولے تو حدیث بنے۔ ہم قانون بنائیں تو شدت ہو، نبی قانون بنائے تو محبت ہو۔ ہم سو جائیں تو خواب، نبی سو جائے تو رقص سوال و جواب۔ دوستو! ہم جانور کے پاس جائیں، جانور ڈر کے بھاگ جائے۔ نبی جانور کے پاس جائیں تو جانور ادب سے سلام کریں گے۔ جناب صدیق اکبر خلیفہ اول فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک بیابان سے گذر ہوا۔ اتنی دیر میں آواز آئی اغثنی یا رسول اللّٰہ. اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے۔ جانور بھی جانتے ہیں۔ نبی مدد کر سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں ایسی تقریر نہ کرنا جس تقریر میں رسول کی عظمت کا انکار ہو۔ اگر ملک کی عزت وسالمیت چاہتے ہو، اس ملک میں اسلامی نظام کیلئے تم مخلص ہو تو تمہیں وہ تقریر کرنی چاہیئے جن سے تم نبی کے در کے غلام بن جاؤ۔ ایسی بات نہ کرو کہ اچھے بھلے مسلمانوں کو کافر بناؤ۔ جانور بھی جانتے ہیں کہ نبی مدد کر سکتا ہے۔ اغثنی یا رسول اللّٰہ. یارسول اللہ مدد کیجئے۔ میرے پیارے نبی نے دائیں بائیں دیکھا، ایک ہرنی جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ میرے پیارے نبی کریم نے فرمایا ابو بکر آ اس کی مدد کریں۔ میرے نبی نے جال اٹھایا، ہرنی کو آزاد کر دیا۔ اتنی دیر میں شکاری آ گیا۔ کہنے لگا اے محمد ابن عبد اللہ تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا۔ میں نے دو دن لگائے، اس کو شکار کیا، تو نے آج اس کو آزاد کر دیا۔ میرے نبی فرماتے ہیں، یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی۔ شکاری کہنے لگا، کبھی جانور بھی واپس آتا ہے اپنی شکار گاہ میں۔ یہودی کہنے لگا تم کیسی بات کرتے ہو۔ میں سنتا رہتا تھا کہ معاذ اللہ آپ جادوگر ہیں، آج میں نے دیکھ لیا۔ کبھی جانور بھی واپس آتا ہے۔ نبی نے کہا خاموش ہو جا۔ تجھ سے وعدہ نہیں کیا، مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر گذری وہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر آئی۔ اس نے اپنا سر نبی کے نبوت والے قدموں میں رکھ دیا۔ یہودی حیران ہو کے کہنے لگا۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں خواب دیکھ رہا ہوں؟ میرے رسول نے کہا میں اللہ کا نبی ہوں، جانور بھی جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسی وقت یہودی نے کہا یہ سامنے ایک درخت ہے۔ اگر یہ چل کر آ جائے، میں

کلمہ پڑھ لوں گا۔ میرے سرکار نے کہا جا درخت سے کہہ دے کہ محمد عربی تجھے بلا رہا ہے۔ درخت رینگتا ہوا آیا نبی کے قدموں پر گر پڑا۔ درخت کا آنا تھا یہودی کا قدموں پر گرنا تھا۔ میرے پیارے نبی کریم پر درختوں نے سلام پڑھا، جانور جھک کے آئے۔ اور آؤ تاریخ مکہ پڑھو مسلمانو! میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان کیا۔ تیرہ سال میرے نبی کریم نے مکہ میں گذارے، دس سال میرے نبی نے مدینہ میں گذارے۔ یہاں تک جب میرے نبی نے تبلیغ کا آغاز کیا۔ عتبہ کہنے لگا میں نہیں مانتا۔ ابو جہل کہنے لگا میں نہیں مانتا۔ ولید کہنے لگا میں نہیں مانتا۔ میرے نبی نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا، یا اللہ یہاں تو کوئی مانتا ہی نہیں۔ فرمایا نہیں مانتے، نہ مانیں۔ عتبہ نہیں مانتا نہ مانے۔ ولید نہیں مانتا نہ مانے، مکہ کا چودھری نہیں مانتا نہ مانے۔ مغیرہ نہیں مانتا نہ مانے۔ ابو جہل نہیں مانتا نہ مانے۔ ابولہب نہیں مانتا نہ مانے۔ قبیلہ کا سردار نہیں مانتا نہ مانے۔ پیارے تو مجھے مان میں تجھے مانوں، تو مجھے خدا کہہ میں تجھے نبی کہوں، تو مجھے رب کہہ میں تجھے رسول کہوں، تو مجھے کبیر کہہ میں تجھے بشیر کہوں، تو مجھے خبیر کہہ میں تجھے سراج المنیر کہوں تو لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ میں تجھے محمد رسول اللہ کہوں۔ میرے پیارے نبی کریم صلی علیہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو ابو جہل آ کے کہنے لگا، اے محمد کہہ دو صلی اللہ علیہ وسلم تو کہتا ہے خدا ایک ہے۔ آج بات طے کر خدا دکھے یا خدا دِکھا۔ میرے نبی نے کہا میرے خدا کو تو موسیٰ پیغمبر بھی نہیں دیکھ سکے تو کیسے دیکھے گا؟ رب ارنی مولیٰ حجاب اٹھا، نقاب اٹھا، پردے ہٹا، ذرا جلوہ تو دکھا۔ رب نے کہا لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا۔ یا اللہ میں نہیں دیکھ سکتا یا تو نہیں دکھا سکتا۔ فرمایا میں تو علی کل شئ قدیر ہوں۔ میں تو دکھا سکتا ہوں، تو نہیں دیکھ سکتا۔ یا اللہ تجھے کوئی دیکھے گا بھی سہی۔ فرمایا ہاں! موسیٰ! نہ تیری آنکھ دیکھے نہ چشم انبیاء دیکھے۔ مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفیٰ دیکھے۔ یا اللہ وہ مصطفیٰ کون ہے۔ فرمایا وہ میرا حبیب ہے۔ یا اللہ میں کون فرمایا تو میرا کلیم ہے۔ یا اللہ ما الفرق بین الکلیم والحبیب. یا اللہ کلیم اور حبیب کے درمیان فرق کیا ہے؟ فرمایا کلیم تو وہ ہے جو کوہ طور پر آتا ہے میں کہتا ہوں پاؤں سے نعلین نکال کے آ۔ آواز دیتا ہے سر جھکاتا ہے، عاجزی

کرتا ہے، مرضی آئے تو بولوں یا نہ بولوں۔ میرا حبیب ایسا ہوگا، ام ہانی کے گھر سویا ہوگا، ستر ہزار فرشتوں کو بھیجوں گا، آسمانوں پہ نورانی چادریں بچھائی ہوئی ہوں گی، کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء قطار در قطار مسجد اقصیٰ میں انتظار کر رہے ہوں گے۔ مرضی آئے آئے، مرضی آئے نہ آئے۔ فرمایا میرے خدا کو تو موسیٰ پیغمبر نہیں دیکھ سکا، تو کیسے دیکھے گا؟ کہنے لگا پھر تو بات نہ بنی، خدا دیکھ یا خدا دکھا۔ تو میرے پیارے نبی فرماتے ہیں چلو ہم تیرے خدا کو دیکھ لیتے ہیں۔ ابوجہل نے کہا اس طرح نہیں پہلے اعلان کرانے دو۔ مکہ کی گلیوں میں اعلان ہونے لگے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، جو بتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے تھے آج بت خانے میں آرہے ہیں۔ میرے رسول نے جب ندا سنی تو کہا یا اللہ یہ تو منادیاں بھی کر رہا ہے۔ فرمایا جبرئیل جاؤ میرے نبی سے کہہ دو، یہ منادی نہیں کر رہا، میں، خود خدا کرا رہا ہے۔ یا اللہ منادی بھی خود کرا رہا ہے۔ فرمایا پیارے، جب منادی ہوگی، اعلان ہوگا، دنیا والے حیرت میں پڑ جائیں گے، سارے حیران ہوں گے۔ جو بتوں کے خلاف بولتا تھا آج بت کدے میں جا رہا ہے۔ آج صنم کدے میں جا رہا ہے۔ جب اعلان ہوگا تو مکہ کے سارے چودھری آجائیں گے، قبیلے کے سردار آجائیں گے، صفا مروہ دوڑنے والے آجائیں گے، کعبہ کے طواف کرنے والے آجائیں گے، چھوٹے بھی آجائیں گے، بڑے بھی آجائیں گے، ادنیٰ بھی آئیں گے، عالم بھی آئیں گے، مکہ کے امراء بھی آئیں گے، ملک شام کے سفراء بھی آئیں گے۔

یمن کا بادشاہ جب مکہ کی سرزمین پر آیا تو چاند کی تیرہ تاریخ تھی۔ رات چودھویں آنے والی تھی۔ یمن کے بادشاہ نے کہا ابوالحکم تو نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ ابوجہل کی اصل کنیت ہے ابوالحکم۔ سرکار نے فرمایا جو میری نبوت کو نہ مانے وہ کتنا ہی حکمتوں والا ہو، وہ ابوجہل ہے۔ بادشاہ نے کہا اے ابوجہل تو نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ کہنے لگا، کہتا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ ہمارا فیصلہ کر، کہنے لگا، اچھا تیری تو سن لی ہے ذرا اس کی بھی سنوں۔ عتبہ سامنے کھڑا تھا اس نے اشارہ کیا ابوجہل کو کہ اس کو ادھر نہ جانے دینا۔ اگر یہ چلا گیا اور اس نے مسلمانوں کے نبی کا چہرہ دیکھ لیا تو یہ بھی اسی کا ہو جائے گا۔

اگرچہ کافر تھے مگر جانتے تھے کہ جو رسول کا چہرہ دیکھ لیتا ہے وہ اسی کا بن جاتا ہے۔ اس نے کہا آپ مہربانی کیجئے، آپ ہمارے معزز مہمان ہیں، ہم اس کو بلا لیتے ہیں۔ تو یمن کے بادشاہ نے کہا اس کو ہماری ضرورت نہیں، ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ کتنا بڑا تاریخ کا فقرہ ہے۔ ذرا غور کرنا۔ خدا کیا کہلوا رہا ہے۔ اس کو ہماری ضرورت نہیں ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہا اور چل پڑا۔ یمن کا بادشاہ چلا تو تین ہزار کا لشکر بھی ساتھ چلا، مکہ کے امراء بھی ساتھ، سفیر بھی ساتھ، چودھری بھی ساتھ، نمبردار بھی ساتھ، قبیلے کے سردار بھی ساتھ، اپنے بھی ساتھ، بیگانے بھی ساتھ، چھوٹے بھی ساتھ، بڑے بھی ساتھ۔ آپ کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے میرے نبی نے فرمایا **مَن دقَّ الباب** دروازے پر کون ہے؟ کہنے لگا **انا مَلِكُ الیمن** میں یمن کا بادشاہ ہوں۔ دروازۂ نبوت کھلا، چہرۂ رسالت نکلا۔ میرے نبی نے فرمایا تو یمن کا بادشاہ ہے، میں تو مملکت ختم نبوت کا بادشاہ ہوں۔ فرمایا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا میرا نام حبیب ہے، میرے باپ کا نام مالک ہے۔ مالک کا بیٹا حبیب ہوں۔ سنا ہے تم نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ جو نبی ہوتا ہے وہ معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر آپ نبی ہیں تو آپ سے دو سوال کرتا ہوں، دو سوالوں کے جواب دیجئے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ آج رات چودھویں کی آرہی ہے، ماہتاب پورے آب و تاب سے ہوگا۔ چاند اپنے پورے جوبن پہ ہوگا۔ اگر آپ نبی ہیں تو اشارہ کر کے دو ٹکڑے کر دو۔ میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا، اچھا مغرب ہونے دو، سورج کو غروب ہونے دو، چاند کو نکلنے دو۔ دوسرا سوال؟ کہنے لگا حضرت پہلا سوال پورا کیجئے دوسرا پھر بتاؤں گا۔ مکہ میں ایک طوفان بدتمیزی اٹھا۔ کفار نے شور برپا کر دیا کہ مسلمانوں کے نبی کو بڑا معاملہ پیش آگیا ہے۔ اس کا جادو آسمان پر کیسے چلے گا۔ مگر جب افق پھٹا اور چاند نکلا اور ایسے جوبن سے نکلا کہ آج تک ایسا نہ نکل سکا۔ چاند کو بھی ناز ہے کہ آج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ میری طرف ہوگا۔ آخر میرے آقا نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ جبل قبیس پر چڑھے، صدیق اکبر ساتھ، حضرت عمر ساتھ، مولیٰ علی ساتھ، عثمان غنی ساتھ، عبدالرحمٰن بن عوف ساتھ، کالا بلال ساتھ۔ جبل قبیس پہ چڑھے تو مکہ کی کفار عورتوں نے مذاق اڑایا کہ آسمان کا چاند اس کی بات مان لے۔ نبی نے

رسالت کی انگلیاں نکالیں اور فرمایا انظر الی السماء ۔یا حبیب، اے حبیب اب نظریں
آسمان کی طرف کرو۔ آؤ! اب اسلام کی تاریخ کا سنہری باب گواہی دیتا ہے۔ جبل قبیس کا ایک
ایک ذرہ گواہی دیتا ہے۔ رسول اللہ نے انگلی کا اشارہ کیا، اور اشارہ کرنے کی دیر تھی، اور چاند
کے دوٹکڑے ہونے کی دیر نہ تھی۔ یہ نبی کا معجزہ ہے۔ ربانی کراچی سے پشاور تک تقریریں کرتا
پھرتا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے علماء کے وعظ سنے ہوں گے۔ ربانی تمام مکاتب فکر کے علماء
سے پوچھتا ہے، بتاؤ جب نبی کائنات نے انگلی کا اشارہ کیا تو انگلی گئی تھی چاند پر یا چاند آیا تھا
انگلی پر؟ میں نے لاہور میں اعلان کیا کہ بتاؤ علماء اہلسنت ومفتیان ذی شعار بتاؤ انگلی گئی تھی
چاند پر یا چاند آیا تھا انگلی پر؟ آج دنیا کہتی ہے کہ چاند آیا تھا انگلی پر۔ ربانی کہتا ہے کہ نہ انگلی گئی
چاند پر اور نہ چاند آیا انگلی پر۔ تم انگلی کی بات کرتے ہو، جب نبی نے اشارہ کیا تو چاند دوٹکڑے
ہو گیا۔ آدھا پہاڑی کے ادھر تھا اور آدھا محمد عربی کے قدموں میں آ گیا۔ جب چاند قدموں پہ
گرا تو یمن کا بادشاہ بھی اتر کے گھوڑے سے قدموں پہ گرا۔ میرے نبی نے فرمایا کہ ابھی تو مجھ کو
دوسرا سوال بھی پورا کرنا ہے۔ ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ حضرت شرم والوں کو ایک ہی کافی ہے۔
فرمایا اچھا تجھے جو دوسرا سوال کرنا تھا وہ میں بتا دوں۔ مجسمہ حیران بن کے کہتا ہے، آپ کو کس
نے بتایا۔ فرمایا جس نے مجھے نبی بنایا۔ کہنے لگا وہ سوال تو ابھی میرے سینے میں ہے۔ میں نے
نہ کسی کو بتایا نہ کسی وزیر مشیر کو بتایا۔ آپ بتا دیجئے تو میرا دل کا ایمان پکا ہو جائے گا۔ نبی فرماتے
ہیں تیری ایک لڑکی ہے، آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، لولی اور لنگڑی ہے۔ تو
نے بڑے بڑے قیصر وکسریٰ کے طبیبوں سے علاج کرایا مگر انہوں نے لاعلاج کر دیا۔ تیرا
سوال یہ تھا کہ اگر تو اللہ کا برحق نبی ہے تو اپنے اللہ سے شفا دلوا دے۔ اے حبیب ابن مالک
میں نبی بیٹھا مکہ میں ہوں اور میں نے اللہ کی بارگاہ سے یمن میں تیری بیٹی کو شفا دلوا دی۔

یمن کے بادشاہ نے تین ہزار اشرفیاں میرے آقا کو دیں، کہا کلمہ بھی پڑھا دو، جہنم سے بچا
دو، جنت کا دروازہ دکھا دو اور اپنا بنا لو۔ میرے نبی نے کلمہ طیبہ پڑھایا تو اس نے تین ہزار
اشرفیاں دیں سونے کی۔ میرے نبی نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگا کے فرمایا، اے حبیب! اگر

میں چاہتا تو بدر اور احد کے پہاڑ سونے کے بن جاتے۔ مگر میں دنیا میں سونے اور دولت مانگنے
نہیں آیا۔ امت کی بخشش مانگنے آیا ہوں۔ آؤ میرے ملت کے نوجوانو! غور کیجئے، یہ میرے نبی
کا معجزہ ہے۔ کہو یہ میرے نبی کا معجزہ ہے۔ بھئی جو نبی مکہ میں بیٹھ کر یمن میں شفا پہونچا سکتا
ہے وہ نبی مدینے میں رہ کر ہمارے جلسہ میلاد پر بھی نظر رسالت کی فرما سکتا ہے۔ یمن کے
بادشاہ نے ایک نگاہ غلط سے دیکھا اور کہا کہ او مکہ کے امیروں، یہ میرا بھی رسول ہے۔ خبردار،
اس کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابوسفیان کہنے لگا اور بلا لے یہ تو فیصلہ کرنے آیا تھا۔ واپس گیا تو دروازہ پر
دستک دی۔ آدھی رات کے وقت کلمہ طیبہ کی آواز آ رہی ہے۔ وہ ہی لڑکی جو گونگی اور اندھی تھی،
کہنے لگی امی یہ کون ہے۔ کہا تیرا ابا ہے۔ کہاں گیا تھا؟ مکہ گیا تھا۔ کیوں گیا تھا؟ کوئی فیصلہ
کرنے گیا تھا؟ جب حبیب ابن مالک نے بات سنی کہ میری بیٹی کہہ رہی ہے کہ فیصلہ کر کے آ
گیا ہے۔ فرمایا فیصلہ کر کے نہیں آیا، فیصلہ کرا کے آیا ہے۔ مگر اتنا تو بتا یہ تو اندھی لولی اور لنگڑی تھی
اس کو آرام کیسے آیا؟ اس کو صحت کیسی آئی، شفا کیسی آئی؟ کہنے لگی کہ پوچھتے ہو صاحب گرمی
بڑی سخت تھی، چھت پہ چڑھ کے دنیا دیکھ رہی تھی۔ چاند جو بن پہ تھا۔ ہم نے دیکھا چاند دو
ٹکڑے ہو گیا۔ ایک نوری ہاتھ نکلا، آنکھوں پہ لگا تو آنکھوں میں نور آ گیا، کانوں پہ لگا تو قوت
سماع سننے لگی۔ ہم نے پوچھا یہ کون ہے۔ بس یہی دھیمی سی آواز آئی تھی، یہ آمنہ کا لال ہے جس کا
جلوہ جنوب وشمال ہے۔ یہ نبی کا معجزہ ہے۔ کہو یہ نبی کا معجزہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
غزوہ سے واپس آئے۔ میرے نبی نے نماز ادا کر لی مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
نماز نہیں پڑھی۔ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اے علی قریب آ، جی چاہتا ہے
ذرا سو لوں۔ عرض کیا میرا زانو حاضر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے زانو تھا علی کا، سر تھا نبی کا، اب حضرت
علی سورج کو دیکھ رہے ہیں۔ سورج تو جا رہا ہے، میں نے تو نماز پڑھی نہیں۔ مگر حضرت علی کے
سامنے دو مسئلے ہیں۔ ایک اللہ کی نماز ہے، دوسرے رسول کی اطاعت ہے۔ آخر علی کا دروازہ
تھا۔ سوچا قرآن کا اعلان ہے (آیت قرآنیہ) **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** یعنی جس
نے رسول کی اطاعت کی سمجھو خدا کی اطاعت کی۔ ادب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر آنکھوں

سے آنسو کا ایک قطرہ چہرۂ نبوت پہ آیا۔ رسالت کی آنکھ کھلی، علی رو رہے ہو۔ آقا! نماز نہیں پڑھی، سورج غروب ہونے کو ہے۔ میرے نبی اٹھے اور فرمایا علی نماز قضا پڑھنی ہے یا ادا، ہے یا اور! عرض کیا امتی تیرا ہوں، نماز پڑھوں قضا۔ میرے نبی نے ہاتھ اٹھائے **اللھم یا مالک الملك هذا علیؑ وانا محمد**. اے بادشاہوں کے بادشاہ۔ یہ علی ہے، میں نبی ہوں۔ یہ امتی ہے میں پیغمبر ہوں، اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میری شان یہ ہے کہ علی نماز قضا نہ پڑھے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا میرے جبرئیل! عرض کیا، کیا حکم ہے؟ رب جلیل نے فرمایا جلدی جا میرے نبی سے کہہ دے ہم نے تجھے معجزہ بنا کر بھیجا ہے کیوں دیر کر رہے ہو؟ اشارہ کرنا تمہارا کام، سورج کو پلٹنا ہمارا کام۔ میرے نبی نے انگلی کا اشارہ کر دیا۔ سورج پلٹ گیا۔ کہو سورج پلٹ گیا۔ میں نے حدیثوں میں پڑھا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور فرماتے ہیں سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے تخت کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ بولو اللہ کے تخت کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ میں نے جب یہ حدیث پڑھی تو میں سوچنے لگا کہ سورج جب اللہ کے تخت کے سامنے سجدہ کر رہا ہوگا اور ادھر حضرت علی کی نماز قضا ہو رہی ہوگی تو اللہ نے فرمایا ہوگا، اے سورج! تیرا سجدہ قضا ہوتا ہے تو ہو جائے، علی کا سجدہ قضا نہ ہو۔ علی کی نماز ادا ہوئی۔ یہ رسول اللہ کا معجزہ بھی ہے اور علی کی کرامت بھی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ علی علی ہے، ہمارا عقیدہ ہے **العلی امام المتقین**، علی متقیوں کا امام ہے، علی بھنگ پینے والوں کا امام نہیں، علی چرس پینے والوں کا امام نہیں، علی مسجدوں کو برباد کرنے والوں کا امام نہیں، علی مسجدوں کو آگ لگانے والوں کا امام نہیں، علی قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والوں کا امام نہیں۔ علی تو نماز پڑھنے والوں اور قرآن کی تلاوت کرنے والوں کا امام ہے۔ جو لوگ مسجدوں کی توہین کر رہے ہیں، جو لوگ قرآن کی بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں، قیامت کے دن نہ نبی شفاعت کرے گا نہ علی اپنے دروازہ پر آنے دے گا۔ علی کا وہی ہے جو رسول کا ہے۔ رسول کا معجزہ مانو۔ اللہ فرماتا ہے قد، پکی بات، قد، بیشک **قد جاء کم** فرمایا تمہارے پاس آیا تمہارے رب کی جانب سے بے شک تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس دلیل آ گئی، معجزہ آ گیا **وانزلنا**

الیکم نورًا مبیناً. اور ہم نے تمہاری طرف کھلا ہوا نور بھیجا، کھلی روشنی بھیجی۔ جتنے نبی آئے معجزہ لے کر آئے۔ ہمارے نبی معجزہ بن کر آئے۔ میرے نبی نے یہاں تک فرما دیا، اے لوگو! میں نے صدیق کو مصلے پہ کھڑا کیا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ یہ بھی نبی کا معجزہ ہے۔ خلیفہ اول ابوبکر صدیق کا بننا یہ نبی کا معجزہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی، حضرت عثمان خلیفہ ثالث، حضرت مولیٰ علی خلیفہ چہارم ہیں۔ کتنے پیارے لوگ ہیں۔ آج میں نے تقریر کی ہے معجزہ کے عنوان پر، معجزہ جو عقل میں نہ آئے، جو عقل میں آ جائے وہ معجزہ نہیں۔ ابھی میں پچھلے دنوں میں ڈیرہ غازی خان سے آگے ایک علاقہ ہے کوٹھمنڈو، میں وہاں تقریر کیلئے گیا تو انہوں نے مجھے اشارہ دیا کہ ربانی صاحب وہ جو آپ کو پہاڑ نظر آ رہا ہے اس پہاڑ کی بلند پر آپ کو وعظ کہنا ہے۔ میں نے کہا ہم سے تو نہیں چلا جاتا، ہم تو گھوڑے پر بیٹھ کے جائیں گے۔ تو وہ بڑے ہنسے اور کہنے لگے، ربانی صاحب جب تک سطح زمین پہ چلتے رہے تو گھوڑے پہ بیٹھے رہے، اب پہاڑ پہ چلنا ہے، یہ جو رسیاں لٹک رہی ہیں نا کمند اب تو گھوڑے سے اترو۔ تو میں نے کہا نہیں صاحب میں تو گھوڑے پر بیٹھا رہوں گا۔ تو ایک صاحب مسکرا کے کہنے لگے، ربانی صاحب اگر آپ گھوڑے سے نہ اترے تو پھر چوٹی نہیں ہوگی، چوٹیں ہوں گی۔ اگر سطح زمین پہ تمہیں سفر کرنا ہے تو گھوڑے پہ بیٹھو اور پہاڑ کی بلندی پر چلنا ہے تو گھوڑے سے اتر کے کمند تھامنا پڑے گی۔ اگر تمہیں دنیا کے معاملات میں غور کرنا ہے تو عقل کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اگر رسول اللہ کے معجزہ کو سمجھنا ہے تو عقل کے گھوڑے سے اتر کے ایمان کی کمند تھام لو۔ کمند بے ایمانی، کمند بے یقینی نہیں۔ رسول کائنات کی محبت کا سہارا لو۔ دنیا میں نجات ہوگی، آخرت میں بیڑا پار ہوگا۔

ومَا علینا الاالبلاغ

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

صدق اللّٰہ العظیم۔

اس جلسہ کی غرض وغایت یہ ہے کہ ہم سب مل کر سرکار کا معراج پاک سنیں۔ اگر قرآن پاک اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ ہم گہری نظر سے کریں تو یہ بات اچھی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں مبعوث فرمائے، جب انہوں نے اقوام عالم کے سامنے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت ورسالت کا اعلان کیا تو قوموں نے سوال کیا کہ اگر آپ اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اللہ کا پاک قرآن کہتا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی توحید بیان کر کے ان سے کہا میں اللہ کا کلیم ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ اللہ کے بڑے پیارے ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ اللہ کا پاک قرآن کہتا ہے جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت والا ہاتھ اپنی بغل میں چھپایا اور جب باہر نکالا تو سورج سے بھی زیادہ چمکا۔ توجہ کیجئے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اللہ کی توحید بیان کی تو قوم

نے کہا اگر آپ اللہ کے نبی ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ عیسیٰ نے فرمایا کہ آپ کسی اندھے کو میرے پاس لاؤ، میں نبوت والا ہاتھ لگاؤں گا اس میں نور آجائے گا۔

جب باری آئی محسن انسانیت کی، جب باری آئی عرب کے جھومر کی، جب باری آئی آدمیت کے محسن کی، جب باری آئی داعی اسلام کی، جب باری آئی فخر کائنات کی اور جب باری آئی تمام نبیوں کے امام کی تو قوم نے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ بھی کوئی معجزہ دکھاؤ۔

اللہ رب العزت نے فرمایا، میرے پیارے اعلان کردو۔ اپنی زبان نبوت سے کہہ دو **قد جاءَ کم برھَان من ربکم** وہ پچھلے نبی تھے جو معجزہ لے کر آئے۔ نوح علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، ابراہیم علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، موسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے، عیسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے۔ فرمایا تمہارے آخری پیغمبر صرف معجزہ ہی لے کر نہیں آئے، بلکہ سر سے پاؤں تک معجزہ بن کر آئے۔ پچھلے نبی معجزہ لے کر آئے اور مل کر کہہ دو تمہارے نبی معجزہ بن کر آئے۔ ہمارے نبی کی ولادت معجزہ، ہمارے نبی کا بچپن معجزہ ہے، ہمارے نبی کی جوانی معجزہ ہے، ہمارے نبی کا بڑھاپا معجزہ ہے، میرے نبی کا انگلیوں سے چاند کا دو ٹکڑے کرنا معجزہ، میرے نبی کا حضرت علی کیلئے سورج کا پلٹانا معجزہ، انگلیوں سے پانی نکالنا معجزہ، میرے نبی پر درختوں کا درود وسلام پڑھنا معجزہ، حضرت عائشہ سے نکاح کرنا معجزہ، صدیق اکبر کا مصلی پر ٹھہرانا معجزہ، علی المرتضیٰ کو بستر پر لٹانا معجزہ، حسن حسین کو کاندھے پر اٹھانا معجزہ، مل کر کہہ دو میرے نبی کا فرش پر چلنا معجزہ اور عرش پر جانا معجزہ۔ میرے نبی کا معراج کرنا یہ اللہ کی طرف سے معجزہ ملا اور معراج کا مقصود یہی ہے کہ دنیا والو تمہیں علم ہوجائے کہ ساری دنیا چاہتی ہے کہ اللہ راضی ہوجائے اور اللہ چاہتا ہے کہ میرا مدینہ والا راضی ہوجائے۔ جن دنوں میں مدینہ منورہ پڑھا کرتا تھا، ان دنوں کی بات ہے۔ مدینے والے کہتے تھے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات عبادت کرتے تھے۔ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ نماز پر نماز، قیام پر قیام، رکوع پر رکوع۔ اللہ نے فرمایا **الاقلیلاً** اے میرے نبی، ساری رات نماز پڑھتے ہو، ذرا سو بھی جایا کرو۔ میرے نبی ساری رات عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی سو جا۔ مگر نبی

سوتے نہیں، مدینہ منورہ ہجرت کی ساری ساری رات عبادت کی۔ قیامت تک کے مومنوں کی ماں حضرت عائشہ فرماتی ہیں اے اللہ کے سچے اور آخری پیغمبر، تھوڑی دیر سو بھی جایا کرو۔ فرمایا اے عائشہ "افلا عبداً شکوراً" کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں کہ جس نے مجھ کو تمام نبیوں کا امام بنا دیا ہے۔ اللہ کے نبی ساری ساری رات عبادت کرتے ہیں۔ رب کہتا ہے سو جا، نبی نہیں سوتے۔ رب کہتا ہے آرام کر، نبی آرام کرتا نہیں۔ لیکن جب معراج کی رات آئی، میرے نبی اپنی مزمل والی چادر اوڑھ کر سو گئے۔

میری ملت کے نوجوانو! ربانی تمہیں طرز فکر دیتا ہے، ذرا غور کرو۔ میرے نبی ساری رات سوتے نہیں۔ رب کہتا ہے سو جا، نبی سوتے نہیں۔ لیکن جب معراج کی رات آئی تو میرے نبی چادر تان کے سو گئے۔ آج جاگنے کی رات ہے تو آج آپ سو گئے۔ فرمایا اے میرے امتی روزانہ اس کی مجھے ضرورت تھی، آج وہ میری شانِ عبدیت دکھائے گا۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں آپ کو طرز فکر دیتا ہوں۔

ساری زندگی نبی سوتے نہیں، لیکن جب معراج کی رات آئی تو نبی چادر تان کے سو گئے۔ آقا آج تو جاگنے کی رات ہے۔ فرمایا دنیا کو معلوم ہو جائے روزانہ مجھے اس کی ضرورت، آج میری معراج ہے۔ جبرئیل ستر ہزار ملائکہ لے جا۔ میرے نبی آرام فرما رہے ہیں، میرے نبی کو جگا کے آ۔ ستر ہزار ملائکہ مقربین آئے۔ میرے نبی ام ہانی کے گھر سوئے ہوئے ہیں۔ جبرئیل آئے اور واپس چلے گئے۔ اے اللہ تیرے نبی تو آرام فرما رہے ہیں۔ بتا تیرے نبی کو جگاؤں کیسے؟ فرمایا جبرئیل اچھا ہوا پوچھ لیا الدین کلہ ادب دین سارے کا سارا ادب ہے۔ فرمایا جبرئیل تیرے ہونٹ بنائے ہیں کافور کے، نبی کے پاؤں بنائے ہیں نور کے۔ جا کر میرے نبی کے قدم کو بوسہ دے دے، دماغِ ختم نبوت پر اثر ہوگا، نگاہ ختم نبوت کھلے گی۔ کہہ دینا ان اللّٰــــہ مشتـــــاق الیک آج اللہ تعالیٰ اشتیاق کر رہا ہے، آپ کے چہرۂ انور کو دیکھنے کا ساری دنیا خواہش کرتی ہے کہ رب اکبر کا دیدار ہو جائے اور آج رب کہتا ہے کہ میرا نبی میرے پاس آجا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ میری ملت کے نوجوانو! جبرئیل امین دروازے سے نہیں آئے،

دیوار پھلانگ کے نہیں آئے، چھت کے ذریعہ آئے۔ آ کر میرے نبی کے قدم کو بوسہ دیا۔ میرے نبی فرماتے ہیں، جبرئیل آج تک تو نے کبھی قدم چوما نہیں، آج کیسے قدم چوم رہے ہو۔ عرض کی کہ آقا خود نہیں چوم رہا ہوں، چموانے والا چموا رہا ہے۔ فرمایا کچھ لطف بھی آیا، کوئی مزہ بھی آیا، کوئی سرور بھی آیا۔ عرض کی اللہ کے رسول میں نے جنت کے باغ و بہار دیکھے، میں نے جنت کے لالہ وزار دیکھے، میں نے جنت کے گل گلزار دیکھے، میں نے جنت کے چمن دیکھے، میں نے جنت کی بہاریں دیکھیں، مگر نہ جنت میں نہ جنت کی کلیوں میں دیکھا، مزا جو کچھ مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے براق لایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں، میں نے زمزم کے کنوئیں پر وضو کیا۔ براق سامنے لایا گیا، میں نے براق پر سواری کی۔ جب میں براق پر بیٹھنے لگا تو براق نے شوخی کی۔ جناب جبرئیل فرماتے ہیں، اے براق ذرا حیا کر، تجھ پر نبیوں کا امام بیٹھ رہا ہے۔ براق مسکرا کر کہنے لگا، میں اپنی قسمت پر ناز کر رہا ہوں کہ آج میں اپنے آقا کی سواری بن رہا ہوں۔ میرے نبی کی آنکھوں میں نمی آئی، آنکھوں میں آنسو آئے اور کہا جبرئیل آج تو میرے لئے براق ہے۔ بتا کل قیامت کے دن جب پل صراط سے میری امت کا گذر ہوگا، میری امت کیلئے کونسی سواری ہوگی؟ جناب جبرئیل عرض کرتے ہیں، اللہ کے سچے رسول میں وعدہ کرتا ہوں، جب آپ کی امت کا پل صراط سے گذر ہوگا، میں ان کو بچانے کیلئے نوری پر بچھا دوں گا۔ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری چلی، کس شان سے چلی، ستر ہزار فرشتوں کی جماعت ساتھ ہے، جبرئیل لگام تھامے ہوئے ہیں، آقا کی سواری چل رہی ہے۔ گردش ایام کو روک دیا گیا ہے، دھرتی کی نبض کو روک دیا گیا ہے۔ آمنہ کا لال آ رہا ہے، محبوب بے مثل و بے مثال آ رہا ہے، اللہ کا یار آ رہا ہے، رب کا دلدار آ رہا ہے، امت کا غمخوار آ رہا ہے، مدینہ کا تاجدار آ رہا ہے۔ کہہ دو کل نبیوں کا سردار آ رہا ہے۔

آپ اسلام آباد چلے جائیں تو آپ دیکھیں کہ جب کسی ملک کے بادشاہ کی سواری آتی ہے تو آگے آگے ایک جیپ اعلان کر رہی ہوتی ہے او چلنے والو! راستے سے ہٹ جاؤ، سڑک کو صاف کر دو، پولس والے باوردی کھڑے ہو جاؤ، دوکانوں کو سجا دو اور رکشے والو! ایک طرف ہو

جاؤ اور ٹیکسی والو! ایک طرف ہو جاؤ اور سڑک کے درمیان کھڑے ہونے والو! ایک طرف ہو جاؤ، چلنے والو رک جاؤ، کھڑے ہونے والو بیٹھ جاؤ۔ ملک کے صدر کی سواری آرہی ہے۔ پورے بازار کے نظام کو روک دیا جاتا ہے۔ جب ملک کے بادشاہ کی سواری گذر جاتی ہے تو پھر بازار کا نظام شروع ہو جاتا ہے۔ مثال سمجھانے کیلئے ربانی عرض کرتا ہے کہ جب میرے آقا کی سواری مکہ مکرمہ سے چلی، مسجد حرام سے چلی تو آگے آگے حضرت جبرئیل امین اعلان کر رہے تھے، او گردش زمانہ ٹھہر جا، او چاند ٹھہر جا، او سورج ٹھہر جا، او سمندر اپنے پانی کو روک دے، او ستارو! اپنی چمک کو روک دو، آسمان پر نورانی چادریں بچھا دو، انبیاء سے کہو قطار در قطار کھڑے ہو جاؤ، محمد عزلی کی سواری آرہی ہے، نبی دو عالم کی سواری آرہی ہے۔

آقا کی سواری گذر رہی ہے، میرے نبی فرماتے ہیں کہ جب میری سواری کا گذر ہوا میں نے راستے میں کئی مناظر دیکھے۔ میرے آقا فرماتے ہیں، میں نے دیکھا بہت سے لوگ ہیں، ان کے ہاتھ میں قینچیاں ہیں، کبھی زبان کاٹتے ہیں، کبھی وہ ہونٹ کاٹتے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے واعظ اور خطیب ہیں جو منبر پر چڑھ کر بڑے حسین وجمیل وعظ سنائیں گے اور جب منبر سے نیچے اتریں گے وہ کام کریں گے جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔

میرے نبی فرماتے ہیں، آگے گذر ہوا، میں نے دیکھا بہت سے لوگ ہیں جن کے پیٹ میں آگ کے انگارے ہیں اور وہ تڑپ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کے حق کھا جایا کرتے تھے۔ میرے نبی فرماتے ہیں، آگے گذر ہوا۔ میں نے دیکھا بہت سے لوگ ہیں جن کے چہرے نورانی ہیں اور جن کے وجود سے خوشبو آ رہی ہے اور جن کے ماتھوں پر نور چمک رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو دن رات آپ پر درود وسلام پڑھا کرتے تھے۔ میرے نبی فرماتے ہیں کہ جب میں آگے گذرا تو ایک قصبہ آیا۔ جناب جبرئیل امین نے کہا، آقا مہربانی کیجئے۔ یہاں دو رکعات نوافل پڑھئے۔ میں نے پوچھا اس شہر کا کیا نام ہے؟ کہا اس شہر کا نام ہے یثرب،

بیماریوں کا گھر۔ جب میں نماز پڑھ چکا میں نے کہا جبرئیل اس کا کیا نام ہے؟ تو جبرئیل کہنے لگا المدینۃ المنورہ۔ پہلے یثرب کا معنی ہیں بیماریوں کا گھر لیکن جب آقا نے وہاں ختم نبوت کی جبین رکھی، اپنے نبوت والا ماتھا رکھا اور جب میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گذرا یصلی فی قبرہ میں نے دیکھا، موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جو بات نبی کہے وہ حق ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں، معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گذرا۔ میں نے دیکھا موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز وہی پڑھتے ہیں جو زندہ ہوں۔

میرے نبی نے بتا دیا کہ انبیاء اپنی قبر میں زندہ ہیں، نبی اپنی قبر میں زندہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کی زندگی مانتے ہو تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس کے صدقے موسیٰ پیغمبر کو نبوت ملی وہ مدینے کے پیغمبر بھی زندہ ہیں۔ آج بہت سے لوگ غلط فہمیاں پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں تم یا رسول اللہ کے نعرے کیوں لگاتے ہو، نعوذ باللہ نبی تو مر کے مٹی ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں معراج کا واقعہ بتاتا ہے، معراج کی عظمت بتاتی ہے، نبی دو عالم کی ختم نبوت والی زبان بتاتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں زندہ ہیں، تو جس کے صدقے موسیٰ پیغمبر کو نبوت ملی ہے وہ نبی بھی تو زندہ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں سعودی عرب سے واپس آیا، کراچی اترا۔ کراچی کے علماء نے مجھے استقبالیہ دیا اور کہنے لگے، ربانی صاحب آپ بڑی مقدس جگہ سے آئے ہیں۔ تحریک ختم نبوت چلی ہوئی ہے۔ آؤ ذرا اپنے کو اس میں شریک کرو۔ جب میں اسٹیج پر چڑھا تو لوگوں نے نعرہ لگایا تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد۔ آج بھی بہت سے لوگ نعرہ لگاتے ہیں۔ کہتے ہیں نعرہ رسالت نہ لگاؤ، تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاؤ۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں، میری ملت کے نوجوانو! ربانی سوال کرتا ہے بتاؤ وہ تاج کیا ہے، جس کو زندہ باد کہتے ہو، وہ تخت کیا ہے، جس کو زندہ باد کہتے ہو؟ دیکھو، جس کرسی پر میں بیٹھا ہوں، یہ میرا التخت ہے، یہ ٹوپی، یہ میرے سر کا تاج ہے، یہ کرسی کہاں ہے؟ مسجد میں ہے۔ مسجد کہاں ہے؟ زمین پہ ہے۔ زمین کہاں ہے؟ پانی پہ۔ نیچے ہے پانی اوپر ہے زمین، زمین پہ ہے خطہ ارض، خطہ ارض پہ ہے ملک پاکستان، پاکستان میں ہے علاقہ پنجاب، پنجاب میں ہے یہ

ملتان، ملتان میں ہے یہ حرم گیٹ کی گلی، اس گلی میں ہے یہ مسجد مہدی والی، اس مسجد مہدی والی میں کرسی ہے، کرسی میرا تخت ہے، تخت پر ربانی ہے، ربانی کے سر پر اس کا تاج ہے۔ اب ایمان سے بتانا کوئی آدمی یہ کہے نیچے والا تخت بھی زندہ باد اور اوپر والا تاج بھی زندہ باد اور یہ درمیان والا مر کے مٹی ہوگیا۔ آپ کہیں گے عقل کرو، اگر تخت زندہ باد ہے تو تخت والا بھی زندہ باد ہے۔ اگر تاج زندہ باد ہے تو تاج والا بھی زندہ باد ہے۔ اگر ختم نبوت کا تاج و تخت زندہ باد ہے تو کہنا پڑے گا کہ تاج و تخت کا مالک محمد عربی بھی زندہ باد ہے۔ معراج یہ بتاتی ہے کہ نبی زندہ ہیں، معراج یہ بتاتی ہے کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ میرے نبی فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد اقصیٰ پہنچا، مسجد اقصیٰ کون سی ہے۔ میری ملت کے جوانو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الذی بارکنا حولہ** جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ تمام مفسرین کرام کہتے ہیں سعودی عرب کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بابرکت اس لئے ہے مسجد اقصیٰ، کہ مسجد اقصیٰ کے ارد گرد تمام نبیوں کی قبریں ہیں۔ جہاں نبی کی قبر ہو وہ جگہ عظمت والی، وہ جگہ برکت والی۔ جہاں نبی کی قبر ہو وہ جگہ برکت والی ہے۔ قرآن کہتا ہے مسجد اقصیٰ کے ارد گرد برکتیں ہیں۔ وہ برکتیں کون سی ہیں، وہ نبیوں کی قبریں ہیں اور میرے نبی فرماتے ہیں، میری امت کے ولی نبی تو نہیں مگر قوم بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل ضرور ہیں اور جہاں دیکھو اللہ کی مسجد ہوگی۔ وہاں ولی کا روضہ ضرور ہوگا۔ آج بہت سے لوگ قبروں سے ڈرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ڈرا نہ کرو، جاؤ جہاں مسجد ہے وہاں ولی کا روضہ ہے۔ قلعہ پر چلے جاؤ، مسجد کے ساتھ بہاء الحق کا روضہ، قلعہ پر چلے جاؤ مسجد کے ساتھ شاہ رکن عالم کا روضہ، لاہور چلے جاؤ مسجد کے ساتھ داتا علی ہجویری کا روضہ، پاک پتن چلے جاؤ مسجد کے ساتھ بابا فرید الدین کا روضہ، کورمٹھن چلے جاؤ مسجد کے ساتھ خواجہ فرید کا روضہ، کشور چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیر بلے شاہ کا روضہ، کچھوچھہ شریف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیر مخدوم پاک کا روضہ، گوڑے شریف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیر مہر علی کا روضہ، نجف اشرف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ مولیٰ علی کا روضہ، بغداد چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیرانِ پیر کا روضہ، کربلا چلے جاؤ مسجد کے ساتھ امام حسین کا روضہ اور مدینہ شریف چلے جاؤ مسجد

کے ساتھ رسول اللہ کا روضہ۔ میری ملت کے نوجوانو! روضے سے کہاں تک دور بھاگو گے۔ میں نے مدینہ شریف میں پڑھا ہے کہ جو کعبہ شریف ہے نہ، بیت اللہ شریف کی دیواروں میں حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کی قبریں ہیں اور میرے پاس وہ کتاب موجود ہے۔ مدینے والے یوں کہتے تھے کہ زمزم کے کنوئیں سے لے کر خانہ کعبہ شریف کے دروازے تک، یہ جتنا حصہ زمین کا ہے اس میں تین سو نوے انبیاء کی قبریں ہیں۔ اب جو قبروں سے ڈرتے ہیں انہیں چاہئے کہ کعبہ کوئی اور بنائیں کیوں کہ اس کعبہ میں تو قبریں ہیں نا؟ لیکن جب ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو ہمارا یہ تصور نہیں ہوتا کہ ہم قبروں کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سر جب اللہ کی بارگاہ میں جھکے۔ ہم قبروں کے آگے سجدہ کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ آج ہمیں غلط سمجھا گیا ہے۔ ہم امام ربانی کے ماننے والے ہیں، ہم شیر ربانی کے ماننے والے ہیں، ربانی مجدد الف ثانی کو سلام کرتا ہے۔ میرا امام ربانی کہتا ہے کہ یہ سر تو کٹ سکتا ہے مگر خدا کے سوا کسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ میرے نبی فرماتے ہیں، میں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو نماز پڑھائی، جبرئیل نے اذان کہی۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ اذان کون سی کہلائی کیوں کہ آج تو اذانیں ہی بدل گئی ہیں نا۔

بدلی نمازیں، اذانیں بدل گئیں
اسلام وہی ہے دوکانیں بدل گئیں

آج نئی نئی اذانیں بن گئی ہیں۔ مگر سچی بات پوچھو، سلسلہ جعفریہ کے امام محمد جعفر صادق کہتے ہیں، میں نے وہی اذان دی جو میرے ابا امام محمد باقر نے دی ہے۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں میں نے وہی اذان دی جو میرے ابا امام زین العابدین نے دی۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں میں نے وہی اذان دی جو اٹھارہ سال کے علی اکبر نے کربلا کے میدان میں دی ہے اور علی اکبر نے وہی اذان دی ہے جو امام حسین نے دلوائی ہے اور امام حسین نے وہی اذان دلائی جو امام حسن نے دلوائی، امام حسن نے وہی اذان دلوائی جو کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی نے دلوائی، جو جناب عمر فاروق نے دلوائی اور حضرت عمر نے وہی اذان دلوائی جو حضرت صدیق اکبر نے

دلوائی اور صدیق اکبر نے اپنے دور خلافت میں وہی اذان دلوائی جو میرے نبی نے بلال سے دلوائی اور نبی فرماتے ہیں، میں نے بلال سے وہی اذان دلوائی جو معراج کی رات اللہ نے جبرئیل سے دلوائی۔ ہم نی وہی اذان کہتے ہیں جو معراج کی رات جبرئیل امین نے کہی تھی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی امامت کی نماز کے بعد فارغ ہوئے۔ ایک سیڑھی لائی گئی۔ میرے نبی فرماتے ہیں کہ جب میں نے پہلا قدم رکھا تو پہلا آسمان، دوسرا قدم رکھا تو دوسرا آسمان، تیسرا قدم رکھا تو تیسرا آسمان، چوتھا قدم رکھا تو چوتھا آسمان، پانچواں قدم رکھا تو پانچواں آسمان، چھٹا قدم رکھا چھٹا آسمان، ساتواں قدم رکھا ساتواں آسمان۔ اور جب مقام سدرۃ المنتہیٰ کا آ گیا۔ میرے نبی فرماتے ہیں میں گذر گیا، جبرئیل رک گیا۔ میں نے کہا آجا جبرئیل آجا۔ کہا میری بس ہے۔ آگے کیا ہے؟ کہا آگے نور ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں تو کیا ہے؟ کہا میں بھی نور۔ نبی فرماتے ہیں جب تو بھی نور آگے بھی نور تو پھر آتا کیوں نہیں؟ عرض کی آقا آگے بھی نور، میں بھی نور۔ عرض کی آقا آگے وہ جائے جس کا ہو اتنا نور۔ توجہ ہے نا؟ میرے نبی فرماتے ہیں جبرئیل جب میرے جد الانبیاء میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں جا رہے تھے تو نے کیا کہا تھا؟ عرض کی آقا اللہ کے رسول آپ کے جد اکرم آگ میں جا رہے تھے میں نے ابراہیم سے کہا اگر کوئی بات کہنی ہو مجھ سے کہو۔ میں اللہ سے کہہ دوں۔ تو آپ کے جد اکرم جناب ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا جبرئیل تو کہاں جا سکتا ہے۔ میں نے عرض کی میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں نہ کوئی ولی جا سکتا ہے، نہ کوئی نبی جا سکتا ہے۔ کوئی نہیں جا سکتا۔ میرے مدینہ والے پیغمبر مسکرائے۔ فرمایا جبرئیل تو نے میرے دادا سے کہا تھا کہ میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ آج تو بھی سن لے، میں وہاں جا رہا ہوں جہاں تو بھی نہیں جا سکتا۔ معراج کی رات مسئلہ حل ہو گیا۔ کہ جہاں جبرئیل کی انتہا ہے وہاں سے ہمارے نبی کی ابتداء ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں میرا آگے گذر ہوا۔ میں نے سوچا اب آگے ایسی جگہ پہ آ گیا ہوں جہاں پہ جبرئیل امین بھی نہیں آ سکتے۔ پاؤں سے میں جوڑے کو اتار لوں۔ اللہ نے فرمایا ما اردت یا نبی نبی کیا ارادہ ہے؟ یا اللہ موسیٰ پیغمبر کوہ طور پر آئے تھے تو

فرمایا تھا پاؤں سے نعلین اتار کر آؤ۔ وہ زمین تھی یہ آسمان ہے، وہ فرش تھا یہ عرش ہے، وہ کوہ طور تھا، یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اللہ نے فرمایا پیارے ٹھیک کہتے ہو۔ وہ فرش تھا، یہ عرش ہے، وہ کوہ طور تھا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ مگر پیارے وہ تو موسیٰ تھا، تم تو محمد ہو، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے نبی قریب آؤ۔ میرے نبی فرماتے ہیں کہ میں جب قریب آیا تو میں نے حورانِ جنت کو دیکھا۔ ان کے ماتھوں پہ میرا نام محمد لکھا ہوا تھا۔

پیارے ہر جگہ تیرا نام معراج کی رات اللہ نے فرمایا۔ میرے نبی! جنت کے درختوں کے پتوں پر تیرا نام، کوثر کے جام پر تیرا نام، حوران جنت کی جبین پر تیرا نام، سدرہ کی بلندی پر تیرا نام، مسجد میں اذان میں تیرا نام، نمازی کی عبادت میں تیرا نام، مجاہد کی پکار میں تیرا نام، مقرر کی تقریر میں تیرا نام، مفسر کی تفسیر میں تیرا نام، مدبر کی تدبیر میں تیرا نام، خطیب کے خطبہ میں تیرا نام، مفتی کے فتوے میں تیرا نام، ادیب کے ادب میں تیرا نام۔ اے میرے پیارے! سمندروں میں تیرا نام، ہواؤں میں تیرا نام، خلاؤں میں تیرا نام اور آج سے وعدہ کرتا ہوں، جہاں ہوگا میرا نام وہیں ہوگا تیرا نام۔

میرے نبی فرماتے ہیں، جب میں نے حوران جنت کو دیکھا، جب میں نے غلمان بہشت کو دیکھا تو مجھے بلال کے چلنے کی آواز آئی۔ بھئی بلال تو مکے میں ہیں۔ نبی فرماتے ہیں بلال مکہ میں تھا مگر بلال کے چلنے کی آواز سدرہ کی بلندی پر آئی۔ اب ایمان سے بتاؤ کیا وہاں ٹیلیفون کا تار لگا ہوا تھا۔ اللہ کی طاقت سے نبی سن رہے تھے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو نبی بلال کی آواز سدرہ کی بلندی پر سن سکتا ہے وہ نبی مدینہ میں رہ کر اللہ کی طاقت سے ہمارا یا رسول اللہ کہنا بھی سن سکتا ہے۔

اللہ اکبر کبیراً! میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے حوران جنت کو دیکھا تو اللہ نے فرمایا، آج ہی تقسیم کرتا جا۔ اب دیکھو میرے نبی نے انگلی اٹھائی۔ فرمایا جو سامنے حور ہے یہ ابوبکر صدیق کیلئے، یہ میرے عمر فاروق کیلئے، یہ عثمان غنی کیلئے، یہ علی ابن طالب کیلئے، یہ طلحہ کیلئے، یہ جناب زبیر کیلئے، یہ حضرت حبیب کیلئے، یہ جناب خباب

کیلئے، یہ جناب ابودردہ کیلئے، یہ حضرت ابوہریرہ کیلئے اور جو جنت کی خوبصورت حور تھی نا، حورانِ جنت کی سردارہ تھی۔ جب نگاہ ختم نبوت کی پڑی، کہا یہ میرے کالے بلال کیلئے۔ میرے نبی پاک فرماتے ہیں، جب میں نے نبوت کا قدم آگے اٹھایا تو اس نے میرا دامن تھام لیا۔ کہا آقا میرا احسن دیکھو، میرا اجلال دیکھو، میرا اجمال دیکھو، میری بناوٹ دیکھو، میری سجاوٹ دیکھو، میری مسکراہٹ دیکھو، میں کتنی حسین ہوں۔ حورانِ جنت کی سردارہ ہوں۔ کسی کو صدیق اکبر، کسی عمر، کسی کو عثمان غنی، کسی کو مولیٰ علی، میں کتنی خوبصورت ہوں اور میرے لئے یہی کالا بلال۔ میرے نبی مسکرائے۔ فرمایا، حورانِ جنت کی سردارہ اپنے حسن پر ناز نہ کر۔ ابھی تو میں نے ویسے ہی کہہ دیا، ابھی تو بلال سے جاکے پوچھنا ہے آیا تو اسے قبول بھی ہے یا نہیں۔ کہنے لگی آقا آپ نے میرے ناز نہیں دیکھے۔ فرمایا، مانا تو ناز میں بڑھ کر ہے، بلال نیاز میں بڑھ کر ہے، مانا تو ادا میں بڑھ کر ہے، بلال حیا میں بڑھ کر ہے، مانا تو جسامت میں بڑھ کر ہے، بلال عبادت میں بڑھ کر ہے، مانا تو جان میں بڑھ کر ہے، بلال ایمان میں بڑھ کر ہے۔

میرے نبی فرماتے ہیں، آگے میرا گذر ہوا۔ اللہ نے فرمایا، پیارے قریب آ۔ پیارے اور قریب آ۔ تو میرے قریب، میں تیرے قریب، تو میرے نزدیک، میں تیرے نزدیک، تو مجھ سے جدا نہیں، میں تجھ سے جدا نہیں۔ فرق اتنا ہے تو خدا نہیں میں مصطفیٰ نہیں۔ اب دیکھو بھئی معراج کی رات کوئی تیسرا نہ تھا۔ یا خالق یا مخلوق یا محبّ یا محبوب۔ یا خدا یا مصطفیٰ، یا کبیر یا بشیر، یا خبیر یا سراج المنیر ،فرمایا آج کوئی تیسرا نہیں۔

معراج کی رات دیکھ پیارے، بلانے والا میں آنے والا تو، شان دینے والا میں لینے والا تو، نبوت کا تاج دینے والا میں پہننے والا تو، مزمل کی چادر دینے والا میں اور اس چادر میں گنہگاروں کو چھپانے والا تو، براق بھیجنے والا میں سواری پر بیٹھنے والا تو، جنت میری مالک تو، کوثر میرا ساقی تو، کلام میرا ادا تیری، کتاب میری زبان تیری، ربوبیت میری ختم نبوت تیری، عبادت میری سب نبیوں کے آگے امامت تیری، پیارے تکبیر میری، تدبیر تیری، تخلیق میری تقسیم تیری، قدرت میری رحمت تیری، بخشش میری شفاعت تیری، برکت میری حرکت تیری،

یہ خلقت میری امت تیری۔ فرمایا، پیارے میرے قریب آ۔ توجہ ہے نا حضرات؟ فرمایا میرے پیارے قریب آجائیے۔ آجا میرے پیارے میرے پاس آجا، آجا میرے پاس، بتا میرے لئے کیا لایا ہے۔ اللہ نبی سے مانگے تو کوئی شرک نہیں، ہم نبی سے مانگ لیں تو مشرک ہو جائیں۔ اللہ فرماتا ہے میرے لئے کیا لائے ہو؟ یا اللہ! تو خدا ہو کے مجھ سے مانگتا ہے۔ فرمایا، پیارے ہاں ہاں، کبھی محبّ بھی محبوب سے مانگ لیا کرتا ہے۔ کہا بتا میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو سنو! میرے نبی فرماتے ہیں، معراج کی رات یا اللہ! اگر سوال محبانہ ہے تو جواب بھی محبوبانہ ہے۔ ایسی چیز لے کر آیا ہوں جو تیرے خزانے میں نہیں ہے۔ فرمایا پیارے میرے پاس تو ہر چیز ہے، مومن بھی میں مھیمن بھی میں، عزیز بھی میں جبار بھی میں، متکبر بھی میں علیم مافی الصدور بھی میں، خبیر بما تعملون بھی میں، کہہ دو علی کل شئی قدیر بھی میں۔ میں تو بڑی شان والا ہوں۔ میرے پاس تو سب کچھ ہے، یا اللہ سن لے! **التحیات للّٰہِ و الصَّلوات و الطیبات** یا اللہ تیرے خزانے میں سجدہ نہیں ہے، تو کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا اور میں تیری بارگاہ میں یہی سر نیاز لایا ہوں۔ اللہ نے فرمایا او **السلام علیک ایھا النّبی** اے میرے آقا پھر تقسیم کر لیں۔ نماز میں سجدہ میرے لئے، درود تیرے لئے **التحیات** میرے لئے **السلام علیک ایھا النبی** تیرے لئے، **سُبحٰن ربی الاعلیٰ** میرے لئے **اللھم صل علی** تیرے لئے، نعرۂ تکبیر، میرے لئے نعرۂ رسالت کا تیرے لئے۔

میرے بھائیو! اللہ رب العزت نے فرمایا، اے میرے پیارے نبی یہ پچاس نمازیں ہیں لے جا۔ اب میری طرف توجہ کرنا عربی لوگ اس کو یوں بیان کرتے تھے۔ مدینے والے کہتے تھے یہ بیان کرنے کیلئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ جب پچاس نمازیں ملیں تو میرے نبی کریم وہ نمازیں لے کر چلے۔ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کیا ملا؟ کہا پچاس نمازیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں، مجھے قوموں کا تجربہ ہے، اللہ رب العزت کے پاس چلے جاؤ۔ اللہ سے کہو کچھ رعایت کرے۔ میرے نبی کریم واپس آئیے۔ یا اللہ! حدیث میں الفاظ آئے ہیں **یا احسن الجمیل** اے میرے خوبصورت سے خوبصورت۔ اللہ سے

رض کیا، یااللہ! بہت ہیں۔ فرمایا چالیس پڑھو۔ پھر آئے۔ موسیٰ پیغمبر نے کہا، کیا کہا چالیس ہو گئیں؟ کہا ابھی بھی زیادہ ہیں۔ امت کمزور ہے، لہٰذا پھر جاؤ، اچھا جاؤں۔ یااللہ بہت ہیں۔ کہا تیس پڑھ لو۔ پھر کہا کیا ہوا؟ کہا تیس ہو گئیں۔ کہا پیارے ذرا اور بھی جاؤ، تکلیف کرو۔ امت بہت کمزور ہے، بہت گنہگار ہے۔ مگر اس کی رحمت کی امیدوار ہے۔ پھر میرے نبی آئے۔ یااللہ بہت ہے۔ فرمایا بیس پڑھ لو۔ پھر آئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بھی بہت ہے۔ تکلیف کیجئے، اللہ سے کہو یااللہ بہت ہیں۔ فرمایا دس پڑھ لو۔ اب تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بھی بہت ہے۔ آپ ذرا تشریف لے جائیں۔ نبی پھر آئے، یااللہ بہت ہیں۔ فرمایا پانچ پڑھ لو۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پیارے پیغمبر آپ ذرا تشریف لے جائیں، اب بھی بہت ہیں۔ تو میرے نبی نے بڑے پیار اور ناز برداری لہجے میں فرمایا، اب مجھے خدا کے پاس جاتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے۔

میری ملت کے نوجوانو! میں آپ سے پوچھتا ہوں، کیا خدا کو خبر نہیں تھی کہ میری نبی کی امت پانچ نمازیں پڑھے گی۔ مگر یہ بار بار موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجنے کا کیا مطلب تھا؟ یہ وہی موسیٰ علیہ السلام کی تمنا اور آرزو پوری کرنی تھی کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر کہا ”رب ارنی“ مولا حجاب ہٹا، نقاب ہٹا، پردے ہٹا، ذرا تجلی ربانی دکھا۔ اللہ نے فرمایا ”لن ترانی“ میں دکھا سکتا ہوں تو نہیں دیکھ سکتا۔ کہا تجھے کون دیکھے گا، فرمایا...

نہ تیری آنکھ نہ چشم انبیا دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفیٰ دیکھے

اب موسیٰ علیہ السلام پوچھتے ہیں، وہ مصطفیٰ کون ہیں؟ فرمایا وہ میرا حبیب ہے۔ عرض کی کہ میں کون ہوں، فرمایا تو میرا کلیم ہے ما الفرق بین الکلیم والحبیب کہا اللہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا تو کلیم ہے کوہِ طور پر آتا ہے، مجھے آواز دیتا ہے مرضی آئے بولوں، مرضی آئے نہ بولوں اور میرا حبیب ہوگا اپنی پھوپھی کے گھر سویا ہوا ہوگا، ستر ہزار فرشتوں کو بھیجوں گا، آسمان پر نور کا بستر لگایا ہوا ہوگا، جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہوگا، ایک لاکھ

چوبیس ہزار انبیا قطار در قطار استقبال کیلئے کھڑے ہوں گے، مرضی آئے آئے، مرضی آئے نہ آئے۔ یااللہ! پھر اسی آخری پیغمبر کی زیارت تو کرا دے۔ فرمایا موسیٰ وہ تیری دعا تھی، آج میں پوری کر رہا ہوں۔ نمازوں کا بہانہ ہے، اصل میں تیرے دیدار کا نشانہ ہے۔ جا میرے پاس بھی آتے رہیں گے، تیرے پاس بھی آتے رہیں گے۔ دیدار کرتے رہنا۔

میری ملت کے جوانو! اللہ فرماتا ہے سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ بہت سے لوگ ہیں جو اعتراض کرتے ہیں۔ اے پارٹی والوں اور نورانی والوں! او نور کے نعرے لگانے والوں! اللہ قرآن میں فرما رہا ہے، میں نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اور تم نور کی باتیں کرتے ہو۔ ربانی پورے ملک میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہے، اللہ نے نور تو ہمارے جسم میں بھی رکھا ہے۔ ایک حافظ جی جا رہے تھے، سوٹا لے کر میں نے کہا حافظ صاحب کہاں جا رہے ہو؟ کہتے ہیں یار کیا پوچھتے ہو؟ میرا نور چلا گیا۔ میں نے کہا تو تو بشر ہے، تجھ میں نور کہاں سے آ گیا۔ کہنے لگا ویسے تو میں بشر ہوں مگر اللہ نے آنکھ کی تپلی میں اپنا نور رکھا ہے۔ اللہ تیرے وجود میں نور رکھ سکتا ہے مگر نبی کے لباس بشر میں نور نہیں رکھ سکتا، بندہ کب ہوتا ہے جب روح بھی جسم میں یہ کون صاحب آ رہے ہیں یہ چودھری صاحب آ رہے ہیں، ملک صاحب آ رہے ہیں، میاں صاحب آ رہے ہیں، مگر خدا نہ کرے وہی بندہ فوت ہو جائے۔ پھر لوگ یہ کہتے چودھری صاحب آ رہے ہیں، ملک صاحب آ رہے ہیں، حاجی صاحب آ رہے ہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں جنازہ آ رہا ہے۔ بندہ کب بنتا ہے جب روح بھی ہو جسم بھی ہو، اللہ نے بندے کا لفظ اس لئے فرمایا تا کہ کوئی بدبخت نہ سمجھے کہ نبی کی صرف روح گئی تھی۔ اللہ نے بندے کا لفظ کہہ کے ہم بریلویوں پر مہربانی فرمائی اور ہمارے مسلک کی وضاحت کی کہ جب میرا نبی معراج کر رہا تھا تو جسم بھی ساتھ، روح بھی ساتھ۔ آپ پڑھے لکھے لوگ بیٹھے ہیں، بہت کالج کے نوجوان اس محفل میں بیٹھے ہیں، آج ملتان میں ایک بڑی حیثیت کا چرچا ہو رہا ہے۔ مولوی کہتے پھرتے ہیں، دیکھو بھئی حضرت عائشہ سے روایت ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب نبی پاک کو معراج ہوئی تھی تو نبی پاک میرے بستر پر موجود تھے۔

یہ بریلوی کہتے ہیں کہ حضور آسمان پر گئے۔ بہت ہمارے دوست حیران ہیں کہ اب کیا کریں۔ میں ان دوستوں سے کہتا ہوں، حیران ہونے کی بات نہیں، کچھ پڑھا بھی کرو، مطالعہ میں وسعت پیدا کرو۔ ہمارے نبی کو معراج ہوئی ہے مکہ میں اور حضرت عائشہ کی شادی ہوئی ہے مدینے میں، تو سمجھ گئے۔ لوگ کہتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی میرے بستر پر تھے اور یہ بریلوی کہہ رہے ہیں کہ نہیں جی، حضور آسمانوں پر گئے۔ ان سے کہو ربانی کہتا ہے، عقل کے خواندو مطالعے میں وسعت پیدا کرو، اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ میرے نبی کی معراج ہوئی مکہ میں، حضرت عائشہ کی شادی ہوئی مدینے میں۔ جب حضرت عائشہ نبی کے گھر نہیں آئیں تو بستر کیسا؟ راوی کیسا؟ روایت کیسی؟ حدیث کیسی؟ محدث کیسا؟ میرے نبی کو بتیس معراج ہوئی ہیں۔ اکتیس معراج فرمایا حضرت عائشہ کے حجرے میں ہوئیں، ایک معراج سدرہ کی بلندی پر ہوئی۔ میرے نبی کو یہ جسمانی معراج مکے میں ہوئی، باقی معراج مدینے میں ہوئیں۔

یہ جو روایت ہے یہ روحانی معراجوں کی ہے۔ میرے بھائیو! اللہ فرماتا ہے ہم نے رات کے تھوڑے سے حصے میں سیر کرائی، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہ مسجد اقصیٰ کے ارد گرد ہم نے برکتیں ڈالی ہیں۔ ہم نے اپنے نبی کو معراج اس لئے کرائی لنوره من آیٰتنا تاکہ ہم اپنے نبی کو اپنی نشانیاں دکھادیں۔ غیب کے خزانے دکھائے انهٗ هو السميع البصير اللہ فرماتا ہے جب ہم نے اپنے نبی کو خزانے دکھا دیئے، ہمارا نبی سننے بھی لگا اور دیکھنے بھی لگا۔ وہ ضمیر خدا کی طرف بھی ہے، مصطفیٰ کی طرف بھی ہے۔ میں نے مختصر سے وقت میں آقائے دوعالم کی معراج سنائی ہے۔ ہم سب لوگ اللہ کے محبوب پاک سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم یہی ہمارا سرمایہ ہے۔ کوئی اپنی نیکی پر ناز نہ کرے، کوئی عبادت پر ناز نہ کرے، کوئی روزے پر ناز نہ کرے، کوئی زکوٰۃ پر ناز نہ کرے، کوئی اپنے حج پر ناز نہ کرے۔ ہم کو محمد عربی کی شفاعت پر ناز ہے۔ اللہ سے دعا کرو اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الاّ البلاغ

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسوله الكريم

فاعوذ باللّٰهِ من الشيطٰنِ الرَّجيم

بِسم اللّٰهِ الرَّحمٰن الرَّحِيم

ثانی اثنین اذھُمافی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن انّ اللّٰه معنا اللهم صل علیٰ محمّد و بارك و سلم صلوة و سلاماً علیك یا رسول اللّٰه صدق اللّٰه العظیم۔

اس مختصر تقریر میں بات کرنی ہے اول خلفاء کی، بات کرنی ہے تاج العلماء کی، بات کرنی ہے گلشن صداقت کے مہکتے ہوئے پھول کی، بات کرنی ہے جانشین رسول کی، بات کرنی ہے پوری ملت اسلامیہ کے شفیق کی، بات کرنی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ آج ہم یہ بات بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح اللہ کے دربار میں نبیوں میں ہمارے نبی کا مقام ہے، اس طرح ختم نبوت رسالت کے دربار میں تمام صحابہ میں ہمارے صدیق اکبر کا مقام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ختم نبوت کا اعلان کیا، اسلام کی تاریخ یہ بتاتی ہے، واقعات اس بات کے گواہ ہیں، تمام سیرت کی کتابوں کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کے بعد اپنی ختم نبوت کا اعلان کیا اور صفاء کی چوٹی پر کھڑے ہو کر فرمایا انی رسول اللّٰه الیکم جمیعا اے دنیا والو! میں تم سب کی طرف آخری نبی بن کر آیا ہوں، سب کا نبی بن کر آیا ہوں، کائنات عالم کا نبی بن کر آیا ہوں،

جمادات کا نبی بن کر آیا ہوں، حیوانات کا نبی بن کر آیا ہوں، آسمانوں کا نبی بن کر آیا ہوں۔
فرمایا، دنیا والو! سن لو، جہاں تک خدا کی ربوبیت ہے وہاں تک محمد کی ختم نبوت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان کیا تو مدینے والے یوں بیان کرتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مکہ میں موجود نہیں تھے۔ شام کے علاقے میں ایک مقدمے کی سماعت کیلئے گئے ہوئے تھے اور دنیا والے آج لوگ صدیق اکبر کے بارے میں غلط زبان استعمال کرتے ہیں، ان کے مطالعہ کی کمی ہے۔ ربانی پورے پاکستان میں کہتا پھرتا ہے، خدا کی قسم اگر صدیق اکبر کا نام اسلام کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو اسلام کی تاریخ مکمل ہی نہیں ہوسکتی۔ ذرا زور سے کہہ دو شان صدیق اکبر زندہ باد۔

اور دوست وہ نہیں ہوتا جو مشکل کے وقت میں بھاگ جائے، دوست وہ نہیں ہوتے جب اقتدار کی منزل آئے تو اتحاد چھوڑ دے، دوست وہ نہیں ہوتے جو خوشی کے وقت ساتھی بن جائیں، جب مشکل وقت آجائے تو ساتھ چھوڑ جائیں، دوست وہ ہوتا ہے جو غم میں بھی ساتھ، خوشی میں بھی ساتھ، رنج میں بھی ساتھ، مسرت میں بھی ساتھ، فرحت میں بھی ساتھ، انبساط میں بھی ساتھ، دکھ میں بھی ساتھ، سکھ میں بھی ساتھ، مکہ میں بھی ساتھ، مدینہ میں بھی ساتھ، بدر میں بھی ساتھ، احد میں بھی ساتھ، خندق میں بھی ساتھ، تبوک میں بھی ساتھ، قیام میں بھی ساتھ، رکوع میں بھی ساتھ، سجود میں بھی ساتھ، نمازوں میں بھی ساتھ، جنگوں میں بھی ساتھ، پہاڑوں میں بھی ساتھ، غاروں میں بھی ساتھ اور آج تک مزاروں میں بھی ساتھ۔

نعرہ ہائے تکبیر............

میرے ملت کے نوجوان! جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم جیسے عام انسان نہیں تھے۔ ہم نے تین سال تک مکہ مکرمہ میں یہی پڑھا ہے کہ جناب صدیق اکبر ایک عام فرد نہیں تھے بلکہ صدیق اکبر مکہ کی سب سے بڑی عدالت کے قاضی القضاۃ تھے۔ صدیق اکبر مکہ کی سب سے بڑی عدالت کے جج تھے۔ اس وقت تک کوئی مقدمہ قابل قبول نہیں ہوتا تھا جب تک کہ میرے ابوبکر کی مہر نہیں لگتی تھی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں ایک

مقدمہ سننے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ سارا دن مقدمہ سنتے رہے۔ رات کو قلم صداقت اٹھایا، فیصلہ لکھنا شروع کیا۔ فیصلہ لکھ کر سوئے خواب دیکھ رہے ہیں کہ آسمان سے ایک نور آرہا ہے اور میری جھولی میں سمٹ رہا ہے۔ بڑے حیران ہوئے۔ اسی وقت چوکیدار کو آواز دی، کہا جلدی کرو، مہمانوں کو بلاؤ۔ جب سب اکٹھے ہوگئے جناب صدیق اکبر نے کہا، میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خواب کی تعبیر بتانے والوں کو بلاؤ۔ تمام کو بلایا گیا۔ توریت کے حافظ آگئے، انجیل کے عالم آگئے، اس وقت کے بڑے بڑے علامہ فہامہ اکٹھے ہوئے، ادیب بھی آئے، مقرر بھی آئے، خطیب بھی آئے، محرک بھی آئے۔ جب سب اکٹھا ہوگئے صدیق اکبر فرماتے ہیں، اے خواب کی تعبیر بتانے والو! میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک نور نکلا ہے، وہ نور میری جھولی میں آکر اکٹھا ہوگیا۔ اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی؟ ذرا بتاؤ اس کا کیا معاملہ ہوگا؟ سب سنتے رہے۔ سب نے اپنی اپنی مرضی کی بات کی۔ ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ مجمع میں سے اٹھا، کہنے لگا آپ کون سے علاقے سے آئے ہیں؟ کہا میں عرب سے آیا ہوں۔ عرب میں کون سا علاقہ؟ مکۃ المکرمہ۔ پوچھنے والے نے پوچھا، کیا مکہ مکرمہ میں آپ کا کوئی ایسا دوست بھی ہے جس کا نام محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدیق اکبر نے فرمایا، وہ صرف میرا ہی دوست نہیں، وہ ہر غریب کا سہارا ہے، وہ یتیموں کا ماویٰ وملجا ہے۔ اس نے کہا، اس کے والد کا نام عبداللہ تو نہیں۔ فرمایا سچ کہتے ہو۔ اس نے کہا اس کے دادا کا نام عبدالمطلب تو نہیں؟ فرمایا سچ کہتے ہو۔ بتاؤ ان کا جو خاندان ہے وہ قبیلہ قریش سے تو تعلق نہیں رکھتا؟ فرمایا سچ کہتے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ وہ جو تمہارا دوست ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس کا خاندان کعبہ شریف کا متولی بھی ہے؟ فرمایا ٹھیک کہتے ہو۔ تو وہ مجمع کو چیرتا ہوا آیا۔ پوری طاقت سے آکر صدیق اکبر کے ماتھے کو بوسہ دیا۔ فرمایا، اے ابوبکر تجھے مبارک ہو۔ تیرا وہ دوست تیرا ہی دوست نہیں، وہ رب کا دلدار ہے، امت کا غمخوار ہے، مدینہ کا تاجدار ہے، رحمت غفار ہے، وہ سارے نبیوں کا سردار ہے۔ جب یہ بات سنی تو اس نے قریب آکر کہا کہ اے ابوبکر ایک وہ وقت آئے گا کہ قوم اس جرم میں آپ کو شہر سے نکال دے گی کہ وہ ختم

نبوت کا اعلان کرتا ہوگا اور اللہ کی توحید کا پرچم فضاؤں میں لہراتا ہوگا۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک وقت آئے گا، غار ثور کی تنہائی ہوگی، تیری گود میں اسی محمد کی مصطفائی ہوگی۔ جب یہ بات سنی تو فوراً اپنا دورہ منسوخ کر دیا۔ رخت سفر باندھا، مکہ شہر آئے۔ آدھی رات کے وقت گھر پہونچے اور گھر والوں سے کہا، کوئی نئی تازی بات بتاؤ۔ انہوں نے کہا، کوئی تازی بات نہیں۔ وہ تیرا جو دوست ہے وہ کہتا ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔ جب گھر والوں نے کہا ابوبکر وہ تیرا دوست یہ کہتا ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔ میرا صدیق مسکرایا۔ سامان وہیں رکھا، سیدھے میرے نبی کے دروازے پر آئے۔ عرب کے جھومر کے دروازے پر آئے، عجم کے زیور کے دروازے پر آئے، دنیا انسانیت کے محسن کے دروازے پر آئے، دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے میرے آقا تشریف لائے۔ نبی نے ابوبکر کو دیکھا۔ ابوبکر نے نبی کو دیکھا۔ میرے نبی فرماتے ہیں، آگئے ہو ابوبکر ذرا طرز تکلم سمجھو، آگئے ہو ابوبکر۔ عرض کی آ تو گیا ہوں، کیا آپ نے ختم نبوت کا اعلان کیا ہے؟ میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا، میرے یار اس راہب نے کوئی غلط تو نہیں کہا۔ بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے یار میرے، یہ واقعہ ملک شام میں پیش آیا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا، جس نے مجھ کو نبی بنایا۔ اس نے مجھ کو سارا واقعہ بھی بتایا۔

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ. میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو میں نے دعوت تبلیغ دی، سب نے کہا سوچ کر بتائیں گے، کچھ وقت چاہئے، دوستوں سے مشورہ کر لیں۔ لیکن میرا یہ ابوبکر ہے جس کو میں نے کہا اے ابوبکر میں اللہ کا نبی ہوں، اس راہب نے سچ کہا ہے، تو جناب صدیق اکبر نے فرمایا جب تک میرے بدن میں جان ہے، تیری محمد کی میم پر قربان ہے۔ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کے ہاتھ کو فضائے مدینہ میں بلند کیا۔ فرمایا یہ ابا بکر انت صاحبی فی الدنیا و فی الآخرہ. اے ابوبکر تو میرا دنیا کا بھی دوست ہے اور آخرت کا بھی دوست۔ اور آؤ اسلام کی تاریخ سے پوچھو۔ جب رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنے لگے تو حضرت علی المرتضیٰ کو بستر پر لٹایا اور میرا پورے ملک میں اعلان ہے کہ میں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ کوئی آدمی اگر تعریف کرے تو مولیٰ علی کی، کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹے تو اس کی زندگی ختم ہو سکتی ہے، مگر تعریف کا یہ باب ختم نہیں ہو سکتا ہے کہ جس کو نبی کا بستر ملا ہو وہ کتنا شان والا ہوگا۔ ربانی کہتا ہے، جس کو بستر ملا وہ اتنی بڑی شان والا اور جس صدیق کو بستر والا ملا وہ کتنا شان والا ہوگا۔ اے اللہ! جو اس مجمع میں بول رہا ہے اس پر بھی گواہ ہو جا اور جو بیٹھے ہیں اس پر بھی گواہ ہو جا۔ اللہ کی قسم علی ہماری عظمت کا نشان ہے، علی حقیقت کا ترجمان ہے۔ ہم کہتے ہیں علی جیسا نہ بنا ہے نہ بنے گا۔

علی حضور کے قول کے مطابق علم کا دروازہ ہیں۔ ہم علی کو شان والا مانتے ہیں کہ نبی کا بستر ملا۔ بولو، نوجوانو! جس کو نبی کا بستر ملا وہ شان والا، جس کو خود بستر والا ملا وہ کتنے مقام والا۔ اور اے عائشہ، اے ام المومنین، اے قیامت تک کے مومنین کی ماں، تیری عظمت پر ربانی قربان جائے۔ جس کو صرف بستر ملا، وہ بھی شان والا، جس کو بستر والا ملا وہ بھی بڑے مقام والا۔ اے عائشہ تیرا کیا کہنا۔ تجھ کو بستر بھی ملا اور بستر والا بھی۔ ہاں آؤ اسلام کی تاریخ سے پوچھو۔ میرے نبی اکرم ہجرت کی رات چلے۔ آقا کہاں جا رہے ہو؟ کہا میں اپنے دوست کے پاس جا رہا ہوں۔ دوست وہی ہوتا ہے جو مشکل کے وقت میں کام آئے۔ میرے بھائیو! اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ میرے نبی گھر سے نکلے، کعبہ شریف میں آئے، کعبہ کی دیواروں کو ہاتھ سے پکڑا، غلاف کعبہ کو تھاما اور کہا اے کعبہ تو مجھے بڑا پیارا ہے مگر میں کیا کروں تیرے بسنے والے رہنے نہیں دیتے۔ ایک دن تیرے پاس تیرا فاتح بن کر آؤں گا۔ اب میں جا رہا ہوں اپنے یار کے پاس۔ کیوں بھئی دہلی گیٹ والو! ایمان سے بتانا سب رات کو سوئے ہیں۔ آدھی رات کا وقت ہے، دروازے پر دستک ہوئی ہے۔ آپ پوچھیں، کون؟ باہر سے آواز آئے، کمشنر۔ آپ کہیں گے آدھی رات کے وقت کمشنر کے ذہن پر ایک کیفیت طاری ہوگی۔ غور کرو، میرا پیارا صدیق سویا ہوا ہے، نبی نے آکر دستک دی۔ پوچھا کون؟ کہا تیرا نبی، تیرا پیغمبر۔ فوراً ہی دروازہ کھلا

کہا کیسے؟ کہا چلو ہجرت کریں، چھوڑ چلیں۔ آقا جب سے آپ نے کہا تھا کہ ہجرت کرنی ہے، میں تیاری میں ہوں۔ آیئے، جا رہے ہیں۔ نظام مصطفیٰ سمجھانے کیلئے جا رہے ہیں۔ یثرب کو مدینہ بنانے کیلئے جا رہے ہیں۔ جب حضور اکرم جبل رحمت کے پاس پہنچتے ہیں، غار کے پاس پہونچتے ہیں تو صدیق اکبر عرض کرتے ہیں کہ آقا میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ آپ اس پہاڑ پر پیدل چلیں۔ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ آپ میرے کاندھوں پر بیٹھیں۔ میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ سنو تاریخ اسلام پڑھنے والو! میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا کہ اے ابوبکر تو نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ابوبکر کیا چاہتے ہو۔ آقا میں بیٹھ گیا ہوں، میرے کاندھوں پر آیئے۔ اب میرے نبی نے نبوت والا قدم اٹھایا اور صدیق کے کاندھے پر رکھا۔ بایاں قدم اٹھایا، بائیں کاندھے پر رکھا۔ صدیق اکبر اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں، نبی سوار ہو رہے ہیں۔ اب میرے صدیق اکبر نے خواہش کی کہ اب میں اٹھوں۔ ارادہ کیا کہ کھڑا ہوں۔ اب ختم نبوت صداقت کے کاندھوں پر سوار ہے۔ صدیق اکبر اٹھ رہے ہیں۔ میرے نبی نے دیکھا کہ صدیق اٹھ رہا ہے۔ اپنے دونوں نبوت والے ہاتھ صدیق کے سر پر رکھے، کوئی یہ نہ کہے کہ صدیق خالی ہاتھ ہے۔ بلکہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے سر پر ختم نبوت کے ہاتھوں کا سایہ ہے اور میرے صدیق اکبر نے دیکھا کہ وقت بڑا پیارا ملا ہے، بڑا سہانہ ملا ہے، سر پر نبوت کے ہاتھ ہیں اور ادھر رسالت والے قدم ہیں۔ صدیق اکبر کبھی دایاں قدم چومتے ہیں اور کبھی بایاں قدم چومتے ہیں۔ میرے نبی نے یہ نہیں فرمایا، اے ابوبکر تم کیوں چوم رہے ہو؟ بلکہ فرمایا، اے ابوبکر کیا کر رہے ہو۔ عرض کی آقا معراج کر رہا ہوں۔ سنو! حضور نے کہا ابوبکر معراج کیسی؟ ابوبکر نے کہا آپ کی معراج ہے لوح و قلم تک۔ میری معراج ہے آپ کے قدم تک۔ اب توجہ سے سنو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن والے کو اٹھا کے جا رہے ہیں۔ کس کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں؟ قرآن والے کو۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے علماء کھل کر بیان نہیں کرتے، میں نے کہا کیا مطلب ہے۔ کہا بتاؤ صدیق اکبر کا مرتبہ زیادہ ہے یا مولیٰ علی کا مرتبہ زیادہ ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا۔ آپ سبھی حضرات بیٹھے ہوئے

ہیں۔ ہمارے مفتی ہدایت اللہ صاحب ہمارے ملتان کی علمی شخصیت ہیں، منیر ہاشمی کہیں یار ربانی صاحب مفتی صاحب بھی آئے ہوئے ہیں، جلسہ بھی ہو رہا ہے، مہربانی کیجئے، میرے گھر چلئے، مجمع کو بھی ساتھ لے چلو، ہاتھ میں قرآن بھی لے چلو اور وہاں جا کر ذرا دعائے خیر کردو۔ ہم بچے کو اٹھائیں اور کہیں ہاتھ میں قرآن مجید ہے، قرآن مجید اٹھاؤ۔ ذرا ایمان سے بتاؤ جتنے اس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہو، جتنے بھی باہر بیٹھے ہوئے ہو، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں بچہ ہاتھ میں قرآن اٹھا کر چلے تو آپ آگے چلیں گے یا پیچھے چلیں گے؟ پیچھے؟ مفتی صاحب پیچھے۔ ربانی پیچھے، اگر کوئی سید ہے تو پیچھے، اگر کوئی ولی ہے تو پیچھے، شاہ جی ہو تو پیچھے۔ میں نے کہا شاہ جی آپ تو سید ہیں، مفتی صاحب آپ تو استاذ العلماء ہو، بچہ کے پیچھے چل رہے ہو۔ کہنے لگے ربانی بچہ کو نہ دیکھ قرآن کو دیکھ۔ اور اگر یہ چھوٹا سا بچہ قرآن اٹھائے تو ولی پیچھے، سید پیچھے، قطب پیچھے، ابدال پیچھے، ربانی پیچھے، نمازی پیچھے، شاگرد پیچھے، متقی پیچھے، پرہیزگار پیچھے۔ اگر یہ بچہ قرآن اٹھائے تو سارے پیچھے اور جب صدیق قرآن والے کو اٹھا کر جاتا ہوگا تو علی کی کیا طاقت ہوگی کہ صدیق کے آگے چلتا۔

نعرۂ تکبیر............نعرۂ رسالت............

علی پیچھے چلا، عمر پیچھے، عثمان پیچھے، عبدالرحمٰن بن عوف پیچھے، عبدالرحمٰن بن مسعود پیچھے، تو بڑا پیارا ہے بلال مگر پیچھے، صدیق کو نہ دیکھ، قرآن والے کو دیکھ۔ صدیق قرآن والے کو اٹھا کر جا رہا ہے۔ سارے پیچھے۔ علی فرماتے ہیں کیا کہتے ہو، آپ تو اہل بیت کے چشم و چراغ ہو، آپ صدیق کے آگے کیوں نہیں ہوتے؟ کہا قرآن والے کو اٹھا کر جا رہا ہے، ہوش کرو، ہم علی کو پاک مانتے ہیں۔ علی سر سے لے کر پاؤں تک پاک ہے، علی کا بچپن پاک، علی کی جوانی پاک علی کی ولادت پاک، علی کا خیبر میں جانا پاک، علی کیلئے سورج کا پلٹنا اس کی عظمت کی دلیل، علی سر سے لے کر پاؤں تک پاک ہے اور علی نے جس کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ بھی پاک ہے۔ صدیق نماز میں جا رہے ہیں اور ہم بھی چار سال تک مدینہ میں یہی سنتے رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے بھی زیارت کی ہوگی جبل ثور کی۔ اللہ، اللہ کیا شان ہے۔ خاردار راستہ

ہے، بڑی کٹھن منزل ہے، عجیب راستہ ہے۔ مگر صدیق تیری عظمتوں پر ربانی قربان جائے۔
ایمان سے ہم تو روضوں کے ماننے والے ہیں، بابا فرید کا روضہ کہہ دو سبحان اللہ۔ داتا علی
ہجویری کا روضہ سبحان اللہ، شاہ رکن عالم کا روضہ، غلام فرید کا روضہ، پر بلھے شاہ قصور والے کا
روضہ، اللہ کی قسم سارے روضے اکٹھا ہو جائیں مگر صدیق کے روضہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اے
ابوبکر صدیق! تیرے روضہ کو سلام۔ اللہ اکبر کبیراً

ابوبکر صدیق نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے آپ تشریف لے جایئے۔ کہا میرے آقا ذرا آرام
فرمایئے۔ میں ذرا اندر غار میں جاتا ہوں۔ میرے صدیق اکبر غار میں جاتے ہیں اور اپنی قمیص
اتارتے ہیں اور اتارنے کے بعد غار کو صاف کرتے ہیں۔ پھر آواز دی، یا نبی اللہ، یا رسول
اللہ، یا حبیب اللہ، اللہ کے حبیب اندر تشریف لے آؤ۔ میرے حبیب جب اندر گئے، دیکھ کر
فرمایا اے ابوبکر تو نے میرے لئے غار کو صاف کیا ہے۔ میں تیرے لئے مزار صاف کروں گا۔
اے ابوبکر تو نے میرا انتظار کیا ہے غار میں، میں تیرا انتظار کروں گا مزار میں۔ اب آؤ ذرا اسلام
کی تاریخ سے پوچھو۔ اتنی دیر میں جس پر اعتراض ہوتا ہے۔ آج کچھ لوگ ملتان میں بے لگام
زبانیں استعمال کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا ابوبکر ڈر گیا، وہ کہتا تھا دشمن آ گیا۔ قرآن
کہتا ہے لاتحزن نبی کو تو کہنا پڑا ان اللّٰہ معنا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ملت کے نوجوانو! ربانی
نے بھی عربی پڑھی ہے، آؤ عربی لغت کا مطالعہ کرو۔ کچھ پڑھا بھی کرو۔ انسانیت کے دائرے
میں رہو۔ عربی لغت پڑھو۔ عربی میں ایک لفظ ہے خوف، دوسرا لفظ ہے حزن۔ خوف کا معنی ہے
اپنی جان کا ڈر، حزن کا معنی ہے دوسرے کے بارے میں فکر، توجہ ہے نا۔ نوجوانو! خوف ہے
اپنی جان کا ڈر اور حزن ہے کسی دوسرے کے بارے میں فکر مند ہونا۔ فکر کرنا کہ ان کا کیا ہوگا۔
آؤ قرآن کی تفسیر پڑھو۔ قرآن میں یہ نہیں آیا، اے ابوبکر لاتخف بلکہ فرمایا لاتحزن جب
ابوبکر نے فرمایا آقا دشمن آرہے ہیں۔ فرمایا لاتحزن. میرا غم مت کر، خوف نہیں ہے۔ ابوبکر کو
اپنی جان کا ڈر نہیں تھا۔ انہیں غم تھا کہ کہیں میرے آقا کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ابوبکر فکر کی بات
نہیں۔ ابوبکر انَّ اللّٰہ معنا. میرا غم مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بولو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آؤ اسلام کی تاریخ پڑھو کہ دشمن آتا ہے تو اللہ، نبی اور صدیق کی کیسی حفاظت فرماتا ہے۔
مکڑی نے جالا تنا اور کبوتری نے انڈے دیئے۔ تین دن، تین رات غار ثور میں رہے۔ چوتھے
دن میرے نبی اور صدیق غار سے باہر نکلے۔ دیکھا سامنے ایک یہودی ہے، ہاتھ میں تلوار
ہے، ارادہ کچھ اور ہے۔ نبی کی دشمنی میں نکلا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو وہ جانتا تھا مگر میرے
نبی کو نہیں جانتا۔ تلوار نکالی اور کہا من معك یا ابا بکر اے ابوبکر، تیرے ساتھ کون ہے؟
نوجوانو! اگر میرا صدیق، ہم سب کا صدیق صداقت کا دامن داغدار ہو جاتا۔ اگر یہ کہہ دیتے
کہ میرے ساتھ نبی نہیں کوئی اور ہے تو صداقت کا دامن تار تار ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ
نبی ہے تو اندیشہ تھا کہ کہیں نبی کو تکلیف نہ دے۔ کیا بات کہی میرے پیارے ابوبکر نے کہا۔ کیا
پوچھتا ہے یہودی کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا الرجل یھدینی الیٰ صراطِ مستقیم.
الرَّجل. رجل نہیں الرجل. مثلکم نہیں بے مثال، نکرہ نہیں معرفہ۔ الرجل میرے ساتھ
ایک عظیم انسان ہے۔ ایسا آدمی ہے جو مجھے سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ اس نے سمجھا کہ اس کو
راستہ نہیں آتا۔ کوئی راستہ دکھانے والا ہے۔ مگر ابوبکر بڑی پیار کی بات کر گئے۔ اپنی محبت کی
بات کر گئے۔ آہاں الرجل کہہ کر مثلکم کی نفی کر کے بے مثال بنا کر بتا دیا کہ بے مثل و بے
مثال ہے۔ اب سفر جاری ہے۔ مدینہ جا رہے ہیں۔ لوگ استقبال کیلئے آئے ہوئے ہیں۔
صداقت کو جلال آیا، کاندھے پر چادر تھی۔ چادر کو اتارا اور پنکھے کی شکل میں حضور کو ہوا دینے لگے
کہ میں تو غلام ہوں، آقا یہ آ رہا ہے۔

نعرۂ تکبیر.........................

میرے نبی نے مسکرا کر فرمایا، اے ابوبکر کیا کر رہے ہو۔ عرض کی آقا لوگ میری طرف
متوجہ ہو رہے تھے۔ میں نے آپ کی طرف توجہ دلائی۔ میرے نبی فرماتے ہیں، اے ابوبکر جو
تیری طرف متوجہ ہوگا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ اور آؤ، اسلام کی تاریخ سے پوچھو! میرے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ فرنایا، یہ مکان کس کا ہے؟ فرمایا یہ دو یتیم بچوں کا
مکان ہے۔ اس مکان کے بدلے ہم ان کو دوسرا مکان بنائے دیتے ہیں۔ اپنے مدینے کی مسجد

بناتے ہیں۔ مسجد کی تعمیر شروع ہو رہی ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوتی ہے۔ بنیاد کھودی گئی۔ میرے نبی نے نبوت والے ہاتھ سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، پھر آواز دی کہاں ہیں ابوبکر۔ عرض کی آقا حاضر ہوں۔ کہا اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ پھر نبی نے فرمایا این عمر ! عمر کہاں ہیں عمر۔ آقا حاضر ہوں۔ برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ پھر کہا عفان کا بیٹا قریب آ۔ حضرت عثمان تشریف لائے۔ فرمایا اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔ پھر نبی نے فرمایا، میرے علی قریب آؤ۔ اس کے برابر میں اپنا پتھر رکھو۔

ملت کے نوجوانو! جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تھی، سب سے پہلے ابوبکر صدیق سے پتھر رکھوایا، پھر اس کے برابر میں عمر سے رکھوایا اور پھر اس کے برابر میں عثمان غنی سے رکھوایا، پھر اس کے برابر میں مولا علی سے رکھوایا۔ یہ پانچ پتھر تھے جو مسجد نبوی کی بنیادوں میں رکھے گئے۔ بنیادوں میں یہ پتھر ترتیب کے ساتھ رکھے گئے۔ تو پھر نبی نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے۔ فرمایا، یا اللہ! جس ترتیب کو میں نے مسجد کی بنیادوں میں رکھا ہے تو اسی ترتیب کو قیامت تک جاری رکھ۔ یہ خلافت کا مسئلہ اسی دن حل ہو گیا تھا جس دن مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مسجد نبوی کی بنیادوں میں کتنے تنوں نے پتھر رکھے۔ بولو پانچ اہل بیت کے پانچ تن بھی مانتا ہوں۔ ذرا خلافت کے بھی پانچ تن مانو۔ لوگ کہتے ہیں پنج تن کو مانو۔ ہم کہتے ہیں کون سے پنج تن؟ بتاؤ۔ آؤ ایک آل محمد کے پنج تن ہیں، ایک خلافت کے پنج تن ہیں۔ ایک پنج تن کو مانتے ہو اور دوسرے پنجتن کو بھلا دیتے ہو۔ اللہ کی قسم ان کا تو آپس میں بڑا پیار تھا، ان میں محبت تھی، اخوت تھی، بڑا پیار تھا۔ اللہ اللہ! اسی مسجد میں میرے نبی بیٹھے ہوئے ہیں۔ لے آؤ اللہ کے راستے میں جو کچھ لانا چاہتے ہو۔ میرے پیارے عمر فرماتے ہیں، روز ہی صحابہ بڑھ جاتے ہیں۔ آج میں کسی کو نہیں بڑھنے دوں گا۔ چلے گئے، سارا سامان اکٹھا کیا، آدھا گھر چھوڑا، آدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ میرے نبی فرماتے ہیں، عمر آج تو بہت سارا سامان لے آیا۔ عرض کی آقا جو کچھ گھر میں موجود تھا اس کے میں نے دو حصے کر دیئے۔ آدھا گھر چھوڑا اور آدھا آپ کی خدمت میں لے آیا۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں جناب ابوبکر صدیق اپنے

گھر کا تمام سامان اکٹھا کر کے مع جھاڑو کے حضور کی بارگاہ میں لے آئے۔

ایک روایت میں میں نے پڑھا کہ قمیص بھی اتری ہوئی تھی۔ میرے نبی نے فرمایا ابوبکر کیا لے آئے ہو۔ جو کچھ گھر میں موجود تھا، جھاڑو دے کر لے آیا ہوں۔ گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کی، گھر میں اللہ اور اس کے رسول کے نام کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ اقبال کی جب نگاہ پڑی، جیسے آج اقبال کا دن زور شور سے منا رہے ہو، جس کا دن آج حکومت پوری طاقت سے منا رہی ہے، اسی اقبال کی روح آج بھی تڑپ رہی ہے کہ صدیق کا مقام جب نبی دو عالم نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ فرمایا

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

مناؤ علامہ اقبال کا دن، اخبارات والو! ٹیلی ویژن والو! مناؤ علامہ اقبال کا دن کہ اس نے تم کو ایک تصور دیا، ایک فہم دی۔ وہ اقبال جب لندن کے ائیر پورٹ سے واپس آیا، ہندوستان کے ہوائی اڈے پر اس کا ہاروں سے اس کا استقبال کیا۔ پوچھا اقبال، لندن کی فضاؤں میں گھوم کر آئے ہو، شراب کے جام چلتے ہوئے دیکھے، وہاں عیاشی کو پورے عروج پر دیکھا، وہاں رقص کو اپنے جوبن میں دیکھا۔ بتاؤ تو سہی کہ آپ کی صحت پر بھی کوئی اثر پڑا؟ اقبال نے رو کر کہا: ع

سرمہ ہے مری آنکھوں میں خاک مدینہ و نجف

آؤ! اگر علامہ اقبال کا دن مناتے ہو سرکاری سطح پر، تو یوم صدیق اکبر بھی سرکاری سطح پر مناؤ۔ میرے بھائیو اور دوستو! آؤ تم کو ذرا مدینہ کا جلوہ دکھاؤں۔ دعا کرو، اللہ سب کو مدینہ دکھائے۔ میں تین سال تک مدینہ میں پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے وہاں دیکھا ہے، جب بھی مدینہ والے ابوبکر صدیق کا نام لیتے تھے تو رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ کہنے لگے اے ربانی! مسجد قبا کے پلی طرف ایک چھوٹا سا قبرستان ہے۔ جس کو عام لوگ جنت البقیع کہتے ہیں۔ دوسرا قبرستان ہے جو بہت پرانا ہے۔ مسجد قبا کی پچھلی طرف ہے۔ یہاں حضور اکرم اپنے صدیق کے

ساتھ گزر رہے تھے۔ جب قبرستان عبور کر چکے تو حضور مسکرانے لگے۔ میرے نبی نے ابوبکر کا کاندھا پکڑ کر فرمایا۔ میرے ابوبکر تیری شان پر تو جنت کی حوریں بھی رشک کرتی ہیں۔ آقا وہ کیسے؟ فرمایا، ابوبکر جب ہم اس قبرستان سے گزرے تو تیز ہوا چلی اور جب تیز ہوا چلی تو اس ہوا سے تیری داڑھی کا ایک بال قبرستان میں چلا گیا۔ اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئی۔ رب نے فرمایا، اے فرشتو! اس قبرستان والوں سے عذاب ختم کر لو۔ ہم قبرستان والوں کے اعمال کو دیکھیں یا اپنے محبوب کے صدیق کی داڑھی کے بال کو دیکھیں۔ ایمان سے بتاؤ جس کی داڑھی کے بال کے صدقے اللہ تعالیٰ قبرستان والوں کو بخش دے اور ہم اس کے نام کیلئے اکٹھا ہوئے ہیں تو کیا اللہ قیامت کے دن ہماری نجات نہیں فرمائے گا۔ اللہ اکبر کبیراً۔ کیا مقام ہے کہ آج تک روضہ میں آرام کر رہا ہے۔ میرا صدیق اگلے دنوں آپ کے ملتان اسٹیشن پر لوگ پھولوں کے ہار ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے۔ بڑی مستی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے کہا او دہلی گیٹ والو! کیسے آئے ہوئے ہو؟ ربانی صاحب ہمارے حاجی صاحب آ رہے ہیں۔ میں نے کہا، میں نے بھی تین حج کئے ہیں۔ کہا کہ تو پرانا ہو گیا ہے۔ ہمارے نئے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا یارو! وہ بھی انسان، میں بھی انسان۔ ان کی ناک میری بھی ناک، ان کے کان میرے بھی کان، ان کے ہاتھ میرے بھی ہاتھ، ان کی آنکھیں میری بھی آنکھیں، ان کی چال میری چال، ان کے نقش ونگار میرے نقش ونگار، وہ بھی انسان میں بھی انسان۔ یار انہوں نے ایک حج کیا ہے، میں نے کئی حج کئے ہیں۔ کہا ربانی صاحب! اتنی لمبی تقریر کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ پرانے ہو گئے ہیں۔ آپ بھی حاجی وہ بھی حاجی۔ ہم اس لئے ہار اٹھائے ہوئے ہیں کہ تازہ تازہ ان کی آنکھیں روضہ انور سے ٹکرا کر آ رہی ہیں۔

ربانی پوچھتا ہے کہ جن کی نظریں روضہ سے ٹکرا کر آئیں، ان کو پھول چڑھاؤ اور جو رسول اللہ کے ساتھ روضہ انور میں ہیں ان کو گالیاں دیتے ہوئے شرم محسوس نہ کرو۔ اللہ کی بارگاہ سے ڈرو۔ نبی کے دربار سے شرم کھاؤ۔ ابوبکر صدیق جب خلافت کی کرسی پر بیٹھے، فرماتے ہیں او لوگو! سنو! جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ میرے نزدیک سب سے کمزور ہے

اور جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ کمزور ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ جب تک میں اس کا حق واپس نہ دلاؤں کہیں کذاب کو ختم کیا، کہیں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا قلع قمع کیا۔ لوگوں نے کہا ہم زکوٰۃ نہیں دیتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم اونٹ کی ایک نکیل بھی نہیں دو گے تو ابوبکر تمہارے ساتھ جہاد کرے گا۔ اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ جب جناب صدیق اکبر کا آخری وقت آیا تو آپ کو غسل دینے والے مولی علی تھے۔ جب جنازہ اٹھا تو داہنی طرف سے کاندھا دینے والے بھی مولی علی تھے۔ لوگوں نے پوچھا، علی تو شان والا ہے، تو اہل بیت کا چشم و چراغ ہے۔

فرمایا، لوگو! کیا وجہ ہے کہ علی کی اتنی عزت کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا علی اس وجہ سے عزت کرتے ہیں کہ تو نے نبی سے بیٹی لی ہے۔ میرے علی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا، میں نے نبی سے بیٹی لی ہے اور ابوبکر نے نبی کو بیٹی دی ہے۔ ایمان سے بتلاؤ، اخبارات میں اپنی سمجھ بدلو اور طرز تکلم بدلو، اپنی سوجھ بوجھ بدلو، سب کچھ بدلو۔ ہم تو ملک میں امن چاہتے ہیں، ہم اس ملک میں اتحاد چاہتے ہیں، ہم ملک کو سلامتی کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ کوئی کسی پر کیچڑ نہ اچھالے، کوئی کسی پر گالی گلوچ نہ نکالے، پیار کی بات کرو، محبت کی بات کرو اور یہی محبت ہی تو سب کچھ ہے۔ یہ محبت جب نفرت میں تبدیل ہوتی ہے تو حالات بڑے عجیب ہو جاتے ہیں۔ بھائیو! کیا میں صدیق اکبر کی محبت پر قربان نہ جاؤں۔ نبی تمام صحابہ کرام کو مال تقسیم فرما رہے ہیں۔ جب باری ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آئی، کہا ابوبکر تم بھی کچھ مانگو۔ عرض کیا، نہ مال و متاع مانگتا ہوں، نہ دنیا کی کوئی چیز مانگتا ہوں، عزت و عظمت نہیں مانگتا، شہرت نہیں، بلندی و اقبال نہیں مانگتا، اتنا مانگتا ہوں کہ **النظر الی وجہ رسول اللہِ** آپ مجھے دیکھیں میں آپ کو دیکھوں۔ آپ کا چہرہ ہو، میری نظر ہو۔ آپ کی دید ہوتی رہے، میری عید ہوتی رہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہِ رب العالمین.

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد

فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

واجب الاحترام، علمائے اہل سنت، بانیانِ جلسہ، عزیز ساتھیو! میرے عزیز نوجوانانِ ملت، میرے قابل قدر دوستو! بزرگو اور نوجوان ساتھیو! آج یہ مقدس اجتماع انجمن نوجوانان اہل سنت ہلکا برنگیٹ کی طرف سے منعقد کیا جارہا ہے۔ جب سے یہ ملک بنا ہے، ملک کے ہر بڑے شہر میں روزانہ جلسے ہوتے ہیں۔ جب سے ملک بنا ہے، جلسے ہو رہے ہیں۔ کچھ لوگ جلسہ کرتے ہیں اپنی سیاست کیلئے، کچھ لوگ جلسہ کرتے ہیں اپنی قیادت کیلئے، کچھ لوگ جلسہ کرتے ہیں عمل کی شرارت کیلئے، کچھ لوگ جلسہ کرتے ہیں اپنی حمایت کیلئے۔ آج ہم جلسہ کر رہے ہیں امام حسین کی شہادت کیلئے۔ ہم اہل بیت کے ماننے والے ہیں۔ ربانی پورے ملک میں تقریر کررہا ہے۔ کراچی سے لے کر پشاور کی پلی وادی تک ربانی دنیا کو دعوت فکر دیتا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے جس کو اہل بیت سے پیار نہیں ہمیں اس کے کلمہ پر اعتبار نہیں۔ میں علی کے در کا غلام ہوں، صحابہ کا ماننے والا ہوں۔ خود نہیں مانتا مدینے والے نے کہا مانو۔ میرے نبی منبر ختم

نبوت پر جلوہ گر ہیں، صحابہ کا مجمع ہے، زبانِ ختم نبوت سے فرمایا کہ اے میرے پیارو! ابوبکر صدیقین کا سردار ہے، عمر عادلین کا سردار ہے، عثمان شریفوں کا سردار ہے، علی تمام امت کے ولیوں کا سردار ہے۔ نبی دو عالم نے فرمایا، میری بیٹی فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ حسن حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ میرے نبی نے فرمایا میں پیغمبر تمام نبیوں کا سردار ہوں۔

میری ملت کے نوجوانو! یہ اہل بیت کا گھرانہ ہے۔ قرآن ان کا مدح ثنا ہے۔ آیت تطہیر ان کو عطا ہے۔ جبرئیل ان کے گھر کا گدا ہے۔ ہماری نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی کہ جب تک ہم نماز میں آل محمد پر درود نہ پڑھ لیں۔ ہماری دعا اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی کہ جب تک ہم محمد و آل محمد پر درود نہ پڑھیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل صرف ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان کی عظمت کے نشان ہیں۔

یہ وہ حسین جو کسی فرقہ کا نہیں، کسی مکتبہ فکر کا نہیں۔ میرا حسین، آپ کا حسین، ولیوں کا حسین، عابدین کا حسین، شہیدوں کا حسین، غازیوں کا حسین، نمازیوں کا حسین، محققین کا حسین، تابعین کا حسین۔ صدیق اکبر فرماتے ہیں میرا حسین، عمر فاروق فرماتے ہیں میرا حسین، عثمان فرماتے ہیں میرا حسین، علی فرماتے ہیں میری آنکھوں کا نور نظر حسین، فاطمہ فرماتی ہیں میرے دل کا ٹکڑا حسین، نبی فرماتے ہیں الحسین منی و انا من الحسین یہ محرم کے دس دن ہیں، جب یہ آواز فضا کو چیرتی ہوئی جا کے کربلا کے مینار سے لگے گی، عرش کے فرشتے بھی کہیں گے اے حسین ابھی تیرے ماننے والے زندہ ہیں۔ قسم رب ذوالجلال کی یہ وہ حسین ہے جس کی 'ح' میں اسلام کا حسن ہے، جن کی 'س' میں اسلام کی سلامتی ہے، جس کی 'ی' میں اسلام کی یاری ہے، جس کی 'نون' میں نظام مصطفیٰ کا جلوہ ہے۔ وہ حسین ابن علی جس نے کربلا کے میدان میں اپنے بچہ بچہ کو قربان کر کے دنیا کو یہ ثابت کر دیا کہ حسین علی اصغر کے گلے میں تیر لگوانا برداشت کرسکتا ہے، عباس کے بازو قلم کرا سکتا ہے، علی اکبر کی جوانی پر گھوڑے دوڑانا برداشت کرسکتا ہے، بے گناہ سکینہ کو یتیم ہوتے برداشت کرسکتا ہے، آل محمد کا ایک ایک فر:

باطل طاقت کے سامنے ٹکرا کر شہادت کا جام تو پی سکتا ہے، مگر شرابی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے سکتا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً**۔ اے لوگو! ہم نے اپنے رسول کے گھر والوں کو ہم نے نبی کے گھر والوں کو پاک کر دیا ہے۔ علی پاک ہے، حسن پاک ہے، حسین پاک ہے۔ میری ملت کے نوجوانو! علی ایسا پاک ہے کہ پیدا ہی کعبہ میں ہوئے۔ قرآن کا فیصلہ ہے، مفتی کا فتویٰ ہے، محققین کا قول ہے، تابعین کا فرمان ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ماں پلید ہوتی ہے۔ کوئی بھی عورت بچہ جنے قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتی، وہ کعبہ کی دیوار کو ہاتھ نہیں لگا سکتی، وہ نماز نہیں پڑھ سکتی، قرآن مجید کی تلاوت نہیں کر سکتی۔ ربانی کہتا ہے کہ عورت بچہ جنے تو وہ پلید ہوتی ہے۔ مگر اے رب بے نیاز ربانی پوچھتا ہے علی تو پیدا ہی کعبہ میں ہو رہا ہے۔ رب اکبر نے فرمایا علی بھی پاک، علی کی ماں بھی پاک، علی جہاں پیدا ہوا وہ میرا گھر کعبہ بھی پاک۔ علی اول سے لے کر آخر تک پاک، علی سر سے لے کر پاؤں تک پاک۔ علی ایسا پاک کہ اس کی پاکی میں کسی کو شک نہیں۔ اس کی پاکی کے اندر جو کوئی شک کرتا ہے اس کا اپنا شک تو ہو سکتا ہے۔ علی وہ ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک پاک ہے۔ اتنا کہتے ہیں کہ اگر علی پاک ہے، ماننا پڑے گا تو جن جن کے پیچھے علی نے نماز پڑھی ہے وہ بھی پاک۔ یہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نور علی نور کی تفسیر ہے، ہمارے نبی کے میر ہیں علمائے ملت اسلامیہ کی تقدیر ہیں، علی نور علی نور کی تفسیر ہیں، علی نور علی نور کی تنویر ہیں، علی معمار نبوت کی تعمیر ہیں، علی اسرار امامت کی تعمیر ہیں، علی انوار ولایت کی تقدیر ہیں، علی قرآن مجید کی تفسیر ہیں، علی کاتب قدرت کی تحریر ہیں، علی جبروت الٰہی کی شمشیر ہیں، علی تو نظام مصطفیٰ کی ہو بہو تصویر ہیں۔ جب میرے نبی نے نبوت کا اعلان کیا، مانو، میں اللہ کا رسول ہوں۔ دنیا انسانیت کیلئے آخری رسول بن کر آیا ہوں، ابوجہل نے کہا میں نہیں مانتا۔ ابولہب نے کہا میں نہیں مانتا۔ ابوسفیان نے کہا میں نہیں مانتا۔ میرے نبی نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ارشاد فرمایا، اے اللہ! یہاں تو کوئی مانتا ہی نہیں۔ جبرئیل امین کو بھیجا گیا۔ فرمایا اے میرے محبوب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عتبہ نہیں مانتا نہ مانے، ابوسفیان نہیں مانتا نہ

مانے، دنیا کا کوئی انسان نہیں مانتا نہ مانے۔ تو مجھے مان، میں تجھے مانوں، اگر کوئی نہیں مانتا نہ مانے۔ پیارے تو مجھے مان میں تجھے مانوں، تو مجھے خدا کہے میں تجھے رسول کہوں۔ تو مجھے رب کہے میں تجھے مصطفیٰ کہوں، تو مجھے خبیر کہے میں تجھے بصیر کہوں، تو مجھے لا الٰہ الا اللہ کہہ دے میں تجھے محمد رسول اللہ کہوں۔ نبی کا ہاتھ اپنا ہاتھ نہیں، نبی کا ہاتھ ید اللہ ہے، نبی کا چہرہ وجہ اللہ ہے، نبی کی زبان لسان اللہ ہے، نبی کا حکم امر اللہ ہے، نبی کی شفقت رحمت اللہ ہے، نبی کا مسکرانا نور اللہ ہے، نبی کا دستور نظام اللہ ہے، نبی کا سبق لا الٰہ الا اللہ ہے، نبی کا سارا وجود محمد رسول اللہ ہے۔ جب میرے نبی مدینہ منورہ میں آئے تو میرے نبی نے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں۔ مانو مجھے تسلیم کرو۔ اسقف پادری نے اعلان کیا کہ ہم نہیں مانتے اس کو نبی۔ میرے نبی نے فرمایا اس سے معلوم کرو کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ میرے نبی جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں۔ اسقف پادری نے کہلوا کر بھیجا، اگر آپ برحق رسول ہیں، آپ بھی اپنے بچے لے آئیں۔ میدان میں پہنچتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، یا اللہ جو حق پر ہے اسے بچالے، جو کفر پر ہے اس کو غرق کر دے۔ میرے نبی جمعہ میں خطاب کر رہے ہیں۔ ربانی صدقے جائیے اس تقریر پر جس میں سننے والا علی تھا۔ میرے نبی خطاب فرماتے ہیں، لوگوں نے آ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے پادری اسقف نے کہا ہے کہ آپ بھی اپنے بچے لے کر آئیں اور ہم بھی اپنے بچے لے کر آتے ہیں۔ ایک میدان میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، اے اللہ جو حق پر ہے اسے بچالے اور جو کفر پر ہے اسے غرق کر دے۔ میرے نبی نے مسکراتے ہوئے فرمایا، مجھے منظور ہے۔ **وانفسنا وانفسکم**۔ اپنی جانیں تم بھی لاؤ، ہم بھی لاتے ہیں، اپنی اولاد تم بھی لاؤ ہم بھی لاتے ہیں۔ حدیثوں میں یوں آیا ہے، مدینے والے یوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر ختم نبوت سے اترے اور سیدھے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کے گھر گئے۔ یہ کون فاطمہ ہے۔ سلطنت اسلام کی مقدس شہزادی ہے۔ چادر تطہیر کی مالکہ ہے۔ نبی فرماتے ہیں **فاطمۃ قطعۃ منی** فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ یہ نہیں فرمایا میرے دل کا ٹکڑا ہے، یہ نہیں فرمایا میرے جگر کا ٹکڑا ہے، فرمایا **قطعۃ منی** فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

مقصد یہ تھا دنیا والوں میں طاہر ہوں۔ یہ طہارت کا ٹکڑا ہے، میں عالم ہوں یہ علم کا ٹکڑا ہے، میں شافع ہوں یہ شفاعت کا ٹکڑا ہے، میں طاہر ہوں یہ طہارت کا ٹکڑا ہے، میں قرآن ہوں یہ میری تفسیر ہے، میں نور ہوں یہ میری تنویر ہے، فاطمۃ الزہرا سلطنت اسلام کی مقدس شہزادی ہے۔ میرے نبی منبر ختم نبوت سے اترے اور سیدھے اپنی بیٹی کے گھر گئے۔ میرے نبی نے اپنی مزمل والی چادر اٹھائی اور فرمایا **این الحسن** کہاں ہے حسن؟ حضور حاضر ہوں۔ فرمایا آؤ میری اس چادر کے نیچے آؤ۔ **این حسین**؟ کہاں ہیں میرے حسین؟ عرض کی نانا جان حاضر ہوں۔ فرمایا میری نبوت والی چادر کے نیچے آؤ۔ پھر فرمایا **این علی ابن ابی طالب** کہاں ہیں علی، حاضر ہوں؟ فرمایا، جلدی آیئے میری مزمل والی چادر کے نیچے آیئے۔ پھر رسول خدا نے اپنا ختم نبوت والا سر بھی اس چادر کے نیچے دیا۔ چادر ایک تھی، مزمل والا لباس ایک تھا۔ چادر تھی ختم نبوت کی، آدمی تھے پانچ، انسان تھے پانچ، تن تھے پانچ، مزمل والی چادر کے نیچے تن پانچ تھے۔ یعنی پنجتن تھے۔ اسی دن سے پنج تن بنے۔ یہ تن پانچ مزمل کا لباس تھا۔ نیچے امام حسن، امام حسین، مولیٰ علی، فاطمۃ الزہرا، مزمل کی چادر، مزمل کا لباس، نبی کی ختم نبوت کی وہ چادر ان پر تھی۔ میرے نبی نے آسمانوں کی طرف دیکھا۔ فرمایا **یارب العالمین ہؤلا اھل بیتی** یہ میرے اہل بیت ہیں۔ جو ان سے دور ہو جائے تو ان سے دور ہو جا۔ یا اللہ یہ مجھے پیارے۔ جو ان سے پیار کرے تو ان سے پیار کر۔ میرے نبی اکرم تشریف لائے۔ جناب امام حسن سے فرمایا، حسن آؤ میری دائیں انگلی تھام لو اور اے امام حسین تم بائیں انگلی تھام لو۔ اے فاطمہ تم علی کا دامن تھامو، اے علی تم میرا دامن تھامو۔ یہ پانچ تن جا رہے ہیں توحید خداوندی کی دلیل بن کر۔ پانچ تن یہ کس لئے جا رہے ہیں؟ نظام قرآن سمجھانے جا رہے ہیں، توحید کا پیغام بتانے جا رہے ہیں، جہنم سے ہٹانے جا رہے ہیں، جنت کا دروازہ دکھانے جا رہے ہیں، غیروں سے ہٹا کر دنیا والوں کی گردنیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جھکانے جا رہے ہیں۔ جب رسول دو عالم اپنے نواسوں کے ساتھ مولیٰ علی کے ساتھ اور جنت کے بتول کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھے تو اسقف پادری نے دیکھا تو اپنے معتقدین سے کہنے لگا، اپنے شاگردوں سے کہنے

لگا، وہ جو بچہ آ رہا ہے سامنے بائیں جانب اس کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا اس کا نام حسین ہے۔ ذرا کہہ دو، واہ حسین! اسقف کہنے لگا، ایک طرف توریت کا ورق دیکھ رہا ہوں، دوسری طرف اس بچہ کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس نبی نے دعا کر دی اور اس بچہ نے آمین کہہ دی تو ہمارا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اب ان کے ماتھے کو دیکھ کر ان کے نانا کی ختم نبوت کا کلمہ پڑھنے لگے۔ وہ حسین جن کی جبینوں کو دیکھ کر پادریوں نے کلمہ پڑھا، وہ حسین جس کے چہرے کو دیکھ کر کافروں نے ایمان قبول کیا، وہ حسین جو ختم نبوت کے کندھوں کا شاہ سوار بنا، وہ حسین جس نے رسول اللہ کی زلفوں کو لگام بنایا، وہ حسین جو نبی کے سینے پر کھیلا کرتا تھا، آج کربلا کے میدان میں کیوں آیا؟ اقتدار کیلئے! لوگ کہتے ہیں۔ بہت سے نام نہاد علماء کہتے ہیں حسین اور یزید کی لڑائی اقتدار کی لڑائی تھی۔ ربانی کہتا ہے اگر میرا حسین لڑنے کیلئے جاتا تو علی اصغر کو نہ لے جاتا، اگر میرے حسین لڑنے کیلئے جاتے تو اپنی بہن زینب کو لڑائی میں نہ لے جاتے اور اپنی بیوی شہر بانو کو لڑائی میں نہ لے جاتے۔ ہمارا حسین لڑنے کیلئے نہیں گیا بلکہ اسلام کی تاریخ کہتی ہے، کربلا کے ذرے کہتے ہیں، مقامِ کربلا گواہی دیتا ہے کہ جب حضرت حر نے کہا تھا اے حسین راستہ بدل دو، حسین نے فرمایا میں راستہ بدلنے نہیں آیا بلکہ میں تو راستہ دکھانے آیا ہوں۔ حضرت حر نے کہا حسین کنارہ کشی کرو، فرمایا میں کنارہ کشی کرنے نہیں آیا میں تو کشتی کو پار لگانے آیا ہوں۔ حسین پیٹھ دکھاؤ، فرمایا میں پیٹھ دکھانے نہیں آیا میں تو سینے پر تیر کھانے آیا ہوں۔ اے حسین جان بچاؤ، فرمایا میں جان بچانے نہیں آیا نانا کے دین پر جان کٹانے آیا ہوں۔ حسین ابن علی کربلا کے میدان میں اس لئے آئے تا کہ آمریت کو ختم کیا جائے، ملوکیت کے تاج کو پاؤں سے روند دیا جائے اور دنیا میں ثابت ہو جائے کہ اگر اس سرزمین پر کسی کا جھنڈا بلند ہو گا تو وہ مدینے والے پیغمبر کا جھنڈا ہو گا، وہ رسولِ دو عالم کی شریعت کا جھنڈا ہو گا۔ میری ملت کے نوجوانو! حسین عظمت کا نشان ہیں، کہہ دو حسین عظمت کے نشان ہیں تا کہ عرش کے فرشتے گواہ ہو جائیں کہ حسین عظمت کا نشان ہیں۔ یا اللہ گواہ ہو جا! حسین عظمت کا نشان ہیں۔ صرف عظمت کا نشان نہیں بلکہ محبت کی پہچان ہیں، حسین حقیقت کے ترجمان ہیں، حسین

مصطفیٰ کی اصلی جان ہیں، حسین ادیب الرسالت ہے، حسین عبید امامت ہے، حسین دلیل شرافت ہے، حسین وکیل طریقت ہے، حسین کے چہرے پر عبداللہ کا جلال ہے، حسین کی رگوں میں حیدر کا کمال ہے۔ میرا حسین ذاتی لڑائی کیلئے نہیں گیا بلکہ عالم اسلام کو ملوکیت سے بچانے کیلئے گیا۔ آج دنیا والو! اگر میرا حسین قربانی نہ دیتا تو مسجد کا مینار نظر نہ آتا، میرا حسین اگر چھ ماہ کے اصغر کو قربان نہ کرتا تو کوئی مولوی منبر پر بیٹھنے کے قابل نہ ہوتا۔ یہ صدقہ ہے کربلا کے مسافر کا، یہ صدقہ ہے کربلا کے شہید کا۔ آج مولوی منبر پر بیٹھتا ہے، مسجد میں اذان ہورہی ہے، رب کعبہ کی قسم حسین عالم اسلام کی تقدیر ہیں۔ حسین نے دنیا کو بتادیا کہ اے دنیا والو! اگر بچے بھی قربان کرنا پڑیں تو حسین نانا کی شریعت کیلئے بچے بھی قربان کردے۔ کربلا کی دھرتی سے پوچھو۔

علی اصغر کے گلے پر تیر لگا، حسین خاموش۔ عباس کا بازو قلم ہوا، حسین خاموش۔ عون ومحمد کے لاشے تڑپ رہے ہیں، حسین خاموش۔ حضرت قاسم کی جوانی پر گھوڑے دوڑ رہے ہیں، حسین خاموش۔ سیدہ زینب نے عرض کی بھائی بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا بہن ہماری طرف سے قرآن بول رہا ہے۔ ان اللّٰہ مع الصابرین. بے شک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ وہ جابر ہیں، جبر کر رہے۔ ہم صابر ہیں، صبر کر رہے ہیں۔ میرے بھائیو! جب محرم کی دسویں رات تھی، میرے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر خیمہ میں کہا، اے میرے گھر والو! آج رات کے دو حصے کرو۔ آدھی رات میں قرآن پڑھواور آدھی رات میں نوافل پڑھو۔ اہل بیت کے تمام جوان قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اہل بیت کی پاکیزہ عورتیں قرآن پڑھ رہی ہیں۔ وہ مجسم طہارت قرآن پڑھ رہے ہیں، سکینہ آئی اور کہنے لگی ابا جان شہر بانو بھی قرآن پڑھ رہی ہیں، پھوپھی زینب بھی قرآن پڑھ رہی ہیں، علی اکبر بھی قرآن پڑھ رہے ہیں، بھائی زین العابدین بھی قرآن پڑھ رہے ہیں، ابا جان اہل بیت کا ایک ایک فرد قرآن پڑھ رہا ہے، مجھے بھی قرآن شریف شروع کرائیے۔ میرے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، بیٹی پانی تو کم ہو چکا ہے اب آؤ تمہیں تیمّم کراؤں کربلا کی مٹی سے۔ میرے حسین نے اپنی بیٹی کو تیمّم کرایا۔ میری ملت کے نوجوانو! میرا حسین اگر یہ چاہتا تو کربلا کی ایک ایک دھرتی سے پانی کے دس دس چشمے نکلتے۔ کسی کے ذہن

میں یہ خیال ہو کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے ان ظالموں سے پانی مانگا ہے۔

ربانی کہتا ہے اس کو پانی مانگنے کی کیا ضرورت تھی، جس کے قدموں میں کوثر کے خزانے ہوں۔ میرے بھائیو! علی تو ہمارا دین اور ایمان ہے، علی تو سنیوں کی پہچان ہے، علی تو نبی کا میر ہے، علی تو صحابہ کا مشیر ہے، علی تو مومنوں کا امیر ہے، علی تو سنیوں کا پیر ہے۔ آج غلط کہا جاتا ہے کہ یہ سنی علی علی کرنے والے نہیں۔ ربانی پورے پاکستان میں کہتا پھر رہا ہے، علی کے دروازے پر آؤ، علی کی بات سنو، علی کے پیغام کو سنو، علی کے پیام کو سنو، علی کا ذکر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا، صحابہ سے علی کا پیار ہے، علی سے صحابہ کا پیار ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں ہو کہ ہم علی کا نام مٹادیں گے تو ربانی کہتا ہے، جب تک یہاں پر اہلسنت کا ایک جوان بھی زندہ ہے، پاکستان کی گلی گلی ہوگی، حسین کے ابا کی علی علی ہوگی۔ کربلا کی دھرتی تھی، کربلا کی زمین تھی، رات کی تنہائی تھی، میرے سنی نوجوانو! وہ منظر سامنے رکھو جب باپ بیٹی کو تیمّم کرا رہا ہے۔ جب باپ نمازی ہوتا ہے تو بیٹی بھی قرآن کی قاریہ ہوتی ہے، جب ماں عالمہ ہوتی ہے تو بیٹی فاضلہ ہوتی ہے، جب باپ نمازی ہوتا ہے تو بیٹا بہاء الحق زکریا ملتانی ہوتا ہے، جب باپ نمازی ہوتا ہے تو بیٹا شاہ رکن عالم نوری حضوری ہوتا ہے، جب باپ نمازی ہوتا ہے تو بیٹا دنیائے انسانیت کا قائد ہوتا ہے، جب باپ ساری رات سجدے کرتا ہے تو بیٹا بھی کربلا کے میدان میں نیزے کی انی پر قرآن پڑھتا ہے۔ آج کربلا کی دھرتی پر قرآن پڑھا جارہا ہے، کربلا کی دھرتی پر حسین ابن علی اپنی بیٹی کو قرآن پڑھا رہا ہے۔ میری بیٹی پڑھو قرآن اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرجیم. سکینہ نے بڑے ادب سے پڑھا اعوذ باللّٰہِ من الشیطٰن الرجیم. میرے پیارے حسین فرماتے ہیں، میری بیٹی نے بڑے اچھے انداز سے پڑھا۔ آگے پڑھو بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم. ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھی تھی، میرے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بے گناہ سکینہ پوچھتی ہے، اے ابا جان یہ نمی کیسی؟ چہرے پر الم کیسا؟ فرمایا میری بیٹی نے قرآن شروع کرلیا ہے، پتہ نہیں ختم کراؤں گا یا نہیں۔ ابا جان یہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ جب میں مدینہ منورہ سے چلی تھی مجھ سے بہن صغریٰ نے کہا تھا جب

نماز کا وقت آئے تو ابا جان کیلئے مصلّیٰ بچھا دینا، جب وضو کا وقت آئے تو ابا جی کو پانی بھر دینا۔ ابا جی کے پاس سے واپس جاؤں گی میری بہن پوچھے گی ابا جان کہاں ہیں؟ میں کیا جواب دوں گی؟ اللہ اللہ میرے حسین کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ فرمایا میری سکینہ لاڈلی گھبراؤ نہیں، میری بیٹی صغریٰ کو سلام کہنا اور کہنا ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ اللہ اللہ۔ سب قرآن پڑھ رہے ہیں۔ تمام اہل بیت کا گھرانہ قرآن پڑھتا ہے۔

جب محرم کی دس تاریخ تھی اہل بیت کا ایک ایک فرد قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ آل رسول کا ایک ایک فرد قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب صبح ہوگئی تو حضرت زینب نے عرض کی، بھائی جان ہم برداشت کر لیں گے۔ مگر یہ چھ ماہ کا بچہ جب روتا ہے تو اس کی آواز بلند نہیں ہوتی، آنکھیں اندر چلی گئی ہیں، چہرہ زرد ہو گیا ہے۔ ان ظالموں سے کہو تمہارے ساتھ اگر کوئی ظلم کیا ہے تو ہم نے کیا ہے، اس معصوم علی اصغر نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ میرے حسین کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ فرمایا، میری بہن ان ظالموں سے پانی مانگنے کیلئے میری غیرت مجھے اجازت نہیں دیتی۔ اے زین العابدین تو ان سے کہہ کہ میرا ابا کہتا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اگر اس حلق میں دو چار قطرے ڈال دو گے تو قیامت کے دن میں تمہیں کوثر کے جام پلاؤں گا۔ مگر وہ ظالم جو ظلم پر چھا رہا تھا، جو انسانیت کی حدوں سے نکل کر ظلمت کے بادلوں میں گھسا ہوا تھا، اس ظالم نے حرملہ کو اشارہ کیا۔ تیر کمان سے باہر نکلا، فضاؤں میں اڑتا ہوا چمکتا ہوا دمکتا ہوا آیا، امام کے بازو سے لگا، معصوم علی اصغر کے حلق سے اتر گیا۔ چھ ماہ کا بچہ ہاتھوں میں تڑپا، خونِ علی اصغر کربلا کی ریت کے ذروں میں پہنچا، عرش کانپ گیا، حورانِ جنت تڑپ اٹھے، غلمانِ بہشت نے کہا یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ فرمایا، دنیا والو! میں دیکھ رہا ہوں، تمہیں دکھا رہا ہوں کہ حسین سے جو مانگتا ہوں دے رہا ہے۔ میرے حسین نے اٹھایا خیمہ میں لائے۔ زینب نے پوچھا میرا بچہ پانی پی آیا ہے؟ میرے حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانی تو نہیں پی آیا البتہ حوض کوثر کا مالک بن آیا ہے۔ جناب زینب کی چیخ نکلی۔ میرے پیارے حسین نے ہاتھ منہ پر رکھا۔ بہن زینب آواز بلند نہیں کرنا۔ ہم اس فاطمۃ الزہرا کی اولاد ہیں جس نے آخری وقت میں ہمارے ابا علی

سے کہا تھا کہ میرا جنازہ رات کو اٹھانا تاکہ کوئی غیر محرم میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگا سکے، کسی غیر محرم کا سایہ میرے جنازے پر نہ آسکے۔ بہن زینب آواز بلند نہ کرنا، ماتم نہ کرنا، سروں کے بالوں کو نہ اکھیڑنا۔ ربانی کہتا ہے اگر محرم کی دس تاریخ کو کربلا کے میدان میں حسین کی بہن زینب اپنی زلفیں کھول دیتی تو آج تم نہ ہوتے اور نہ ہم ہوتے۔ میرے حسین نے تو روز اجل کا وعدہ پورا کیا۔ عالم ارواح میں جب رب اکبر نے کہا ہے کوئی میرا بندہ جس کا بیٹا غرق کر دوں اور وہ صبر کرے۔ تمام دنیا والے خاموش تھے۔ نوح پیغمبر کی روح نے آواز دی کہ مولیٰ حاضر ہوں۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ رب نے پوچھا، ہے کوئی میرا بندہ جس کو آگ میں ڈال دوں اور وہ صبر کرے۔ سب خاموش تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح نے آواز دی میں حاضر ہوں۔ رب نے پوچھا ہے کوئی میرا ایسا بندہ جس کی گردن پر اس کا باپ تلوار چلائے، اللہ کی رضا کیلئے اس کو ذبح کرے اور وہ صبر کرے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح نے آواز دی میں حاضر ہوں۔ پھر رب نے پوچھا ہے کوئی تیرا بندہ جس کو زلیخا بدنام کرے اور وہ جیل جانا پسند کرے، برائی کے کام سے نفرت کرے؟ سب خاموش تھے، یوسف علیہ السلام کی روح نے آواز دی میں حاضر ہوں۔ رب نے کہا میرا بندہ کوئی ہے جو بیٹے کے فراق میں اپنی آنکھوں کا نور دے دے؟ سب خاموش تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی روح نے آواز دی میں حاضر ہوں۔ پھر رب نے پوچھا ہے کوئی میرا بندہ جو چالیس دن تک سردیوں کے موسم میں کوہ طور کی بلندیوں پر چلہ کاٹے؟ سب خاموش تھے، مگر موسیٰ علیہ السلام کی روح نے آواز دی میں حاضر ہوں۔ پھر رب نے آواز دی، ہے کوئی میرا محبوب جس کو طائف کے میدان میں پتھروں کی بارش ہو، اس کا جسم لہولہان ہو؟ جبرئیل کہے کہ اجازت ہو تو میں ان لوگوں کو پہاڑوں سے کچل کر رکھ دوں۔ مگر وہ کہے میں ان کیلئے رحمت بن کر آیا ہوں۔ امام الانبیاء تاجدارِ عرب و عجم کی روح نے آواز دی مولیٰ میں حاضر ہوں۔ پھر رب نے پوچھا ہے کوئی میرا بندہ جو دیس سے پردیس ہو؟ وطن سے بے وطن ہو؟ تین دن کا پیاسا ہو؟ اس سے چھ ماہ کا اصغر مانگوں تو وہ دے دے؟ اٹھارہ سال کا علی اکبر مانگوں تو وہ دے دے؟ بائیس سال کا قاسم مانگوں تو دے دے؟

سب خاموش تھے۔ پیارے حسین کی روح نے آواز دی، یا اللہ میں حاضر ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں میرے حسین گئے تو فرمایا، بیٹے یہ کون سی زمین ہے؟ جناب زین العابدین نے فرمایا اباجان کرب وبلا۔ ذرا کہہ دو کرب وبلا۔ زور سے کرب وبلا۔ میرے حسین کانپے۔ فرمایا بیٹے خیمہ بعد میں لگانا، پہلے جاؤ، پوچھو زمین کس کی ہے؟ پہلے اس زمین کے مالک کی قیمت ادا کرو پھر خیمہ لگاؤ۔ جاؤ مطالعہ میں وسعت پیدا کرو۔ امام زین العابدین نے عرض کی، اباجان آپ مدینہ منورہ سے چلے جہاں رات ہوگئی خیمے لگالئے، آپ نے نہیں پوچھا کہ یہ کس کی زمین؟ مکہ سے آئے جہاں رات ہوگئی ہم نے خیمے لگادیئے، آپ نے نہیں پوچھا کہ یہ کس کی زمین ہے۔ لیکن جب یہاں پہنچے تو آپ فرماتے ہیں پہلے پیسے ادا کرو۔ میرے حسین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میرے حسین نے فرمایا، میرے بچے جہاں قبریں بنتی ہوں وہ زمین خرید کرلی جاتی ہے۔ ہماری یہاں قبریں بنیں گی۔ اباجان آپ کیسی بات کرتے ہیں۔ فرمایا یہ خوشخبری نانا پیغمبر نے دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن یہیں آکے رہے گا۔ اے میرے بیٹے میں وصیت کرتا ہوں کہ صبر کرنا، فکر نہ کرنا، حیرت نہ کرنا۔ حسین صابر بن کرآیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ حسین مٹ گیا، حسین فنا ہوگیا، حسین مٹ گیا جس نے ٹھوکریں کھائیں۔ ربانی پورے پاکستان میں کہتا ہے، حسین نے ٹھوکریں نہیں کھائیں، حسین باطل سے ٹکرایا ہے۔ حسین پٹا نہیں، حسین ظلم کے خلاف ڈٹا ہے، حسین چھپا نہیں، حسین پوشیدہ نہیں، حسین درخشندہ ہے۔ حسین کو فنا نہیں، حسین کو بقا ہے۔ حسین مرا نہیں، حسین زندہ ہے۔ کہہ دو حسین زندہ ہے۔ جہاں ربانی ذکرِ حسین کرتا ہے میرا عقیدہ ہے کہ حسین گواہ ہوتا ہے۔ جو ذکرِ حسین کرے، جب کرے، جہاں کرے، جس جگہ کرے، دل کی گہرائیوں میں کرے، خلوت میں کرے، جلوت میں کرے، منبر پر کرے، مسجد میں کرے، محراب میں کرے، کالج میں کرے، یونیورسٹی میں کرے، ایوانِ وزارت میں کرے یا ایوانِ صدارت میں کرے، جہاں حسین کا ذکر ہوگا حسین کی روح گواہ ہوجائے گی۔ اور کیا اسلام کی تاریخ پڑھو۔ میرا حسین لڑا نہیں، اگر حسین لڑنے پر آتا تو کس کی جرات تھی کہ بچ کرنکلتا۔ حسین لڑا نہیں ہے، حسین کے ہاتھ میں وہی ذوالفقار تھی

جو حسن مجتبیٰ نے دی تھی۔ حسن مجتبیٰ کو علی مرتضیٰ نے دی تھی۔ علی مرتضیٰ کو محمد مصطفیٰ نے دی تھی۔ ایک ہزار تو کیا ایک لاکھ لشکر بھی آجاتا تو میرے حسین کے وار سے بچ کر نہ نکلتا۔ میرے حسین نے تو دکھا دیا، جب میرا حسن خیمہ سے نکلا تو وہ منظر کتنا عجیب تھا کہ جب شہر بانو سے کہا کہ تو حضرت عمر کی نشانی ہے، فخر کرے گی قیامت کے دن میرا ہاتھ شہید کے ہاتھ میں ہے اور اے شہر بانو میں نے اپنے نانا سے حدیث سنی ہے۔ میرے نانا جان فرمارہے تھے کہ قیامت کا دن ہوگا، کوئی کسی کا یار نہ ہوگا، کوئی کسی کا مددگار نہ ہوگا، باپ بیٹے کی شناخت نہیں کرے گا، ماں بیٹے کی مدد نہیں کرسکے گی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، جہنمی جہنم میں جائیں گے، جنتی جنت میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا جنت والو! بڑے مزے میں ہو، بڑے آرام میں ہو، بڑے سرور میں ہو، بڑی مستی میں ہو، بڑی لذت میں ہو۔ سب کہیں گے اے مولیٰ یہ تیرا احسان ہے کہ تو نے جنت دی، حورانِ جنت دیں، تو نے غلمان بہشت دیں، تو نے کوثر کے جام دیئے۔ مگر میرے حسین فرماتے ہیں، شہیدوں کا ٹولہ کھڑا ہوجائے گا، شہیدوں کی جماعت کھڑی ہوجائے گی، شہید نوجوان کھڑے ہوجائیں گے۔ کہیں گے اے اللہ ہمیں تیری جنت میں وہ مزہ نہیں آرہا ہے جو ہمیں میدانِ کارزار میں آتا تھا۔ اپنی جنت واپس لے لے، ہمیں تو وہیں مزہ آئے گا جہاں دشمن کے گڈھے ہوں، ہماری گردن ہو دشمنوں کی تلوار ہوں، سامنے تیرا دیدار ہو اور ہمارا یار ہو اور پھر بیڑا پار ہو۔ میرے امام حسین پاک نے لڑائی نہیں کی، میرے آپ کے امام برحق نے دفاع کیا۔ اگر میرا امام لڑنے پہ آتا کسی کی مجال نہ تھی کہ بچ کرنکلتا۔ کیوں کہ یہ وہ حسین ہے جس کی رگوں میں محمد کا خون ہے، جس کے خون میں زہرا کا دودھ ہے، جس کی ہڈیوں میں علی کی طاقت ہے، جس کے سینے میں ختم نبوت کے جلوے ہیں، جس کی آنکھوں میں توحید کے جلوے ہیں اور یہ وہ حسین ہے جس نے اپنے لبوں سے لعاب ختم نبوت چوسا ہے۔ اس حسین کے سامنے کون آسکتا تھا، کس کی جرات تھی۔ حسین تو وہ وعدہ پورا کررہے تھے جو عالم ارواح میں کیا تھا۔ انہوں نے تلواروں کے وار کئے، حسین نے خاموشی سے برداشت کئے۔ جب دیکھا کہ تیس زخم تلوار کے لگ چکے ہیں اور تیر میری طرف نشانہ بنے

ہوئے ہیں تو زہرا کے لال نے گھوڑے کی لگام کو کعبہ کی طرف کیا اور کعبہ کی طرف کو رخ کر کے زبانِ ولایت سے فرمایا اللہ اکبر! جب گھوڑے پر ٹھہرے تھے تو قیام تھا، جب گھوڑے سے زمین کی طرف آئے تو رکوع تھا، جب زمین پر آئے تو ماتھے کے بل آئے، چونکہ وہ سجدہ کا مقام تھا۔ میرے حسین نے کہا **سبحان ربی الاعلی. سبحان ربی الاعلیٰ.** مولیٰ تو ہی پاک ہے، مولیٰ تو ہی بلند ہے۔ سب کچھ تو ہے اور کہنے دو اب میں بھی تو ہے۔ خوب سمجھ رہے ہو؟ حسین ذکر خدا میں فنا فی اللہ ہو گیا، حسین ذکر خدا میں اتنا مست ہوا کہ شمر نے آ کر کہا حسین آدھی گردن کٹ چکی ہے۔ میرے حسین نے فرمایا، تجھے خبر کہ کٹی ہے کہ نہیں۔ ہمیں تو نہیں خبر کہ کٹی ہے یا نہیں شاید۔ کوئی کہے کہ ربانی صاحب دلیل سے بات کرو۔ آؤ ربانی کلام پاک سے پوچھتا ہے کہ میرے حسین کو تکلیف ہوئی کہ نہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ سورۂ یوسف پڑھو، چند عورتوں نے کہا زلیخا تو ایک غلام پہ دل دے بیٹھی۔ جناب زلیخا کہنے لگیں وہ غلام نہیں حسن کا امام ہے۔ ذرا جا کے اس کو دیکھو تو صحیح۔ اچھا بھئی ذرا دکھاؤ اس کو۔ **اللّٰہ اکبر کبیراً.** سارے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ جناب زلیخا نے سب کے ہاتھ میں چھری دی اور دوسرے ہاتھ میں پھل دیا۔ قرآن کہتا ہے **فقالت اخرج علیھن** کہنے لگیں اے یوسف! ذرا یہاں سے گزر جا۔ اللہ فرماتا ہے، یوسف علیہ السلام کا گزر ہوا، جمال یوسف سامنے آیا تب انہوں نے یوسف کے حسن کو دیکھا۔ قرآن کہتا ہے **فقطعن ایدیھن فقلن حاشا للّٰہِ ماھذا بشرا ان ھذا الاملك كريم.** کہنے لگے یہ تو بشر ہی نہیں، یہ تو کوئی خوبصورت فرشتہ آ گیا۔ ربانی کہتا ہے، ان کو کوئی درد بھی ہوا۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ یوسف علیہ السلام کے حسن میں اتنی مست تھیں کہ انہیں ہاتھ کٹنے کی خبر ہی نہ رہی۔ اب ربانی سوال کرتا ہے پڑھی لکھی دنیا سے، کہ مجھے بتاؤ کہ یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھنے سے ہاتھ کٹنے کی خبر نہ رہے تو حسین جو رب کو دیکھ رہا تھا اسے گردن کٹنے کی کیا خبر رہے۔ شمر مست تھا خنجر کے وار میں اور حسین مست تھا دیدار یار میں۔ عمر نے کہا حسین آدھی گردن کٹ چکی ہے، آدھی باقی ہے۔ اب بھی بیعت کر لو، میرے حسین نے کہا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کہنے لگے ابھی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔ ابھی محبت اور عشق کا پیالہ

ٹھنڈا نہیں ہوا۔ آدھی گردن کٹ چکی ہے، اب بھی یزید کی طرف پلٹ آؤ۔ میرے حسین نے کہا، شاخ تمنا ہری ہے، جلی تو نہیں، عشق کی آگ ہے، دل میں ابھی بجھی تو نہیں۔

جفا کاروں کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر عام مگر جھکی تو نہیں

دنیا والو! یہ گردن کٹی تو ہے مگر جھکی تو نہیں۔ ذرا جوش سے جھکی تو نہیں۔ خدا کی قسم اگر نبی نہ ہوتا تو پچھلے نبیوں کی نبوت نہ ہوتی اور اگر حسین نہ ہوتا تو جہاد میں قوت نہ ہوتی۔ میرے بھائیو! میں آپ سے کیا عرض کروں۔ میں ملتان میں بہت کم تقریریں کیا کرتا ہوں جب کہ ملتان میرا گھر ہے۔ گھر میں رہتے ہوئے گھر والوں کی قدر نہیں ہوتی۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اگلے دنوں میں تقریر کر رہا تھا ڈیرا اسمٰعیل خان میں۔ سب پٹھان بیٹھے ہیں۔ پرسوں کی بات ہے، میں حسین ابن علی کا ذکر کر رہا تھا۔ آدھ گھنٹہ میں نے تقریر کی۔ آخر میں نے پوچھا او خان پٹھان، کچھ سمجھ میں آ رہی ہے؟ ایک اٹھا، بوڑھا سا خان تھا۔ اپنی پشتو زبان کے لہجے میں کہنے لگا، ربانی صاحب ہم کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا پھر تم سبحان اللہ کیوں کہہ رہے ہو؟ کہنے لگا جب تم حسین کا نام لیتا ہے تو ہم خوش ہو جاتا ہے۔ تم حسین کا نام لیتا ہے ہم خوش ہو جاتا ہے، ہمیں کسی سے کیا؟ میرے بھائیو! یہ بھی سچی بات ہے، حسین کا نام عبادت ہے، حسین کا نام ریاضت ہے، حسین کا نام تو قیامت کے دن کی نجات ہے، حسین تو ہمارا وظیفہ ہے، حسین تو ہمت کا دھنی ہے، حسین تو دل کا غنی ہے، حسین تو سر سے لے کر پاؤں تک عین ایمان ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حسین اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ ربانی کہتا ہے کہ حسین اسلام ہے اور اسلام حسین ہے۔ ہار کی کیا بات ہے، یہ قربانی اسلام کیلئے تھی۔ میں نے اکثر تقریریں یہاں کیں، ملتان میں کیں، ہمارے یہ نثار کیسٹوں والے ہیں، یہ اکثر ہماری تقریریں بھرتے ہیں۔ آپ کا کیا نام ہے؟ یہ یعقوب صاحب بیٹھے ہیں۔ یہ بھی ہر تقریر میں ٹیپ لے کر آ جاتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا ٹیپ لانے کا مقصد کیا ہے؟ بولے جی مقصد چاہے کچھ ہو، ہر آدمی جس چیز کا عشق کیا کرتا ہے وہ وہی کام کرتا ہے۔ کوئی گیت کی آڑ لے کر آتا ہے، کوئی

غزل کی تمنا لے کر آتا ہے تو کوئی حسین کی للکار لے کر آتا ہے۔ سچی بات ہے نبی نہ ہوتے تو نبوت نہ ہوتی، حسین نہ ہوتا تو جہاد میں قوت نہ ہوتی، نبی نہ ہوتا امت پر شفقت نہ ہوتی، حسین نہ ہوتا تو ایمان میں لذت نہ ہوتی، نبی نہ ہوتا اللہ کی نماز نہ ہوتی، حسین نہ ہوتا حق کی آواز نہ ہوتی، نبی نہ ہوتا اللہ کی تکبیر نہ ہوتی، حسین نہ ہوتا محمد کی تصویر نہ ہوتی اور کہنے دو نبی نہ ہوتا دین نہ بنتا، حسین نہ ہوتا دین نہ بچتا، نبی نہ ہوتا تو کوئی قرآن نہ بتاتا، حسین نہ ہوتا تو نیزے پر چڑھ کے نہ سناتا۔ میرے حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بال بچوں کی قربانی دے کر تمام عالم اسلام کو بتادیا کہ اے نبی پاک کا کلمہ پڑھنے والو! میرے نانا کی ختم نبوت کا اعلان کرنے والو! میں حسین نے اس دھرتی پر اسلام کا پرچم لہرا ڈالا۔ کتنا ظلم ہے جو لوگ حسین کے مقابلے میں یزید کو لاتے ہیں اور یزید جس کا خون حسین کے خون سے مختلف ہے۔ وہ یزید جس نے آل رسول کے خون سے ہاتھ رنگے، وہ یزید جس نے کعبہ پر حملہ کرایا ہو اور مجھے مدینے والوں نے بتایا کہ تیرہ دن تک مدینہ میں کرفیو لگا رہا۔ لیکن جب اذان کی نماز کا وقت ہوتا تھا تو منبر گنبد سے اذان کی آواز آتی تھی۔ ہمارے پاس یزید کیلئے کچھ نہیں، حسین کیلئے سب موجود۔ ہمارے ملتان میں کچھ لوگ ہیں جو یزید کی تعریفیں کرتے پھرتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اہلسنت کے جوان کہتے ہیں اگر تم یزید کو اچھا سمجھتے ہو تو ہماری یہ دعا ہے کہ قیامت کے دن تم یزید کے ساتھی ہو اور ہم حسین کے ساتھی بنیں۔ ہمارے پاس یزید کیلئے کچھ نہیں ہے، حسین کیلئے موجود ہے۔ یزید کیلئے لعنت ہے اور حسین کیلئے درود ہے۔ یزید نفس پرست ہے اور حسین حق پرست ہے۔ یزید مجسمہ کفر و طغیان ہے، حسین نمونہ دین وایمان ہے۔ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے، حسین پیکر تسلیم و رضا ہے۔ یزید اسلام کیلئے شر ہے، حسین بارش نوا کی تطہیر ہے۔ وہ حسین جس کے دروازے پر جبرئیل آیا، وہ حسین کربلا کے میدان میں اس لئے آیا کہ دنیا والوں کو بتادے کہ اے لوگو! اگر اسلامی نظام کیلئے تم کو تن من دھن کی بازی لگانا پڑے تو گریز مت کرنا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان نوجوانوں کی دینی کوشش قبول فرمائے۔ ہم نے جو ذکر حسین ایک گھنٹے میں کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ خداوند قدوس ان نوجوانوں کا یہ دینی

اجتماع اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ میرے یہاں جتنے دوست احباب بیٹھے ہیں، میں ان کیلئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قیامت کے دن امام حسین کی بارگاہ میں درود وسلام کہتے ہوئے ہمارا حشر فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰن الرَّحِیم

الا ان اولیاء اللّٰہ لاَخوف علیھم ولاَھم یحزنون.

میرے بزرگو! اور نوجوان ساتھیو! آپ نے سن لیا ہوگا کہ جلسہ عام صرف اور صرف اس لئے منعقد کیا جارہا ہے کہ ہم سب کے سب دربار غوثیت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہوجائیں۔ میں رب کعبہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا اور آپ کا جمع ہونا قبول فرمائے۔ ذرا بلند آواز سے کہہ دیجئے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن غوث اعظم کے جھنڈے کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ کے دوست ہیں، اللہ کے ولی اللہ کے پیارے ہیں، اللہ کے ولی اللہ رب العزت کے متوالے ہیں۔ عربی لغات میں ولی کے معنی ہیں دوست، ولی کے معنی ہیں رفیق وشفیق، ولی کے معنی ہیں اشارہ کرنے والا، ولی کے معنی ہیں بات کو منوانے والا، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمتہ اللہ علیہ شہنشاہ قطب زماں قطب ربانی شیخ لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ان ولیوں میں سے ہیں جن کے

بارے میں خود رسول کائنات نے فرمایا تھا، جس طرح میں تمام نبیوں میں افضل واعلیٰ ہوں آج تک مسجد مدینہ کے مینار گواہ ہیں آج تک حضرت ابوہریرہ کی روایت گواہ ہے کہ مدینے کی مسجد تھی۔ رسول اللہ وعظ سنا رہے ہیں، وعظ سننے والا علی ہے، سنانے والا نبی ہے۔ حضور فرماتے ہیں آیئے میں تمہیں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ سناؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں قلم اور دوات لے کر بیٹھ گیا۔ میرے پیارے آقا نے فرمایا اکتب یا عبداللّٰہ! لکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ ایک دن دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بہت بڑا ظالم ہوں، بڑا جابر ہوں، بہت گناہ کئے ہیں۔ ارادہ کیا کہ اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر معافی مانگوں۔ کوئی ہے ایسا شخص جو مجھے بارگاہ خداوند قدوس سے معاف کرادے۔ یہ ارادہ کر کے گھر سے چل دیا۔

راستے میں ایک راہب ملا۔ اس نے سوال کیا کہ جناب میں نے ننانوے قتل کئے کیا میری بخشش کی کوئی امید ہے۔ اس نے کہا ہوش میں آ۔ تو نے اتنے آدمیوں کا ناحق خون کیا ہے اور اب بھی تجھے اپنی نجات کی امید ہے۔ اس نے کہا، جب میری نجات ہی نہیں ہوسکتی اور جب مجھے اللہ تعالیٰ معافی ہی نہیں مرحمت فرمائے گا تو پھر یہ ننانوے کا عدد کیسا۔ لاؤ سو کی گنتی ہی کیوں نہ پوری ہوجائے۔

میرے پیارے آقا فرماتے ہیں اس نے خنجر اٹھایا اور اسی کو دے مارا۔ سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد پھر کچھ مدت گزرنے پر اس کو خیال آیا کہ اللہ کی بارگاہ میں جھک جاؤں۔ ایک آدمی کے پاس گیا اور کہنے لگا، سو آدمیوں کا قاتل ہوں، اللہ کے دربار میں معافی کا سوالی بن رہا ہوں۔ کوئی ہے ایسا شخص جو بارگاہ صمدیت اور بارگاہ جبروت میں اس جبار وقہار کی عدالت لم یزل سے مجھے معافی کا پروانہ دلا سکے۔ اس نے کہا، پانچ میل کے فاصلے پر ایک اللہ کا ولی بیٹھا ہے۔ وہیں چلا جا۔ وہ تیرے لئے دعا کا ہاتھ اٹھائے گا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے سارے گناہ معاف فرمائے گا۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں کہ ابھی اس نے ایک قدم اٹھایا تھا کہ اس کی جسم سے روح نکل گئی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے اور روح قبض کر لی۔ جہنم کے

فرشتے آ گئے اور کہنے لگے ہم اس کی روح ایک مقام خاص پر لے جائیں گے اس لئے کہ یہ جہنمی ہے، سو آدمیوں کا قاتل ہے، بڑا جابر ہے، بڑا ظالم ہے۔ میرے آقا نے فرمایا، اتنی دیر ہوئی کہ جنت کے فرشتے آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو اپنے مقام جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اس کی روح کو مقام اعلیٰ کی طرف لے جائیں گے۔ جہنم والوں نے کہا یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے، جنت والوں نے کہا مگر جا رہا تھا اللہ کے ولی کے پاس۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں، دنیائے انسانیت کے محسن فرماتے ہیں کہ جھگڑا ہو گیا۔ آخر یہ جھگڑا بارگاہ احکم الحاکمین میں پہنچا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا۔ جہنم کے فرشتو! بولو۔ وہ بھی کہنے لگے، یا اللہ! تو دلوں کے راز جانتا ہے اگرچہ یہ قاتل تھا مگر جا رہا تھا تیرے پیارے مقبول بندے کے پاس۔ اللہ نے فرمایا، زمین ناپو۔ اگر زمین ولی کامل کے قریب ہے تو پھر اس کی نجات ہے۔ اگر ولی سے دور ہے تو اے جہنم کے فرشتو! جہاں مرضی چاہے وہاں لے جانا۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں کہ ابھی دیکھنے میں ایک قدم ہی اٹھایا تھا لیکن جب فرشتے زمین ناپنے لگے تو رب العالمین نے فرمایا، اے زمین سمٹ جا۔ تجھے یہ پتہ نہیں کہ میرے پیارے بندے کے پاس جا رہا تھا۔ اس کے اعمال بد کو دیکھوں یا یار کی یاری کو دیکھوں۔ ربانی سوالیہ نشان لگا کے پوچھتا ہے دنیا والو! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودی میرے پیارے نبی کے فرمان کے مطابق جس نے ابھی توبہ بھی نہیں کی، جو ابھی ولی کے دربار میں حاضر بھی نہیں ہوا اور ابھی صرف ایک قدم ہی اٹھایا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے دوست کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لہٰذا اے زمین تو سمٹ جا۔ اکٹھی ہو جا تا کہ اسے نجات کا پروانہ مل جائے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا یہودی ایک ولی کے دربار میں جانے کا ارادہ کر کے نجات کا حقدار بن سکتا ہے تو ہم کلمہ پڑھنے والے جب بغداد کے شہنشاہ کا ذکر کریں گے تو ہمیں نجات کیوں نہیں ملے گی۔

شہنشاہ بغداد! معاذ اللہ! معاذ اللہ خدا نہیں ہیں۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ ولیوں کا درجہ خدا سے بڑھا دیتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ ولی خدا کے محتاج ہیں۔ مگر اللہ فرماتا ہے جو میرا

ذکر کرتا ہے تم لوگ وہ نہیں ہوتے جو وہ ہوتے ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے۔ میں ایک جگہ تقریر کیلئے گیا رات کے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا۔ ایک بجے پلیٹ فارم پر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کمزور سا نوجوان ہے، اس کو آٹھ نوجوان تھامے ہوئے ہیں مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ میں نے کہا، صاحب کمزور ہے۔ آپ تگڑے تندرست ہیں۔ آپ اس کو قابو میں نہیں لا سکتے۔

بولے، مولانا! اس کے اندر جن ہے۔ میں نے کہا مطلب؟ کہنے لگے صاحب جن سرایت کر گیا ہے۔ بظاہر اعصاب اس کے ہیں، اندر قوت جن کی ہے۔ بظاہر وجود اس کا ہے، اندر طاقت جن کی ہے۔ آنکھیں اس کی ہیں، دیکھنا جن کا ہے۔ کان اس کے ہیں، سننا جن کا ہے۔ پاؤں اس کے ہیں، چلنا جن کا ہے۔ بظاہر یہ کمزور سا ہے مگر اندر پاور جن کا ہے۔

ربانی پوچھتا ہے، جس کے اندر سایہ چلا جائے جن کا، تم کہتے ہو وہ جن کا مظہر ہو سکتا ہے۔ تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو فنافی الرسول ہو کر ولی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے تو آنکھیں اس کی ہوتی ہیں دیکھنا خدا کا ہوتا ہے۔ کان اس کے ہوتے ہیں، سننا خدا کا ہوتا ہے۔ پاؤں اس کے ہوتے ہیں، چلنا خدا کا ہوتا ہے۔ ہاتھ اس کے ہوتے ہیں، قوت خدا کی ہوتی ہے۔ اشارہ اس کا ہوتا ہے، کام خدا کا ہے۔

آیئے اللہ کے ولی برحق کی بارگاہ میں چلیں۔ ہمارے شہنشاہ بغداد جن کا آپ دن منا رہے ہیں وہ پیرانِ پیر روشن ضمیر ہیں۔ ایک دن بغداد میں ایک ابر ظاہر ہوا۔ اندر سے آواز آئی، اے عبدالقادر نماز مت پڑھا کر۔ لیکن پیر بھی تو پیر ہی تھا۔ علم ظاہر بھی تھا۔ علم باطن بھی تھا۔ دماغ ولایت سے سوچا اور زبان طریقت سے کہا۔ عبدالقادر تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے؟ ذرا زور سے کہیے سبحان اللہ! تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے۔ ہمارے نبی ساری ساری رات کھڑے کھڑے اللہ کی بارگاہ میں قیام کرتے، رکوع کرتے، سجود کرتے۔ جناب ام المومنین عرض کرتیں، یا رسول اللہ! سو بھی جایا کریں۔ میرے آقا نے فرمایا، اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ نے مجھے نبیوں کا امام بنایا۔ نبی ساری رات

عبادت کرتے۔ صدیق اکبر پر نماز معاف نہیں۔ فاروق اعظم پر نماز معاف نہیں۔ عثمان غنی پر نماز معاف نہیں۔ مولا علی پر نماز معاف نہیں۔ حضرت امام حسین کربلا کے میدان میں ایک ایک بچے کو جام شہادت نوش فرمارہے تھے، خود چونتیس زخم تلوار کے، پینتیس تیر کے آئے تھے، ان پر نماز معاف نہیں۔ عبدالقادر تو کون ہوتا ہے کہ تجھ پر نماز معاف ہو جائے۔ زبان ولایت سے فرمایا **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ وہ جتنا بھی نور تھا، دھواں ہو گیا۔ اندر سے آواز آئی، عبدالقادر تجھے تیرے علم نے بچالیا۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ظالم اب بھی مجھے گمراہ کررہا ہے۔ مجھے میرے علم نے نہیں بچایا مجھے اللہ نے بچایا۔

حضرت پیران پیر اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اے لوگو! غور سے سمجھو۔ جو آدمی نماز کا پابند ہے، پنجگانہ نماز پڑھتا ہے، نماز کے بعد درود پاک پڑھتا ہے، ماں کی عزت کرتا ہے، باپ کا ادب کرتا ہے، مسجد کے نمازی کی قدر کرتا ہے اور پھر ہر جمعہ کے دن آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا وہ جہاں بھی پھر رہا ہوگا میں عبدالقادر جیلانی اس کی شفاعت کراؤں گا۔ پیرانِ پیر گیارہویں والے پیر۔ آج لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ تم نے گیارہویں کہاں سے بنائی۔ ہم ان سے کہتے ہیں محبت وعقیدت اور الفت کی نگاہ سے دیکھو۔ یہ گیارہویں شریف کی بات ہے۔ گیارہویں شریف پر اعتراض کرنے والو! تاریخ کا مطالعہ کرو۔ حضرت پیرانِ پیر روشن ضمیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جہاں ایک اللہ کے ولی تھے وہیں ایک عظیم تاجر بھی تھے۔ ایک دن ملک شام سے واپس آئے۔ دیکھا دروازے پر ایک سائل کھڑا ہے۔ گھر سے آواز آئی معافی دو۔

فرمایا ہمارے در سے سائل خالی چلا جائے۔ جب ہوتا ہے، دے دیتے ہیں۔ جب نہیں ہوتا تو معافی دے دیتے ہیں۔ فرمایا نہیں، میں نہیں چاہتا کہ عبدالقادر کے دروازے سے تو خالی جائے۔ سارے تلامذہ اکٹھے کئے۔ سارے شاگرد آئے۔ اپنے آئے، بیگانے آئے، سب اکٹھے ہوئے۔ جمعہ کے نماز کے بعد فرمایا۔ بتاؤ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن مقرر ہو جائے۔ اس دن تم بھی گھر رہو، میں بھی گھر رہوں، شاگرد بھی موجود ہیں، میرے مرید بھی موجود رہیں

اور ہر سائل کو معلوم ہو کہ آج عبدالقادر گھر میں موجود ہوگا۔ میں سارا مہینہ کماؤں اور ایک رات خرچ کروں۔ شاگردوں بتاؤ کون سا دن مقرر کروں۔ حضرت آپ کے پاس علم ظاہر بھی ہے اور علم باطن بھی۔ فرمایا جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو دسویں کا دن تھا۔ رات گیارہویں کی۔ جب نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی سے لگی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار ہوئی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی، جب یوسف علیہ السلام نے تخت مصر پر اپنے والدین سے ملاقات کی تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر پہنچ کر اللہ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا تو دن دسویں کا تھا رات گیارہویں کی اور جب میدان کربلا میں حضرت امام حسین اپنے بچوں کو جام شہادت نوش کرارہے تھے دن دسویں کا تھا اور رات گیارہویں کی۔ ہم بھی یہی دن اور یہی رات مقرر کرتے ہیں۔ اب جو دن دسویں کا ہوگا اور رات گیارہویں کی ہوگی اور کوئی بھی سائل عبدالقادر کے دروازے آئے گا وہ واپس نہیں جائے گا۔ اسی دن سے آپ مشہور ہو گئے۔ گیارہویں والے پیر۔ ہر فقیر کو پتہ ہے، ہر طالب دنیا اور ہر طالب علم جانتا ہے کہ آج عبدالقادر گھر میں موجود ہوگا۔ لہٰذا جو بھی آتا خالی نہ جاتا۔ اس دن سے آپ مشہور ہو گئے گیارہویں والے پیر۔

حضرت پیران پیر روشن ضمیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں اور کہتے ہیں، لوگو! میرا نبی شان والا۔ ایک عیسائی آیا اور کہنے لگا۔ اے عبدالقادر تم اپنے نبی کی بڑی تعریف کررہے ہو۔ تمہارے نبی نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے مردے زندہ کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نبی تو نہیں البتہ مدینے والے کے غلاموں کے غلام، غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلام ہیں۔ مجھے کسی قبر پر لے جا۔ میں ابھی مردہ زندہ کردوں گا۔ منبر سے نیچے اترے، مسجد سے باہر آئے۔ لوگوں نے کہا حضرت نماز کا وقت تو جارہا ہے۔ آپ نے فرمایا، خاموش رہو۔ وقت کی

نبض ہمارے ہاتھ میں ہے۔قبرستان پہنچے۔آج تک تاریخ بغداد کا ایک ایک لفظ اور لفظ کا ایک ایک حرف گواہ ہے۔بغداد کی مسجد کے مینار گواہ ہیں کہ پیرانِ پیر نے فرمایا، بتا کون سا مردہ زندہ کروں؟ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ پیرانِ پیر نے فرمایا، غور کر! اس کو مرے ایک صدی گزر چکی ہے۔اس کو مرے ایک سو سال گزر چکے ہیں۔ یہ ایک میراثی تھا، بین بجاتا تھا۔ اب بین بجاتا ہوا اٹھے یا ویسے ہی کھڑا ہو؟ آج لوگ کہتے ہیں، جناب حیات دینا اللہ کا کام ہے۔مگر تم نہ جانے کیا کہتے ہو۔میں کہتا ہوں کہ عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

پڑھو۔حضرت سرورِ کائنات نے فرمایا جو کام خدا کا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔اگر اس کام کو نبی کرے تو معجزہ سمجھو، اگر ولی کرے تو کرامت سمجھو۔آنکھوں میں نور دینا خدا کا کام ہے۔عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ لگاتے نور آجاتا، ہم نے اس کو معجزہ کہا۔ برطانیہ کے اندر ایک عیسائی نے کہا ہمارا نبی ہاتھ لگاتا تھا اور نور آجاتا تھا۔میں نے کہا او عیسائی! لندن میں بیٹھنے والے نبیوں کے مقام تو انتہائی ارفع و اعلیٰ ہیں لیکن تم میرے نبی کی بات کرتے ہو۔آؤ میں تم کو بتاؤں! تمہارے نبی کا معجزہ مجھے تسلیم ہے کہ تمہارا نبی ہاتھ لگاتا تھا تو نور فوراً آجاتا تھا۔لیکن سنو! میرے نبی کی پہننے والی جوتی مبارک کے تلوے سے جو خاک لگتی تھی تو اس سے فوراً نور آجاتا تھا۔

ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ پڑھو۔ یہ آج کے مینارے گواہی دے رہے ہیں کہ ہندوستان کے اندر ولیوں کا چرچا کون لایا۔نہ گھوڑا، نہ جوڑا، نہ ہاتھی، نہ کوڑا، نہ املاک نہ دوکان، نہ مکان نہ دولت، بس پھٹا ہوا لباس تھا، پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں تھیں، گلے میں قرآن تھا، مگر آنکھوں میں توحید و رسالت کے سرمے تھے اور سینے میں محمد مصطفیٰ کے نغمے تھے۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری آئے، پرتھوی راج کی حکومت ہے، سیدھے دربار میں آئے۔ پرتھوی راج نے کہا فقیر یہاں کیوں آیا ہے؟ یہاں سے نکل جا۔حضرت نے فرمایا تو بھی بدل جا۔غور سے سنو! فرمایا تو بھی بدل جا۔کہاں کیوں آیا ہوں۔فرمایا تجھے جہنم سے بچانے آیا ہوں۔ جنت کا دروازہ دکھانے آیا ہوں۔گمراہی سے بچانے آیا ہوں۔کعبہ کا تعارف کرانے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ کا نعرہ لگوانے آیا ہوں۔اس نے جوگی جے پال کو بلایا۔جوگی قریب آیا۔ کہنے لگا، اب تک تو

نے ہمارے خزانے سے خوب کھایا ہے، اس فقیر کے ساتھ مقابلہ کر۔

جوگی جے پال میدان میں آیا۔اب مقابلہ ہو رہا ہے۔ادھر ناجائز ادھر جائز، ادھر ظلم ادھر نور، ادھر حرام ادھر حلال، ادھر کفر ادھر اسلام، ادھر باطل ادھر حق، ادھر نفسانیت ادھر روحانیت، ادھر جادو ادھر کرامت، ادھر جوگی جے پال ادھر خواجہ۔

جوگی جے پال نے ہاتھ میں ایک چیز پکڑ لی۔ کہنے لگا بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اگرچہ ہندو تھا مگر جانتا تھا جو غیب بتا دے سچا ولی ہے۔حضرت نے نگاہ صداقت سے دیکھا، فرمایا تیرے ہاتھ میں گنگا و جمنا کا ریت ہے۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ کچھ دیر سوچ کر منتر پڑھا، فضا میں اڑا۔حضرت نے اپنی جوتی کی طرف دیکھا، فرمایا جوتی کفر آسمان کی طرف اور تو یہاں ہے؟ حضرت خواجہ معین الدین کی جوتی فضا میں اڑی، جوگی جے پال کے سر پر پڑی۔ جوگی جے پال قریب آکے بولا تو حق ہے۔ یہ معدنیت نہیں روحانیت ہے۔ جادو نہیں کرامت ہے۔اسی دن خواجہ غریب نواز نے پچیس ہزار ہندوؤں کو کلمہ طیبہ پڑھایا۔آج کا نوجوان سوچ رہا ہے۔ یہاں محمد بن قاسم آئے، یہاں صلاح الدین ایوبی آئے۔

ربانی کہتا ہے ٹھیک کہتے ہو۔صلاح الدین ایوبی آیا، محمد غزنوی آیا، محمد بن قاسم آیا، مگر کالج کے پڑھنے والو! اسلامیت کے پروفیسر سے پوچھو۔محمد بن قاسم نے، صلاح الدین ایوبی نے، محمود غزنوی نے ہندوؤں کی گردنیں جھکائیں تھیں، ہندوؤں کے دل جھکانے والا خواجہ معین الدین اجمیری تھا۔ بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں، سب ولیوں کے دروازہ پر آئے۔اسلام کی تاریخ بتاتی ہے، جب سومناتھ کا مندر فتح ہونے لگا تو محمود غزنوی سید خواجہ ابوالحسن خرقانی کے پاس پہنچا۔آج لوگ کہتے ہیں تم درباروں پر جاتے ہو کتنا بڑا ظلم ہے۔آج کہا جاتا ہے کہ جس مسجد کے ساتھ قبر ہو وہاں نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

ربانی کہتا ہے، جہاں اللہ کا ولی ہے وہاں مسجد ہے اور جہاں مسجد ہے وہاں ولی کا روضہ ہے۔کہاں کہاں تم روکو گے۔ملتان آؤ، قلعہ پر دیکھو، مسجد کے ساتھ پیر بہاد رحق کا روضہ ہے۔ قلعہ سے نیچے اترو مسجد کے ساتھ شاہ رکن کا روضہ ہے۔ بائیں چلے جاؤ مسجد کے ساتھ بابا

فریدالدین کا روضہ ہے۔ ہاں ہاں بغداد چلے جاؤ مسجد کے ساتھ پیران پیر کا روضہ۔ نجف اشرف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ مولا علی کا روضہ۔ کربلا چلے جاؤ مسجد کے ساتھ امام حسین کا روضہ اور مدینے شریف چلے جاؤ مسجد کے ساتھ رسول اللہ کا روضہ۔ بزرگان محترم! ہم اس ملک کے اندر اتحاد چاہتے ہیں۔ ہم کو جب بھی مشکل وقت پڑا بزرگوں کے مزاروں پر جانا پڑا۔ جب بھی مشکل وقت پڑا ہم کو بزرگوں کے مزاروں پر جا کے چادر میں چڑھانا پڑیں۔ اللہ کی قسم منبر رسول پر بیٹھا ہوں، جتنی بھی تحریکیں چلیں کام اللہ کے ولی ہی آئے۔ کام درویش ہی آئے۔ کام فقیر ہی آئے۔

نہ تاج و تخت میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

یہ ملک بنا تو اللہ کے ولی کام آئے، تحریک نظام مصطفٰے چلی تو اللہ کے ولی ہی کام آئے، تحریک ختم نبوت چلی تو اللہ کے ولی ہی کام آئے۔ آؤ ہائی کورٹ کی فائلیں کھولو۔ کہاں کہاں اللہ کے ولی کام آئے۔ جب ختم نبوت کی تحریک چلی تمام علمائے ملت نے کہا قادیانی کافر ہیں، اس لئے کہ یہ رسول کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا۔ قادیانیوں نے کہا کہ یہ مولوی ایسی ویسی تقریریں کرتے رہتے ہیں، ان سے کہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو تحریری مناظرہ کرلو۔

میری ملت کے نوجوانو! آج تک عدالت کی فائلیں اس بات کی گواہ ہیں کہ سب مولوی خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت پیر مہر علی شاہ نے فرمایا۔ او قادیانیوں! ہمیں تمہاری شرط منظور ہے تمہیں بھی ہماری شرط منظور کرنا پڑے گی۔ ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے تو مناظرہ ہائی کورٹ کی عدالت میں ہوگا۔ مناظرہ مہر علی کا ہوگا۔ عدالت میں کرے گا اور ایک شرط یہ ہے کہ عدالت کی میز پر قلم تم بھی رکھ دو، قلم میں بھی رکھ دوں۔ کاغذ تم بھی رکھ دو، کاغذ میں بھی رکھ دوں۔ جس کا قلم خود بخود تحریر کرتا جائے سچا وہی ہوگا۔ قادیانی خاموش ہو گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو تسبیح ہے، شہنشاہ بغداد نے دی ہے۔ گیارہویں والے پیر نے دی ہے۔ ہاتھ میں تسبیح رکھا کرو، درود پاک پڑھا کرو۔ یہ تسبیح گیارہویں والے پیر کا دیا ہوا تحفہ ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ ہاتھ میں تسبیح رکھا کرتے تھے۔ گولڑے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں۔ گاڑی رکی، انگریز اترا، گلے میں پستول ہے۔ اس نے پوچھا بابا یہ کیا ہے؟ قریب آ کر کہنے لگا، بابا جی یہ کیا ہے؟ حضرت نے ایک لمحہ کیلئے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس کے پستول کی طرف دیکھا اور انگلی اٹھا کے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ میرا ہتھیار ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ میرا ہتھیار ہے۔ کچھ دیر گزری، وہ خاموش نہ رہ سکا۔ اس نے تسبیح پر ہاتھ لگا کے کہا بابا یہ ہتھیار آپ کو کس نے دیا ہے؟ حضرت نے اس کے پستول کی طرف انگلی اٹھائی، فرمایا یہ ہتھیار تجھے کس نے دیا ہے۔ کہنے لگا یہ ہتھیار انگریز حکومت کے وائس لائی بورڈ نے دیا ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ نے فرمایا مجھے یہ ہتھیار شہنشاہ بغداد نے دیا ہے۔ مجھے گیارہویں والے پیر نے دیا ہے۔ انگریز کو پھر بھی چین نہ آیا۔ قریب آیا، تسبیح کو ہاتھ لگا کے کہتا ہے، بابا جی یہ ہتھیار کس کام آتا ہے؟ حضرت نے اس کی پستول کی طرف اشارہ کیا، فرمایا یہ ہتھیار کس کام آتا ہے؟ اس نے پستول کھولا، گولی بھری، درخت پر پرندہ چہک رہا تھا، انگریز نے کہا بابا دیکھو میرے ہتھیار کا کمال۔ وہ پرندہ سامنے بیٹھا ہے، ذرا دیکھنا۔ اس نے فائر کیا، گولی فضاؤں میں، ہواؤں میں، خلاؤں کو چیرتی ہوئی پرندے کے سینے پر لگی۔ پرندہ تڑپ کر زمین پر ٹھنڈا ہو گیا۔ انگریز نے کہا، بابا دیکھا ہمارے ہتھیار کا کمال۔ ابھی تو زندہ تھا، ابھی مردہ ہو گیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ نے اپنی درود والی تسبیح مردہ پرندہ کو لگائی، پرندہ چہکتا اور اڑتا فضاؤں کو چیرتا ہوا درخت پر جا بیٹھا۔ آؤ اللہ کے ولیوں کے دروازے پر آؤ۔ نجات تب ہوگی، مادیت کے ساتھ مقابلہ تب ہوگا جب اللہ کے ولیوں کے درباروں پر سلام کرنے جاؤ گے۔

پاک پٹن والے بابا حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ابھی چار سال کی ہے۔ امی نے کہا بیٹے، بڑے ہو گئے ہو نماز پڑھا کرو۔ امی نماز کس کی ہے؟ کہا اللہ کی۔ امی اگر اللہ کی نماز پڑھیں تو اللہ کیا دے گا؟ آپ اپنے چھوٹے بچے سے کہو بیٹا یہ کام کرو، تو وہ پوچھے گا اچھا اگر میں یہ کام کروں تو کیا دو گے؟ آپ کو معلوم ہوتا ہے میرے بیٹے کو کھانے پینے کی چیزوں میں سب سے زیادہ کون سی چیز سے رغبت ہے؟ آپ اسی چیز کا نام لو گے تو وہ فوراً کام کرے

گا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر سے پیار کرتے تھے۔ ماں نے کہا بیٹا اگر نماز پڑھو گے تو اللہ شکر دے گا۔ کہا امی شکر دے گا۔ ہاں میرے بیٹے اللہ شکر دے گا۔ پھر لوٹا لیا، وضو کرنے لگے۔ امی نے جلدی سے مصلیٰ بچھایا۔ مصلیٰ بچھا کر شکر کی پڑیا بنا کے جلدی سے مصلّے کے نیچے رکھ دی۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ نماز شروع کر دی۔ امی میں نماز ٹھیک پڑھ رہا ہوں۔ بیٹا بہت پیاری نماز پڑھ رہے ہو۔ سلام پھیرا۔ امی شکر! کہا بیٹا مصلیٰ اٹھاؤ۔ مصلیٰ اٹھایا تو نیچے شکر کی پڑیا تھی۔ بڑے خوش ہوئے۔ امی سودا نقد ہے۔ نماز پڑھیں گے شکر کھائیں گے۔ ہفتہ دس دن اسی طرح ہوتا رہا۔ آپ وضو کرتے، امی شکر کی پڑیا بنا کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتیں۔ ایک دن محلے کے دوستوں کے ساتھ تفریح کیلئے جنگل تشریف لے گئے۔ مسجد سے آواز آئی "حی علی الصلوٰۃ حی علیٰ الفلاح" آؤ نماز کی طرف۔ آؤ کامیابی کی طرف۔ مسجد کے مینار سے آواز آئی، آؤ لوگو! نماز کی طرف۔ اپنے یاروں سے کہنے لگے۔ ذرا اپنے رب سے شکر لے آؤں۔ کہنے لگے کہیں رب بھی شکر دیتا ہے۔ کہا تم مانو ہمیں دیتا ہے۔ اپنا اپنا یقین ہے۔ تم مانو نہ مانو، ہمیں تو دیتا ہے۔ گھر میں آ کے وضو کرتے۔ آج راستے میں نہر تھی، نہر کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کیا۔ روزانہ والدہ مصلیٰ بچھاتی تھیں آج خود مصلّے لے کر کھڑے ہو گئے۔ امی نے کہا بیٹا وضو کرو گے۔ امی آج میں وضو کر کے آیا ہوں۔ ماں نے بھی آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے رب ذوالمنن تو دلوں کے راز جانتا ہے۔ پہلے بیٹا فرید وضو کرتا تھا میں جلدی سے شکر کی پڑیا بنا کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ اب خود مصلیٰ پر کھڑا ہو گیا ہے۔ اگر اس کے سامنے شکر کی پڑیا رکھی تو کہے گا کہ امی رب تو نہیں رکھتا تھا تم خود رکھ دیتی تھیں۔ اے پروردگار یہاں تک لانا میرا کام تھا، اب آگے سنبھالنا تیرا کام ہے۔ سلام پھیرا، امی شکر! کہا بیٹا ننھے ہو گئے ہو، مصلیٰ اٹھاؤ۔ مصلیٰ اٹھایا تو حیران ہو گئے۔ روزانہ شکر کی پڑیا ہوتی تھی آج مصلیٰ ہے، مصلیٰ کے نیچے حوض ہے، حوض شکر سے بھرا ہوا ہے۔ امی روزانہ پڑیا آج حوض!

فرمایا بیٹا روزانہ میں رکھا کرتی تھی، آج رب نے خود رکھی ہے۔ اللہ کے ولیوں کے دروازے پر آؤ، ولی کی کرامت حق ہے۔

داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جن کا لاہور میں آج بھی دربار موجود ہے، لاہور میں مسجد بنوائی۔ لوگوں نے کہا، اس مسجد میں نماز جائز نہیں۔ مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس میں کوئی نہ جائے۔ اس لئے کہ اس مسجد کا رخ کعبہ کی جانب نہیں ہے۔ سارے جوان آ گئے۔ واہ میاں واہ ایسی مسجد بنوائی جس کا رخ کعبہ کی جانب نہیں۔ داتا علی ہجویری مسکرائے۔ فرمایا، آج مغرب کی نماز کے وقت اعلان کر دو کہ جس کو کعبہ دیکھنا ہو وہ آج نماز میرے پیچھے پڑھے۔ اعلان عام ہوا۔ اپنے آئے، بیگانے آئے، چھوٹے آئے، بڑے آئے، ادنیٰ آئے، اعلیٰ آئے۔ آخر میں مفتی صاحب بھی آئے۔ آج تک اس مسجد کی عمارت گواہ ہے، داتا علی مصلیٰ امامت پر کھڑے ہوئے۔ منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ جتنے بھی پیچھے کھڑے تھے کعبہ دیکھ رہے تھے۔ سلام پھیرا تو قدموں پر گر پڑے۔ حضرت نے فرمایا، جو ولی ہوتے ہیں جھوٹے نہیں ہوتے۔ اور جو جھوٹے ہوتے ہیں، وہ ولی نہیں ہوتے۔ میں نے لاہور میں تقریر کی۔ بہت بڑی کانفرنس تھی۔ جب کانفرنس ختم ہوئی تو ایک پروفیسر مجھے ملا۔ کہنے لگا مولانا ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں، یہ آپ نے کیسی بات کہہ دی کہ لاہور میں داتا صاحب کو کعبہ نظر آ گیا۔ پانچ ہزار میل کا سفر ہے، درمیان میں سمندر ہے، فضائیں ہیں، ہوائیں ہیں، کیسے نظر آ گیا۔ میں نے کہا پروفیسر صاحب! آپ کے سامنے قرآن پڑھوں تو آپ کہیں گے سب معنی غلط ہیں۔ حدیث پڑھوں تو آپ کہیں گے اس کا راوی کمزور ہے۔

آیئے ذرا آپ سے آپ کے ذہن کی بات کروں۔ ابھی میں لاہور شہر سے گزرا۔ جم غفیر ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہنے لگا مولانا، محمد علی گھونسے بازی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میں نے کہا مظاہرہ کرے جنگلات میں، مظاہرہ کرے امریکہ میں، نظر آئے لاہور میں۔ کہنے لگا مولانا آپ اس بات پر حیران ہو رہے ہیں۔ اگر پاکستان کی ٹیم میچ کھیلنے لندن کی سرزمین پر تو وہ نظر آتی ہے پاکستان کی سرزمین پر کیوں کہ ایک ایسا اعلیٰ ایجاد ہو چکا ہے۔ ہم سیاروں کی صورت سے ان کی شکلیں، ان کی حرکات و سکنات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے کہا پھر عقل ہوتی تو بات نہ کرتے۔ اگر تمہاری سائنس امریکہ میں کھیلنے والے اور لندن میں

کھیلنے والے کی صورت لاہور اور ملتان میں دکھا سکتی ہے تو میرا رب بھی زمین کی طنابیں کھینچ کر لاہور میں داتا صاحب کو کعبہ دکھا سکتی ہے۔ اللہ کے ولیوں کو اللہ نے یہ طاقت مرحمت فرمائی ہے۔

آج جو لوگ بتوں کی آیتیں اللہ کے ولیوں کیلئے پڑھتے ہیں وہ اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ ربانی ان کو متوجہ کر رہا ہے کہ آؤ اپنی عاقبت کو سنوارو۔ جو آیتیں بتوں کیلئے نازل ہوئی ہے وہ آیتیں اللہ کے ولیوں کیلئے پڑھنا جہالت ہے۔

اکثر یہ آیت پڑھی جاتی ہے اُفٍّ لکُم ولِمَا تعبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہِ. افسوس ہے تم پر کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو سن بھی نہیں سکتے۔ یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کیلئے بولا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے لایا گیا اور کہا گیا سجدہ کرو نمرود کے دربار میں۔ فرمایا میرے رب کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ تو نمرود نے کہا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا ربِّی الَّذِی یُحْیٖ وَ یُمِیتُ. میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں موت بھی ہے اور جس کے ہاتھ میں حیات بھی ہے۔ مرضی آئے موت دے، مرضی آئے زندگی دے۔ نمرود نے دو قیدی بلوائے، ایک کو آگ میں ڈلوا دیا۔ ایک کو رہا کر دیا۔ اے ابراہیم اب تو رب مان۔ ایک کو موت دے دی، ایک کو حیات دے دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاتِی بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبْ. میرا رب سورج نکالتا ہے مشرق سے اگر سب جہاں تیرے ہاتھ میں ہے تو نکال کے دکھا مغرب کی طرف سے۔ فَبُھِتَ الَّذِی کَفَرَ. اللہ فرماتا ہے شرمندہ ہو گیا۔

قَالُوا اَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یَا اِبْرٰھِیْمُ. یہ ربانی کی بات نہیں۔ رب کا فرمان ہے۔ اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ کیا سب کچھ تم نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، بلکہ اس نے جو ان سب میں بڑا ہے، اگر یہ بول سکتے ہیں۔ سب نے کہا اے ابراہیم آپ جانتے ہیں یہ بول نہیں سکتے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا اف لکم ولِمَا تعبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہِ. اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہو جو بول بھی نہیں سکتے۔

ان لوگوں میں اکثر جو اپنے آپ کو بڑا فقیہ، بڑا مفکر سمجھتے تھے اس جیسی آیات حضرت

بہاالحق کیلئے کہیں، بابا فرید الدین کیلئے کہیں، حضرت داتا علی ہجویری کیلئے پڑھیں، شہنشاہ بغداد کیلئے پڑھیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کیا ولی بت ہیں، بت بت ہیں، ولی ولی ہیں۔ بت اللہ کی مار ہے، ولی پہ اللہ کا پیار ہے۔ بت پتھر کی مورت ہے، ولی سنیوں کی ضرورت ہے۔ بت نہ معبود ہے نہ حق ہے، ولی مسرت شراب الست ہے۔ بت کی آنکھوں میں لکیر ہے، ولی کی آنکھ میں تاثیر ہے۔ بت کو کچھ سناؤ تو مردہ کے کان بن جاتا ہے، ولی کو کچھ سناؤ تو خدا خود کان بن جاتا ہے۔ ایک فقیر کہتا ہے، ذرا اپنے دامن میں بھر کر وہ بھی لے جاؤ۔

بت کیا ہے، بت کی معذری کیا ہے؟ ولی کے آگے شانِ سکندری کیا ہے؟ بت کی اطاعت بت پرستی ہے۔ ولی کے دل میں خدا کی بستی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الا، خبردار، انّ، بے شک، اولیاء اللہ، اللہ کے ولی جو لوگ عربی لغت کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ انہیں اندازہ ہے کہ الا کا لفظ جہاں عربی عبارت میں بولا ہے انّ کا لفظ نہیں بولا۔ کیوں کہ الا بھی حرف تاکید ہے اور انّ بھی حرف تاکید ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیارے ولیوں کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے الا بھی کہا ہے اور انّ بھی کہا ہے۔ یا اللہ اتنی تاکید کیوں کی۔ اللہ جانتا تھا کہ کچھ لوگ اللہ کے ولیوں کی تنقیص کریں گے تو اللہ نے حرف تاکید الا بھی لگایا اور انّ بھی لگایا۔ خبردار، بے شک، لوگ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے کہ یہ غیر اللہ ہے تو ربّ نے تاکید لا کر اعلان کر دیا کہ غیر اللہ نہیں ہیں بلکہ اولیا اللہ ہیں۔ فرمایا لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. نہ انہیں کوئی غم ہے نہ انہیں کوئی ڈر ہے۔ کیا ڈر ہو، کیا غم ہو۔ جو خدا کا ہو گیا۔ خدا ہی کا ہو گیا۔ من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ. جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اس کا ہو گیا۔ جن لوگوں نے اپنے دلوں کو اللہ کی طرف متوجہ کر لیا ہے ان کا دل زندہ ہو گیا۔ مدینے کے منبر پر حضور نے فرمایا تھا، میرا کلمہ پڑھنے والے کے جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ صحیح تو آدمی صحیح، اگر وہ غلط تو آدمی غلط۔ اگر وہ زندہ تو آدمی زندہ، اگر وہ مردہ تو آدمی مردہ۔ صحابہ نے سوال کیا وہ کیا چیز ہے؟ الا وھی القلب. وہ دل ہے۔ اگر دل زندہ تو آدمی زندہ، اگر دل مردہ تو آدمی مردہ۔ اگر دل مردہ ہے اور آدمی کار میں ہے مگر وہ مردہ ہے اور اگر دل زندہ ہے اور آدمی سویا ہوا مزار میں ہے مگر وہ زندہ ہے۔ دل

کی زندگی ہمیشہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب.** خبردار ہو جاؤ۔ دلوں کو اطمینان ملتا ہے، سکون ملتا ہے اللہ کے ذکر سے۔

حضرت سعدی نے بڑا اچھا مسئلہ حل کیا۔ وہ فرماتے ہیں، غوث پاک کے ماننے والو! ولیوں کے ماننے والو! ولیوں کے دربار پر جاؤ، ولیوں کے قریب بیٹھو۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں، میں حمام میں گیا۔ مجھے ایک دوست نے مٹی دی۔ میں نے سونگھا تو بڑی اچھی خوشبو آئی۔ میں نے کہا اے مٹی تو مشک ہے یا عنبر۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے ہیں، کہنے لگی میں تھوڑے عرصے گلوں کے ساتھ رہی ہوں۔ البتہ میں مٹی ہی ہوں۔ مگر کچھ عرصہ پھولوں کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے، گل کے ساتھ رہ کر گل کا اثر آ گیا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر مٹی گلوں کے ساتھ رہے تو پھولوں کی خوشبو آ جائے اور اگر ایک گنہگار آدمی اللہ کے ولی کے ساتھ رہے تو خدا کے خوف کی خوشبو آ جائے۔ اگر گناہ سے نجات چاہتے ہو تو ولی کا قرب حاصل کرو۔ اللہ کے ولیوں کے قریب رہو، اللہ کے ولیوں کے دربار پر جاؤ۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ قبروں پر جا کر سجدے کرو۔ ہم مجدد الف ثانی کے غلام ہیں۔ امام ربانی کے ماننے والے ہیں۔ ہم نے ہی جہانگیر کے سامنے سینہ تان کر کہا تھا کہ گردن تو کٹ سکتی ہے مگر اللہ کے سوا کسی کے آگے جھک نہیں سکتی۔ قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے مگر قبر کو چومنا حضرت ایوب انصاری کی سنت ہے۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آباد و شاد رکھے۔ پروردگار عالم اپنا کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ تمام حضرات کیلئے دعا کرتا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہماری حاضری قبول فرمائے۔

آمین یا رب العالمین.

وما علینا الاالبلاغ.

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تحبُّوْنَ اللّٰہَ فاتبعُوْنی یحببکم اللّٰہ وَیَغْفِر لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ واللّٰہ غفور رحیم

قال اللّٰہ تبارك و تعالیٰ فی شان حَبِیْبِہٖ الکریم

ان اللّٰہ و ملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صَلّوا عَلَیْہ وسلموا تسلیماً

درود شریف

واجب الاحترام، صدر گرامی قدر علمائے اہل سنت، قابل قدر دوستو! بزرگو اور نوجوانو! پچھلی تقریر میں جو دوست اور احباب حاضر تھے انہوں نے سماعت کیا ہوگا کہ میں نے عرض کیا تھا۔ جتنا بھی آدمی اللہ کی بارگاہ میں رو رو کے دعائیں کرے، جب تک کہ اس کے دل میں رسول اللہ کی محبت نہیں اس کی دعائیں قبول نہیں ہو سکتیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی آخرت بنانا چاہتے ہیں کہ ہماری آئندہ والی نسل کو معلوم ہو جائے کہ اللہ رب العالمین کس چیز سے خوش ہوتا ہے۔

جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو کئی لوگ کہہ رہے تھے کہ ''لات'' کی طرف آؤ، کسی نے کہا ''منات'' کی طرف آؤ، کسی نے کہا اللہ کو راضی کرنا چاہتے

ہوتو فلاں آستانے پر آؤ، فلاں بتکدہ پر آؤ۔ میرے آقا نے جبل صفا پر کھڑے ہو کر فرمایا، اگر خدا سے ملنا چاہتے ہوتو محمد کے در پر آجاؤ۔ اور ہم یہ بات آج ببانگ دہل کہہ دینا چاہتے ہیں کہ آؤ اگر اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو، اگر خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو، اپنے کاروبار میں برکت چاہتے ہو، اپنی روزی میں برکت چاہتے ہوتو آؤ! یارسول اللہ کے نعرے لگاؤ۔ میں مسلسل کئی دن سے یارسول اللہ کے عنوان پر آپ سے مخاطب ہوں۔ لاہور کے اندر جو حالات پیدا کر دیئے گئے وہ صرف اس وجہ سے کہ چند نادانوں نے یارسول اللہ کے جواب میں مردہ باد کہا۔ میں حیران ہوں کہ یہ ملک کتنی قربانیوں سے حاصل کیا گیا، لوگوں کو تہہ تیغ کیا گیا، ہماری دوکان کو برباد کیا گیا، ہمارے گھروں کو مسمار کیا گیا، ہماری پرواز کے راستے میں جال بچھا دیئے گئے، ہمارے بزرگوں کی آنکھوں کے سامنے ہمارے بزرگوں کے بچوں کو نیزوں پر چڑھایا گیا، مگر ہم نے یہ کہا جان جاتی ہے تو جائے مگر رسول اللہ کی محبت نہ جائے۔ ہم مہاجر ہو کر اس ملک میں اس لئے آئے تھے کہ مردہ باد کے نعرے سنیں۔ یہ وہ کر رہے ہیں جو ملک بنانے کے مخالف تھے۔ یہ آج مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں جب تک اس ملک میں ربانی جیسا نوجوان زندہ ہے رسول اللہ مردہ باد کے نعرے برداشت نہیں کریں گے۔ یا رسول اللہ کی بات پوچھنی ہے تو میرے پیارے ابوبکر صدیق سے پوچھو۔ آج تک مدینے والے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے ہیں۔ باشعور نوجوانو! میرے آقا وعظ فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام کا مجمع لگا ہوا ہے۔ صدیق اکبر داہنی جانب بیٹھے ہیں۔ نبی نے مسکرا کے فرمایا، ابوبکر میں نہیں بول رہا، خدا بول رہا ہے۔ یہ میں نہیں بول رہا، میرا پیارا خدا بول رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا آمنا وصدقنا۔ ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی۔ میرے پیارے آقا نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ میں نہیں بول رہا، خدا بول رہا ہے۔ پھر فرمایا آمنا وصدقنا۔ ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی۔ میرے پیارے آقا نے پھر فرمایا، اے پیارے ابوبکر خدا نہیں، میں محمد بول رہا ہوں۔ کراچی کے باشعور نوجوانو! ابوبکر صدیق فرماتے ہیں آمنا و صدقنا۔ ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی۔ محفل ختم ہوگئی۔ صحابہ مسجد نبوی سے باہر تشریف

لے گئے۔ نبی نے کہا، ابوبکر میں نے کہا خدا بول رہا ہے، تو نے کہا آمنا وصدقنا۔ میں نے کہا میں بول رہا ہوں، تو نے کہا آمنا وصدقنا۔ ابوبکر تم ہر بات پر تصدیق کرتے ہو۔ ابوبکر نے کہا آقا آپ ہی نے تو فرمایا خدا بولنے سے پاک ہے، جو میں بولتا ہوں خدا بولتا ہے۔ اگر خدا بھی بولے مخلوق بھی بولے تو خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں۔ مگر جو میں بولتا ہوں خدا بولتا ہے، وہ بولے تو میں بولا، میں بولا تو وہ بولا۔ آج ہم نماز میں بھی پڑھتے ہیں **قل ھو اللہ احد**۔ اے نبی اعلان کر دو وہ اللہ ایک ہے اور ہم کہتے ہیں اگر ایک ہے تو رسول اللہ بھی ایک ہے۔ اگر اللہ ایک ہے کراچی والو! تو رسول اللہ بھی ایک ہے۔ وہ بنانے میں ایک یہ بننے میں ایک۔ وہ مزمل کی چادر دینے میں ایک، ایک یہ سواری پر سوار ہونے میں ایک۔ وہ خلقت بنانے میں ایک، یہ امت بخشوانے میں ایک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ کراچی والو! ہر آدمی نماز میں پڑھتا ہے قل ھو اللہ احد۔ اے نبی آپ کہہ دو، وہ اللہ ایک ہے۔ کیا ضرورت پڑی تھی۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کو دعوت اتحاد دیتا ہوں، آپ تورات پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام، اے عیسیٰ علیہ السلام۔ یا زبور پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا اے داؤد علیہ السلام کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ بلکہ کہا گیا اللہ ایک ہے۔ یہ نہیں کہا گیا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کہہ دو۔ یہ نہیں کہا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کہہ دو۔ لیکن جب باری آئی آمنہ کے لال کی، کہا گیا قل اعلان کر دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ جن دنوں میں سعودی عرب میں پڑھا کرتا تھا میں نے عرب کے ایک شیخ سے پوچھا تورات میں یہ کہیں نہیں، اے نبی آپ کہہ دو، انجیل میں یہ کہیں نہیں اے نبی آپ کہہ دو۔ لیکن جب ہمارے نبی کی باری آئی تو اللہ فرماتا ہے اے نبی! آپ کہہ دو۔ تو انہوں نے جو جواب دیا وہ سماعت فرمائیے۔ عرب کے وہ شیخ کہنے لگے پچھلے نبیوں نے خدا کو دیکھا نہیں، یہ دیکھ کے آیا ہے۔ جب نوح پیغمبر نے فرمایا اللہ ایک ہے، قوم نے پوچھا آپ سے کس نے کہا کہ وہ اللہ ایک ہے۔ فرمایا مجھے جبرئیل نے بتایا۔ ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ روز کہتے ہیں ''خدا ایک ہے''، آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے جبرئیل نے بتایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''خدا ایک ہے''۔ قوم نے پوچھا

آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے جبرئیل نے بتایا۔ عیسیٰ پیغمبر کی باری آئی فرمایا ''خدا ایک ہے''۔ قوم نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے جبرئیل نے بتایا۔ مدینے کی مسجد کے منبر پر فاطمہ کے ابا نے کہا خدا ایک ہے۔ قوم نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے کسی نے نہیں بتایا، میں آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کتنی مرتبہ دیکھا؟ فرمایا پچیس مرتبہ۔ پوچھا کہاں دیکھا؟ فرمایا ایک مرتبہ سدرہ کی بلندی پر دیکھا اور ایک مرتبہ عائشہ کے حجرے میں دیکھا۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ خدا کیسا تھا جو آپ نے دیکھا؟ وہ خدا کیسا تھا؟ حضرت ابو بکر اٹھے، فرمایا اے اللہ کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ بتایئے وہ خدا کیسا تھا؟ میرے آقا نے فرمایا دنیا میں کوئی چیز اس جیسی ہو تو تشبیہ دے کے بتاؤں کہ وہ ویسا تھا۔ دنیا میں کوئی چیز اس کی مثل ہو تو مثال دے کے بتاؤں کہ وہ ویسا تھا۔ تو صحابہ نے عرض کی اگر اس کو دیکھنا ہو تو کس کو دیکھیں؟ نبی نے فرمایا **من راء نی فقد راء لحق** جس نے مجھے دیکھا اس نے اسی کو دیکھا۔ میرا ہاتھ ''ید اللہ'' ہے، میرا چہرہ ''وجہ اللہ'' ہے، میرا حکم ''امر اللہ'' ہے، میری گفتگو ''کلام اللہ'' ہے، میری مسکراہٹ ''نور اللہ'' ہے، میرا قبلہ ''کعبۃ اللہ'' ہے، میرا سبق ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے، میرا وجود ''محمد رسول اللہ'' ہے۔ اور دوستو! خدا کی قسم جنگلی جانور یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مگر مجھے کہنے دو، جنگلی جانور پہچانتے ہیں، پڑھے لکھے جانور نہیں پہچانتے۔ جنگل کے جانور جانتے ہیں یہ نبی آ رہا ہے۔ حضرت دائی حلیمہ فرماتی ہیں، رسول اللہ میرے گھر میں، میرے پیارے آقا میرے گھر میں۔ حضور کی عادت کریمہ ہے صبح کو ناشتہ کیا، میری بکریوں کو لے کر جنگل جاتے ہیں، دوپہر کو واپس آتے ہیں۔ میرے بیٹے کہتے تھے، امی جدھر جدھر سے محمد عربی کا گذر ہوتا تھا درخت سجدہ کرتے تھے۔ کہہ دو سبحان اللہ! میرے پیارے دوستو! یہ جو درخت سجدہ کر رہے ہیں بشر سمجھ کر کہہ رہے ہیں، یا نبی سمجھ کے۔ نبی سمجھ کے نا؟ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جدھر سے گذر ہوتا تھا پتھر بھی درود پڑھتے تھے۔

آؤ شب برأت کے عنوان پر وہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔ وہ حدیث کھول کے پڑھو۔ حضرت عائشہ ام المومنین قیامت تک کے مومنوں کی ماں فرماتی ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم مجھے رات کو بستر پر نظر نہ آئے۔ دل میں خیال آیا کہیں آقا مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے ہیں۔ میں دیکھنے گئی تو حضور مسجد میں بھی نہیں تھے۔ پھر میں جنت البقیع پہونچی۔ دیکھا تو میرے آقا ہاتھ اٹھا کے قبر والوں کیلئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ ام المومنین فرماتی ہیں، میں پیچھے کھڑی ہوگئی۔ تھوڑی دیر ہوئی کہ آواز آئی **الصلوٰۃ و السّلام علیك یا رسول اللّٰہ**. ام المومنین فرماتی ہیں دائیں دیکھا، بائیں دیکھا کوئی نظر نہیں آیا۔ حضور دعا فرماتے رہے۔ دعا کا سلسلہ جاری رہا۔ میں نے عرض کی سرکار اللہ کے آخری پیغمبر! یہ سلام کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ میں نے سب طرف دیکھا کوئی آدمی نظر ہی نہیں آیا۔

کراچی کے باشعور نوجوانو! میرے آقا نے فرمایا، مجھ پر صرف انسان درود نہیں پڑھتے۔ اس درخت کے پیچھے ایک درخت کھڑا ہوا ہے جو تیرے نبی پر سلام پڑھ رہا ہے۔ میں مدینہ منورہ میں پڑھاتا تھا حاجی صاحبان گئے، دعا کرو اللہ سب کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ وہاں پر حضرت عثمان کا کنواں آج بھی موجود ہے۔ میں وہاں پر کھڑا ہوا تھا۔ ایک عربی کہنے لگا، اے لڑکے پاؤں ہٹالے۔ میں نے کہا کیوں؟ عربی کہنے لگا **انت لاتعلم ھذاالحجر کان یصلی علی النبی** تجھے معلوم نہیں یہ پتھر نبی پر درود پڑھا کرتا تھا۔ تو پتھر درود پڑھا کرتا تھا۔ مگر آج کے انسانوں کے دل اتنے پتھر ہوگئے ہیں کہ یہ یا رسول اللہ نہیں کہتے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، ایک دن میں نے پیارے نبی کو ہاتھ لگایا۔ میں نے دیکھا تو حضور کو بخار ہے۔ محسوس کیا پیارے آقا تکلیف میں۔ کہا آج تجھے جنگل نہیں جانے دوں گی۔ بیٹے جاؤ، بچو! تم جاؤ۔ آج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جائیں گے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں دوسرا دن آیا۔ میں نے ہاتھ لگایا، بخار تھا۔ تیسرے دن ہاتھ لگایا تو بخار تھا۔ چوتھے دن ہاتھ لگایا تو بخار تھا۔ میں ضد کر گئی کہ آج جنگل نہیں جانے دوں گی۔ جب مغرب کا وقت آیا میرے بیٹے آہ و بکا کرتے روتے روتے آ گئے۔ امی وہ چھوٹی بکری تھی، اس کو جنگل کا شیر لے گیا۔ حلیمہ کہتی ہائے میں ماری گئی۔ بکری شیر لے گیا، میں ماری گئی۔ میرے نبی کی عمر پانچ سال کی۔ امی ہائے کرنا نبیوں کی شریعت میں جائز نہیں۔ بیٹا بکری لے گیا شیر فرمایا۔ میں تو واپس لانے

والا۔ محمد دور تو نہیں۔

''جس کو جنگل کا شیر اٹھا کر لے جائے کون واپس کرے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینوں کے سرور، یارسول اللہ کہنے والوں کی سننے والے آقا، ہمارے پیارے، بے سہاروں کے سہارے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، پیارے بھائیو! وہ شیر کدھر سے آیا تھا؟ بھائیوں نے کہا مشرق کی طرف سے آیا۔ میرے پیارے آقا اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ فرمایا ''او جنگل کے شیر جلد آؤ! تمہیں نبی بلا رہے ہیں''۔ جب حضور نے تین مرتبہ کہا تو گھاس میں سے تین شیر آئے اور اپنا اپنا سر نبی کے قدموں میں رکھ دیا۔ میرے پیارے آقا فرماتے ہیں، تمہیں ذرا بھی شرم نہ آئی کہ اسی حلیمہ کی بکری اٹھائی۔ اپنی زبان باہر نکالی، نعلین مبارک سے لگا کر عرض کیا۔

نبی ناراض نہ ہونا، آپ جنگل میں بکریاں لے کر آتے ہم گھاس میں چھپ چھپ کر آپ کی زیارت کیا کرتے۔ آج پانچ دن ہو گئے، آپ جنگل میں نہیں آئے۔ آخر جنگل کے شیروں نے مشورہ کیا حلیمہ کی بکری اٹھا لے آؤ آ، چھڑانے کیلئے تو تشریف لائیں گے ہی۔ یارسول اللہ بکری کا بہانہ ہے، اصل میں آپ کے دیدار کا نشانہ ہے۔ جانور جانتے ہیں، پانچ سال کا مگر ہے نبی اور انسان کہتے ہیں کہ نبی کو چالیس سال تک اپنا بھی پتہ نہیں کہ میں نبی ہوں بھی یا نہیں۔

ہم پاکستان میں جھگڑے کے لئے نہیں بلکہ پاکستان جس مقصد کیلئے بنا ہے، اس کیلئے یہ باتیں کرتے ہیں۔ ربانی کہتا ہے ملک پاکستان بغیر یارسول اللہ کے ایسا ہے جیسے لفظ بغیر معنی کے۔ یارسول اللہ کے بغیر پاکستان ایسا ہے جیسے پیاس ہو پانی نہ ہو۔ یا کشتی ہو نوح نہ ہو۔ یارسول اللہ کے بغیر پاکستان کا استحکام نہیں۔ سچی بات ہے، ہمیں تو یہ پاکستان ملا ہی یارسول اللہ کے ذریعہ۔ ہم تو رسول اللہ کے وسیلے کو ماننے والے، وسیلہ ماننا پڑے گا۔ ہم اللہ رب العزت کو سمیع وبصیر مانتے ہیں۔ سنتا بھی ہے، اللہ دیکھتا بھی ہے۔ مگر قبول کسی کسی کو کرتا ہے۔

فرشتو! کہاں سے آئے ہو؟ اے اللہ وہاں سے آئے ہیں جہاں تیری تسبیح کر رہے تھے۔ فرمایا دیکھو کہیں اول وآخر درود بھی ہے۔ یا اللہ وہ تو تیرے ہی تھے۔ اول آخر درود نہیں تھا۔

فرمایا جاؤ دعا اس کے منہ پر مار دے۔ ہمیں ان دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ یا اللہ ایک ایسے مکان پر پہنچے تو جہاں توحید کا نعرہ تھا۔ اول آخر درود پڑھتے۔ اللہ وہ بندے بڑے گنہگار تھے۔ نمازوں میں سستی کرتے تھے، سارا دن جھوٹ بولتے تھے۔ مگر جب تیرے نبی کا نام آتا ورود کے آنکھیں جھکا کے چوم لیتے۔ فرمایا میں ان کے اعمال بد کو دیکھوں یا اپنے پیارے محبوب کے نام کو۔ آپ کہتے ہوں گے اپنی طرف سے کہتا ہے۔ نہیں نہیں، دعا کرو اللہ سب کو نمازی بنائے۔ اللہ سب کے بچوں کو قرآن کا قاری بنائے۔ جب ماں نمازی ہوتی ہے بیٹا نمازی ہوتا ہے، جب ماں عالمہ ہوتی ہے بیٹا عالم ہوتا ہے، جب ماں پرہیزگار ہوتی ہے بیٹا پرہیزگار ہوتا ہے، جب ماں ہاجرہ ہوتی ہے بیٹا اسمٰعیل ہوتا ہے، جب ماں فاطمہ ہوتی ہے بیٹا حسین ہوتا ہے۔ نماز کے عادی بنو، قرآن کے قاری بنو۔ نماز کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا کرو۔ جب دوکان پر بیٹھا کرو بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ مرتبہ درود پڑھ لیا کرو۔ پھر شام کو اپنے گلّے والے پیسے گن لیا کرو۔ جب دوکان کھولی تالی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اول آخر گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر دوکان کھولا کرو۔ پھر شام کو پیسے گن لیا کرو۔ پھر ربانی کو دعائیں دیا کرو۔

حضور سرور کائنات خود فرماتے ہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا دور تھا۔ ایک آدمی نے بہت گناہ کئے۔ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اگر میں دعا کروں تو میرے گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے مکان پر پہونچے۔ فرمایا آپ تو بہت بزرگ ہیں۔ وہ شخص تو بڑا بدکردار تھا۔ آپ اس کے یہاں کیسے؟ فرمایا وہ دیکھو اس کی لاش پڑی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے نبوت والے ہاتھوں سے اٹھایا۔ کفن دیا۔ پھر دعا مانگی۔ آج تو لوگ کہتے ہیں جنازے کے بعد دعا کیا ہوتی ہے۔ ان سے کہو شریعت موسوی کا مطالعہ کرلو۔ ان کی شریعت میں بھی جنازے کے بعد دعا مانگنا چاہئے۔ کہتے ہیں نماز جنازہ کے بعد دعا کہاں لکھی ہوئی ہے۔ کہو نماز جنازہ بھی تو دعا ہے۔ **اللّٰھم اغفر لحیّنا ومیتنا وشاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا.** کیوں کراچی کے باشعور نوجوانو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک آدمی پہلے وضو کر چکا ہو، اس کے بعد میں بھی وضو کرلے تو وہ کیا کہے گا۔ اعتراض

نہیں کرے گا نا؟ کہتے ہیں صاحب پہلے دعا مانگ لی تو بعد میں کیوں مانگتے ہو؟ ہم کہتے ہیں ہماری دعائیں پکی ہو جاتی ہیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ، فرمایا گواہ ہو جا ہم نے اس کی ساری خطائیں بخش دیں، سارے گناہ بخش دیئے۔ اب جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے آسمان کے بنانے والے خلاق، اے دنیا کے پیدا کرنے والے ذرا اتنا تو بتا اس نے کبھی تیری تعریف نہیں کی، تجھے اس کی کون سی ادا پسند آئی۔ فرمایا جب یہ تورات کھول کے بیٹھتا تھا، جب میرے مدینے والے نبی کا نام محمد آتا تھا تو یہ اسے چوم لیا کرتا تھا۔ میں اس کے اعمال بد کو دیکھوں یا اپنے پیارے محبوب کے نام کو دیکھوں۔

ربانی کہتا ہے، یہ اپنی عبادت پہ ناز کرنے والے متکبر اگر موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا یہودی اسم محمد کی تعظیم کر کے جنت کا حقدار ہو سکتا ہے تو ہم یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر جنت کے حقدار کیوں نہیں ہوں گے۔ یا رسول اللہ کا نعرہ ہمارے لئے محبت کی بات ہے۔ یا رسول اللہ کا نعرہ ہمارے نزدیک برکت کا وسیلہ ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک کے ہر مسلمان کی روزی میں برکت ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ ملک کا مسلمان خوش رہے۔ جو لوگ یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے سے روکتے ہیں ملک کی مخالفت کرتے رہے، پاکستان تو یا رسول اللہ والوں کی کوشش سے بن گیا۔ اب وہ نعرہ لگاتے ہیں مردہ باد۔ زندہ باد، مردہ باد، اندازہ لگاؤ نعرہ تکبیر کے بعد نعرہ رسالت مردہ باد اور نعرہ رسالت کے بعد اپنا نعرہ زندہ باد۔ کوئی ہے ایسی مثال دنیا میں۔ نعرۂ تکبیر کے بعد نعرۂ رسالت مردہ باد اور نعرۂ رسالت کے بعد مولوی صاحب زندہ باد یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ نعرہ تکبیر کے بعد کہتے ہو کہ فلاں کے مولانا زندہ باد۔ کون سی حدیث میں ہے؟ جی نہیں۔ یہ حدیث کی بات نہیں ہوتی، یہ تو دل کی بات ہوتی ہے۔ فلاں نے مولوی صاحب کی زندہ باد کو تمہارا دل مانے اور نعرہ رسالت زندہ باد کو تمہارا دل نہ مانے۔ ربانی کہتا ہے تمہارا دل نہیں مانتا تو نہ مانے، ہم اپنے علم پر ناز کرتے ہو، ہم اپنی محبت پر ناز کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں، دیکھا ایک آدمی آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے، اے اللہ! ایک مرتبہ دیکھوں تجھے تو نئے نئے کپڑے دوں گا۔ مدت ہو گئی تجھے کسی نے

نہلایا نہیں، تجھے بڑے اچھے صابن سے نہلاؤں گا۔ یا اللہ! میں تیری آنکھ میں سرمہ ڈالوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا یہ کیسی بے وقوفی کی باتیں کر رہا ہے۔ نبی تھے جلال والے، کہا اوئے بے وقوف! کیسی بات کرتا ہے سونٹا لیا اور ایک دیا۔ کہا بے وقوف اللہ نہانے سے پاک ہے، آسمان کی طرف دیکھا اور کہا بڑا بے نیاز ہے۔

ایک مرتبہ بات کر لی تو مار کھلا دی، ہم نہیں بولیں گے۔ اس کی یہ ادا بڑی پسند آئی۔ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور گئے۔ آواز دی، یا سمیع یا بصیر! اے سننے والے، اے دیکھنے والے، میں تیرا کلیم آ گیا، کلام بھیج۔ جب نبی ہوں، جب کلیم ہوں، جب موسیٰ ہوں، جب روز تو بولتا ہے، آج بھی بول۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ کیا، اللہ نے فرمایا موسیٰ تم میرے نبی ہو مگر اس وقت تک کلام نہیں کروں گا جب تک میرے بندے کو منائے گا نہیں۔ جلدی جا، جس کو سونٹا مارا ہے منا کے لا۔ یا اللہ وہ تو بڑی مشرکانہ باتیں کر رہا تھا۔ وہ تیرے کپڑے دھو رہا تھا، تجھے نہلا رہا تھا، تیری آنکھوں میں سرمہ ڈال رہا تھا۔ تو ان چیزوں سے پاک ہے۔

فرمایا موسیٰ میں سونے سے نہلانے سے پاک کپڑوں سے پاک سرمہ سے پاک، مگر جہاں تک اس کی عقل کام کر رہی تھی، وہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ ہم علم کے قائل نہیں، ہم محبت کے قائل ہیں اور یہی محبت ہے۔ بڑا سے بڑا علامہ ہو مگر محبت نہیں۔ شیطان سے بڑا عالم دنیا میں نہیں۔ ستر ہزار فرشتوں کی جماعت کو سبق دیتا تھا۔ ایک مرتبہ اللہ نے انی جاعِل فی الارض خلیفہ فرمایا۔ زمین میں خلیفہ بنا رہا ہوں۔ سجدہ کرو کہنے لگا۔ کیوں آدم کی نسل کو سجدہ کروں؟ اللہ نے فرمایا تو نے آدم کی نسل کو دیکھا مگر جبین آدم کی اصل کو نہ دیکھا۔ کہاں اصل، کہاں نسل۔ ہم نسل وہ اصل، ہم بدتر وہ بہتر، ہم انسان نبی خیر الانام، ہم ارذل، نبی افضل، ہم گدا نبی ختم نبوت کے بادشاہ۔ ہم خاک نبی پاک۔

ہم جنت جانے والے نبی جنت بھیجنے والے، ہم کوثر پینے والے نبی جام بھر بھر کے پلانے والے، ہم خدا کو تلاش کرنے والے نبی ہاتھ پکڑ کے اللہ سے ملانے والے۔ آج ساری دنیا کہتی ہے یا اللہ راضی ہو جا یا اللہ تو یہ تو بتا تو کیسے راضی ہو گا؟

پچھلے دنوں میں حیدر آباد تقریر سے آ رہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھا ہوا، گاڑی بہاول پور پہونچی۔ جب گاڑی بہاول پور سے آگے چلی تو باشرع ٹھیک ٹھاک صورت تھی کہنے لگا۔ دیکھو جی یہ یا رسول اللہ والوں نے کیسا ملک میں فساد پھیلا رکھا ہے، گیارہویں شریف، میلاد شریف۔ میں نے سنا یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں اوپر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ نیچے بیٹھا تھا۔ میں نے اوپر سے نیچے دیکھا۔ میں نے کہا صاحب ایسی باتیں نہ کرو۔ ملک میں اتحاد کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا صاحب آپ تو ناراض ہو گئے۔ بولا آپ کا نام؟ میں نے کہا وحید ربانی۔ بولے کہاں رہتے ہو؟ میں نے کہا ملتان۔ بولے آپ کا کام؟ میں نے کہا تبلیغ قرآن۔ بولا آپ کا مذہب؟ میں نے کہا اسلام۔ بولا ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔ وہابی تو نہیں ہیں۔ میں نے کہا آپ کی عقل میں خرابی تو نہیں۔ یا اللہ تو کیسے راضی ہوگا؟ آخرت کی فکر کرو۔ اللہ فرماتا ہے ومن الناسِ من یقول آمنا باللّٰہِ وبالیوم الآخر وما ھم بمومنین. جو اللہ کو مانے، آخرت کی فکر کرے، ان سے کہہ دو وہ مومن نہیں، وہ ایماندار نہیں۔ یا اللہ کیا بات ہے، تجھے مانیں، آخرت کی فکر کریں، پھر بھی مومن نہیں۔ تو تو کیسے راضی ہوگا؟ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللّٰہ. اے میرے محبوب! ان سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، اللہ پر ایمان لانے سے راضی نہیں، اللہ آخرت کی فکر سے راضی نہیں ہوگا۔ فاتبعونی میری تابع داری کرو۔ دوسرے معنی میں یوں کہو محمد عربی کے دروازے پر آؤ۔ جب نبی کے دروازے پر آؤ گے کیا ہوگا یحببکم اللّٰہ. اللہ تم سے محبت کرے گا ویغفر لکم ذنوبکم تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔

یا اللہ تو جبار ہے، یا اللہ تو قہار ہے۔ فرمایا میں جبار بھی ضرور ہوں، قہار بھی ضرور ہوں، لیکن جب تم میرے نبی کی تابعداری کرو گے، میں جبار ہوں، جباری بھی کروں گا، میں قہار ہوں قہاری بھی کروں گا، جب میرے نبی کے دروازے پر آجاؤ گے، فرمایا واللّٰہ غفور رحیم. پھر رحیم کے صدقے مغفرت ورحمت والے ہو جاؤ گے۔

سچی بات کہتا ہوں، ہمارا تو نبی کے بغیر گذارہ ہی نہیں۔ لاکھ اللہ کے بندے بنو، مگر اللہ کہتا

ہے میرے نہیں جب تک مدینے والے کے غلام نہیں بنو گے۔ کہو گے، ربانی صاحب اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ انصاف سے جواب دینا جوانو! دیکھو جناب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے جو کتاب مبین نازل کی وہ برحق ہے۔ اس کتاب مبین سے پوچھو۔ ابولہب اللہ کا بندہ ہے، یا نہیں اللہ نے فرمایا لعنت تبت یدا ابی لھب و تب یا اللہ ابولہب تیرا بندہ۔ فرمایا ایک پر لعنت دوسرے پر آگ لگے گی۔ یا اللہ پھر تیرے کون؟ فرمایا محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار. (الآیۃ خرہ)۔ میرا ابوبکر، میرا عثمان، میرا علی، میرا یہ کالا بلال، یا اللہ! تیرے کون ہیں۔ فرمایا میرے نبی کے غلام۔

دوستو! سچی بات کہتا ہوں، جس نے نبی پاک کے نام پر درود پڑھ لیا، مسجد کو آباد کیا، ماں کی عزت کی، باپ کا ادب کیا، تو نوجوانو! اپنی ماں کو گالی نہ دو، ماں سے اونچی آواز میں کلام نہ کرو، اپنی والدہ محترمہ سے بدکلامی نہ کرو۔ شریعت میں حکم یہ ہے کہ جہاں تمہاری ماں بیٹھی ہو اس کے برابر نہ بیٹھو۔ ماں کے قدموں میں بیٹھو، ماں کے قدموں میں جنت ہے، ماں کے قدموں کو چوم لیا کرو۔ حضور نے ایک دفعہ فرمایا، وہ نوجوان کتنے بخت والا ہے۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! کون جوان؟ فرمایا جو آدھی رات کے وقت اپنی ماں کے قدم پکڑ کر کہتا ہے، امی اللہ کے دربار میں میرے لئے دعا کرو، اللہ فرماتا ہے مجھے اپنی ربوبیت کی قسم جب اس کی والدہ دعا کرتی ہے، پھر میں اس جوان کے اعمال نہیں دیکھتا۔ اس بڑھیا کے سفید بالوں کو دیکھ کر اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں۔ اور آؤ حدیث سنتے جاؤ۔ کیا کروں آج قوم بہت دور ہو گئی۔ مدینہ کی مسجد میں ایک نوجوان آ گیا، کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے منت مانگی تھی، میرا کام ہو جائے۔ کعبہ شریف کی دہلیز کو بوسہ دوں گا۔ اب کام ہو چکا مدینہ سے مکہ مکرمہ تین سو میل کے فاصلے پر ہے، ہاتھ میں نہ پیسے اور نہ صحت۔ کیا کروں، منت کیسے پوری کروں۔

میرے نبی نے فرمایا گھر چلا جا۔ ماں کے قدموں کو بوسہ دے، منت پوری ہو جائے گی۔ اس نے بڑے ادب سے عرض کی، یا رسول اللہ میری والدہ انتقال کر چکی ہے۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا اگر وہ انتقال کر چکی ہے، قبرستان چلا جا۔ ماں کی قبر کو بوسہ دے دے منت

پوری ہو جائے گی۔ اس نے پھر عرض کی یا رسول اللہ میں بچپن میں تھا، میری امی فوت ہو گئی۔ اب آپ فرمایئے مجھے معلوم نہیں کہ میری والدہ کی قبر کہاں ہے۔ فرمایا جس قبرستان میں ہو اس قبرستان کی کسی قبر کو ماں کی قبر تصور کر لے۔ پاؤں کی طرف سے بوسہ دے دے منت پوری ہو جائے گی۔ وہ رویا۔ کہنے لگا اللہ کے رسول! اللہ کے پیارے! مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میری والدہ کی قبر کون سے قبرستان میں ہے۔ تو میرے آقا نے فرمایا اذھب الیٰ بیتك. گھر چلا جا۔ ایک زمین پر لکیر کھینچ۔ اس لکیر کو ماں کی قبر تصور کر پاؤں کی طرف اسے بوسہ دے دے، منت پوری ہو جائے گی۔

ربانی کہتا ہے نوجوانو! جب لکیر کھینچ کر اس کو ماں کی قبر تصور کیا جا سکتا ہے تو ان انگوٹھوں میں محمد عربی کے نور کو تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ماں کی قبر تصور کرنے سے ماں کی قبر کو بوسہ دینے سے منت پوری ہو سکتی ہے تو رسول اللہ کے نام کو بوسہ دینے سے عاقبت کیوں نہیں سنور سکتی۔

نوجوانو! میں اتحاد کا درس دیتا ہوں۔ میرا یہ عقیدہ ہے جس طرح میرا نبی شان والا ہے، جس محفل میں میرے نبی کا ذکر ہو وہ محفل بھی شان والی ہے۔ آج یہاں جتنے حضرات کھڑے ہیں یا بیٹھے ہیں، داہنی جانب بائیں جانب بالکل سامنے جتنے بزرگ نوجوان دوست احباب موجود ہیں، میرا ایمان ہے کہ تم پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ کوئی اپنی پناہ گاہ میں ہوگا، کوئی اپنے مکان میں ہوگا۔ اللہ جس کی روزی میں برکت دیتا ہے اسے اپنے ذکر کی محفل میں بھیج دیتا ہے۔ آپ یہاں جتنے حضرات تشریف فرما ہیں، یہی لمحات، یہی گھڑیاں قیامت کے دن آپ کے سامنے آئیں گے۔ یہ زمین گواہی دے گی۔ یہ درخت کے پتے گواہی دیں گے۔ زمین کے ذرات پکاریں گے۔ یا اللہ ربانی کے وعظ میں فلاں بھی موجود تھا۔ نہ وزارت کی باتیں تھیں، نہ سیاست کی باتیں تھیں۔ دوستو! ہم چاہتے ہیں کہ آپ یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کریں۔ اس میں تمہاری نجات ہے۔ ساری دنیا نیک ہو جائے، ساری دنیا نمازی ہو جائے، خدا کی خدائی میں تل بھر کا فرق نہیں ہے اور سارے بد ہو جاؤ، اللہ کی ربوبیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ تو ہم اپنی بھلائی کیلئے کرتے ہیں۔ میری تقریر کا عنوان یہ نہیں تھا۔ کسی صاحب نے یہ

پرچہ دیا ہے۔ کیوں بھئی عظمت مصطفیٰ پر بول رہا ہوں نا۔ رقعہ آیا ہے۔ حضور نے فرمایا جو شخص جنگ قسطنطنیہ میں شریک تھا، حضور کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اس جنگ میں یزید بھی شریک تھا۔ کیا وہ جنتی ہے؟ میں کہتا ہوں جس صفحہ پر یہ حدیث پڑھی ہے، اس کے دوسرے صفحہ پر یہ حدیث بھی پڑھو۔ میرے پیارے آقا نے فرمایا، جو شخص میرے مدینے پر حملہ کرے گا وہ شخص جہنم کے نچلے حصے میں جلے گا۔ جب میرے امام حسین کی شہادت ہو گئی، جب یزید نے مدینے میں کرفیو لگا دیا، میرے بزرگو! تیرہ دن مدینے کی مسجد میں اذان نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں مسجد کے کونے میں چھپ گیا۔ لیکن جب اذان کا وقت ہوتا تو روضۂ رسول سے اذان کی آواز آتی۔ قسطنطنیہ میں جو چلا گیا وہ جنتی اور جس نے مدینے پر حملہ کیا وہ جہنمی۔ اب تو یہ بتا یہ حدیث کہاں سے لے گا۔ تیرہ دن کرفیو لگایا مدینے میں یزید نے، تیرے نزدیک یزید جنتی ہے۔ رسول کی حدیث کے نزدیک یزید جہنمی ہے اور میں نے مسٹر پارک کے جلسے میں کہا تھا اور آج بھی بانگ دہل کہتا ہوں، یہاں سی آئی ڈی کے حکام موجود، مارشل لاء پارٹی کے نمائندے مجھے معلوم ہے یہاں موجود ہیں۔ میں ان کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ جن صاحب نے رقعہ دیا ہے، جن صاحب نے یہ پرچی دی ہے، یہی لوگ ملک میں فساد کرانا چاہتے ہیں۔ یہ سوچتے ہیں کہ کسی طرح حسینی اور یزیدیوں میں کٹاؤ ہو۔ لیکن یاد رکھو! لاکھ یزیدی اکٹھا ہو جائیں، ایک حسینی کے تھپڑ سے ڈھول ٹوٹ لے گا۔

یہ ملک حسین کے نام لینے والوں نے بنایا۔ جو یزید کی تعریف کرنا چاہتے ہو چلے جاؤ، کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہمیں پریشان نہ کرو، ہم اس ملک میں امن چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہماری تو زبانیں بند ہیں، ہمارے منہ بند ہیں، مارشل لاء پارٹی نوٹ کرے کہ میں اس ملک کے ایک ایک ذرے کی حفاظت چاہتا ہوں۔ اس ملک کے ریت کا ایک ایک ذرہ میرے بزرگوں کے خون کا ماحصل ہے۔ مگر یہ لوگ جو یزید کو جنتی کہتے ہوئے تن تناتے ہیں، ان کو لگام دو ورنہ ہم کو اجازت دو۔ ارے ہمارے تو منہ بند ہیں، دوستو! اللہ کے کہنے سے منہ کھل جاتا ہے۔ دوسرے معنی میں آپ کی زبان میں کہوں منہ پھٹ جاتا ہے۔ اللہ کہا تو منہ پھٹ گیا اور جب محمد کہا تو

منہ بند ہو گیا۔ تو ہے ہی منہ پھٹ۔ جو مرضی آئے کر، لوگ کہتے ہیں میاں یہ منہ پھٹ ہے۔ اس سے باتیں نہ کرو۔ بابا جاؤ جاؤ کہتے ہیں نا بابا یہ منہ پھٹ ہے اس سے باتیں نہ کرو۔ بھائی تم اپنی عزت کو دیکھو، یہ تو منہ پھٹ ہے۔ اس کا تو منہ پھٹا ہوا ہے۔ اللہ اللہ کے نعرے لگاتے ہو منہ تو پھٹ گیا۔ چاہے جنتی بناؤ چاہے جہنمی بناؤ اور جب محمد کہو گے منہ بند ہو جائے گا۔ ہم کہتے ہیں، ہم سب کا ادب کرنے والے ہیں۔ ہمارا یزید کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ یزید اس جنگ میں تھا بھی یا نہیں۔ چار سال کا بچہ کیا جنگ کرے گا۔ جب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا ہم نے تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگایا ہے۔ جب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا یزید کی عمر چار سال کی تھی۔ چار سال کا بچہ کبھی کمانڈر ان چیف بنتا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھو ذرا بند قبا دیکھ

کچھ مطالعہ کیا کرو، پڑھا بھی کرو۔ اس قوم کو بے وقوف نہ بناؤ۔ اس قوم میں سارے یزیدی نہیں۔ اس قوم میں سارے حسینی ہیں۔ دیکھئے اتنا بڑا مجمع ہے۔ آپ کا اتنا بڑا عظیم الشان اجلاس دائیں بائیں سامعین کی کثیر تعداد ہے۔ اس مجمع میں اعلان کرتا ہوں، جو چاہتا ہے کہ میں یزید کے ساتھ قیامت کے دن اٹھوں وہ ہاتھ کھڑا کرے۔ اب جو چاہتا ہے میں حسین کے ساتھ اٹھوں وہ بھی ہاتھ کھڑا کرے۔

یا اللہ! ہاتھوں پر گواہ ہو جا۔ یا اللہ قیامت کے دن ہمیں حسین کے ساتھ اٹھا۔ عزیزانِ محترم دعا کیجئے کہ اللہ یہ دعا قبول فرمائے۔ پروردگار اپنی بارگاہ میں منظور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مستجاب فرمائے۔ اللہ آمین کہنے والوں کی روزیوں میں برکت دے، اللہ ان کے کاروبار میں برکت دے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

فاعوذ باللہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان

وایدھم بروح منہ.

نہایت ہی واجب الاحترام سرمایہ ملت اسلامیہ صدر اجتماع مفتی اعظم سکھر استاذ العلماء فخر ملت حضرت علامہ مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ العالیٰ نہایت ہی قابل قدر علمائے اہلسنت نوجوانان ملت، میرے قابل قدر بزرگو، دوستو، نوجوان ساتھیو، بڑا کرم فرمایا حضرت مفتی اعظم سکھر نے، شفقت فرمائی، حکم دیا کہ ربانی تو پورے ملک ہی میں نہیں، تو تو یورپ میں بھی تقریریں کر کے آیا ہے، جی چاہتا ہے کہ آج ہمارے سامنے بیٹھ کر ہمیں اپنے آقا کی شان سنائے۔ اشتہارات کے ذریعہ آپ نے پڑھ لیا ہوگا کہ یہ مقدس تقریب اس دور کے عظیم مجدد دنیائے انسانیت کے رہنما محسن اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے منعقد کی گئی ہے۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو یہ بات اچھی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ احمد رضا فرد واحد کا نام نہیں۔ احمد رضا پوری

ایک تحریک کا نام ہے۔احمد رضا ایک انسان کا نام نہیں بلکہ مجسم ایک جواب کا نام ہے۔احمد رضا ایک انسان کا نام نہیں بلکہ ایک مکتبۂ فکر کا نام ہے۔ایک فکر کا نام ہے۔ایک دانش کا نام ہے۔ ایک عشق کا نام ہے۔اگر غور سے دیکھو تو یہ بڑے کام کا نام ہے۔احمد رضا نہ تیری رضا، نہ میری رضا، مدینے والے کی رضا۔ذرا مل کے کہہ دو سبحان اللہ۔جو بات اچھی لگے ذرا سبحان اللہ کہہ دینا۔ ماشاء اللہ۔ میں بھی جوان ہوں، جلسہ کرانے والے بھی جوان ہیں اور سامعین کی اکثریت بھی جوان ہے۔انشاء اللہ بات جوانوں کی طرح ہوگی۔جو بات اچھی لگے ذرا سبحان اللہ کہہ دینا۔تو احمد رضا کسی دنیا کے انسان کی رضا نہیں، اِن کی رضا نہیں، اُن کی رضا نہیں، اہل اقتدار کی رضا نہیں، احمد رضا مدینے والے کی رضا۔میرے مجدد کا نام دنیا کو متوجہ کرتا ہے کہ کائنات میں سب راضی ہو جائیں، اگر مدینے والا راضی نہیں تو نجات نہیں ہوگی۔

نعرہ ہائے تکبیر ـــــــــ

فیضانِ رضا، سب کہو جاری رہے گا۔ذرا سینوں سے آواز نکالو۔فیضِ رضا جاری رہے گا۔ جوش کے ساتھ آواز آئے۔فیضِ رضا، جاری رہے گا۔فیضِ رضا جاری رہے گا۔جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔کئی مٹانے والے آئے مٹ گئے، کئی کفر کے فتوے لگانے والے آئے اور اس دنیا سے خاموشی کے ساتھ چلے گئے، کئی لوگوں نے زبانیں کھولیں مگر زبانیں گنگ ہو گئیں، ادیبوں کے قلم ٹوٹ گئے، خطیبوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں، بڑے بڑے رسالے نکلے مگر مٹ گئے، بڑے بڑے مفسرِ قرآن میرے احمد رضا کے بارے میں غلط باتیں لکھتے رہے مگر ان کے اپنے ان کا چہرہ نہ دیکھ سکے، مگر فیضِ رضا آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگا۔یہ کسی دنیا دار کی رضا نہیں احمد کی رضا۔ بھائیو! ذرا غور کیجئے، ذرا تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگائیے۔ بریلی کے اندر جب دنیائے انسانیت کو اکٹھا کیا گیا، انگریز نے کہا کہ مجھے کچھ ایسے علماء چاہئیے جو مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد کو کم کریں۔ بڑے بڑے علماء یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ وقت کے ساتھ بھی چلنا پڑتا ہے۔ان لوگوں کو خریدا گیا۔تاریخ دیوبند پڑھیے، تاریخ ہند پڑھیے۔تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگاؤ اور تاریخ کے آئینہ میں دیکھو۔آج ظلم ہے کہ اس ملک

کے اندر وہ لوگ تاریخ کے مورخ سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے تاریخ پر ظلم کیا ہے،

وقت پڑا گلستاں پہ تو خون ہم نے دیا   اور جب بہار آئی تو کہتے ہو تمہارا کام نہیں۔

نعرہ ہائے تکبیر ـــــــــ

اعلیٰ حضرت سے لوگوں نے کہا حضور آپ تعریفوں میں لگے ہوئے ہیں، اب لوگوں نے شور شرا اٹھایا ہے کہ یا رسول اللہ کا نعرہ نہیں لگنے دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کو انگریز نے پابند سلاسل کر دیا۔اب تاریخ بریلی پڑھو۔آج اپنے کو مرد مجاہد کہنے والے وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نے اسیری کی زندگی گزاری ہے، ہم جیلوں میں گئے ہیں، ہمارے اسلاف نے انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔

بھئی اس وقت ربانی زندہ باد نہیں ہوگا بلکہ مفتی اعظم زندہ باد۔اگر مفتی اعظم صاحب کی شخصیت نہ ہوتی تو یہاں سکھر میں ربانی کو کون جانتا۔ربانی نہیں زندہ باد، ہمارے اسلاف زندہ باد، ہمارے بزرگ زندہ باد، ہمارے قائد اہل سنت زندہ باد۔ سچی بات ہے ان بزرگوں کی زندگی سے تو ہماری زندگی وابستہ ہے۔ یہ ہمارے اسلاف کی نشانی ہے جس کا کام اسی کو ساجھے۔گھڑی ساز کے پاس جاؤ گے گھڑی بنانا سکھائے گا، درزی کے پاس جاؤ گے شیروانی سینا سکھائے گا، رنگ ساز کے پاس جاؤ گے رنگ ڈالنا سکھائے گا، کسی معمار کے پاس جاؤ گے عمارت بنانا سکھائے گا، تم اگر میرے مفتی محمد حسین کے قدم چوموگے تو ایوان شوریٰ میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا سکھائے گا۔

نعرہ ہائے تکبیر ـــــــــ

سچی بات ہے۔ بڑی وقت کی ضرورت ہے کہ آج ہم ہر جگہ یا رسول اللہ کا نعرہ لگائیں۔ آپ یقین کریں میں گزشتہ دنوں لاہور میں تقریر کر رہا تھا کہ ایک گنجا سر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، ربانی صاحب اب یا رسول اللہ کا نعرہ مسجدوں تک لگے گا، خانقاہوں تک لگے گا۔ میں نے کہا فکر کی بات نہیں، ہمارے کچھ بزرگ شوریٰ تک پہنچ چکے ہیں وہاں بھی یا محمد کے ترانے ہوں گے۔وہاں بھی یا رسول اللہ کے نعرے ہوں گے۔ بڑی ضرورت ہے اس نعرے کی۔ میں پچھلے

دنوں لندن گیا۔ برطانیہ کے مسلمانوں نے بھی مجھے بلایا۔ وہاں گلاسکو میں تقریر کر رہا تھا تو میں نے اعلیٰ حضرت کا نام لیا۔ ایک نوجوان اٹھا، پروردہ انگریز کہنے لگا ربانی متوجہ ہو جاؤ۔ تو ہمیں کس کی بات سناتا ہے؟ میں نے کہا میرا قائد مولانا شاہ احمد رضا۔ اس کا قول ہے کہ جب تک مدینے والے کے دروازے پر نہیں آؤ گے وہ خلاق لم یزل تم سے راضی نہیں ہوگا۔ کہنے لگا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہمیں پرانے دین کی طرف لے کر جا رہے ہیں، جو آج سے چودہ سو سال پرانا ہے آپ ہمیں اس مذہب کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اس رسول کی طرف لے کر جا رہے ہو جو آج سے چودہ سو سال پہلے آیا تھا۔ ہماری طرف دیکھو دنیا چاند پر چڑھ رہی ہے، مریخ عبور کر رہی ہے، مشتری کو پار کر کے وہ چاند کی سرزمین تک پہنچ چکی ہے۔ دنیا ترقی کر چکی ہے، سائنس ترقی کر چکی ہے۔ میں نے للکار کر کہا۔ اے فورڈ مانچسٹر کی فضاؤں میں پلنے والو! تم کہتے ہو ان کے دروازے پر آؤ جو چاند پر چلے گئے۔ ربانی تمہیں بتانے آیا ہے کہ اس نبی کے دروازے پر آ جاؤ جس کے قدموں میں چاند آ گیا ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر ——

یہ اعلیٰ حضرت کی فکر ہے۔ اگر آپ سائنس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، کالج میں پڑھنے والے نوجوانو! آج کالجوں کے اندر اسلام کی عظمت کا اعلان کرنا صرف انہیں لوگوں کا طریقہ رہ گیا جن کے دلوں میں خالص عشق محمد رہ گیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آج دنیا ہمیں طرح طرح کی باتیں سناتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں دیکھو جناب مریض کے دل میں پلاسٹک کا دل لگایا گیا ہے۔ سائنس کتنی ترقی کر گئی۔ اعلیٰ حضرت کی فکر پر عمل کرو گے تو تمہیں جواب دینا آئے گا۔ اگر غیروں کی بات کی تو تم کبھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کالج کا نوجوان کہتا ہے کہ سائنس نے اتنی ترقی کی کہ مریض کے سینے میں پلاسٹک کا دل لگا دیا۔ میں کہتا ہوں پلاسٹک کا دل لگانا کمال کی بات نہیں، سدرہ کی بلندی پر بیٹھ کر بلال کے پاؤں کی آواز سننا کمال ہے۔ قبر پر جا کر مردہ کو ٹھوکر لگا کر زندہ کرنا کمال ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر ——

ہم نے کبھی نبی کو خدا نہیں کہا ہے۔ ہم کہتے ہیں رسول نہ خدا ہے اور نہ خدا سے جدا ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ ہے۔ وہ خدا ہے، یہ نبی ہے۔ وہ رب ہے، یہ رسول ہے۔ وہ خالق ہے، یہ مخلوق ہے۔ وہ طالب ہے، یہ مطلوب ہے۔ وہ محب یہ محبوب ہے۔ وہ کبیر ہے، یہ بشیر ہے۔ وہ خبیر ہے، یہ سراج منیر ہے۔ وہ رب العلمین ہے، یہ شفیع المذنبین ہے۔ وہ دینے والا، یہ شان لینے والا۔ وہ مزمل کی چادر دینے والا، یہ اس چادر میں گنہگاروں کو چھپانے والا۔ وہ چاند بنانے والا، یہ اسی کی طاقت سے اس کے دو ٹکڑے کرنے والا۔ وہ خلقت بنانے والا، یہ امت بخشوانے والا۔

نعرہ ہائے تکبیر ——

ذرا نوجوانو! زور سے کہہ دو یا رسول اللہ۔ نبی کائنات کی عظمت کا اعلان اس وقت بہت ضروری ہے۔ ملک شیشولزم، کمیونزم، سیکولرزم ملک کے اندر اپنی پورے آب و تاب کے ساتھ آ رہا ہے۔ اگر تمہیں شیشوزم، کمیونزم، سیکولرزم سے مقابلہ کرنا ہے تو کوئی اور پاور نہیں ہے جو ان کا مقابلہ کرے۔ وہ ایک ہی قوت ہے اور وہ یا رسول اللہ کے ذریعہ للکار ہے اور وہ اعلیٰ حضرت کی فکر ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں پڑھا کرتا تھا۔ ان دنوں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا تو مجھے ایک عربی دوست نے کہا دیکھو اس جگہ کو۔ میں نے کہا قربان جاؤں۔ یہ تو اللہ کا گھر کعبہ ہے کہنے لگا۔ معمار بنا ہوا تھا خلیل اللہ مزدوری کر رہا تھا ذبیح اللہ بن رہا تھا بیت اللہ۔ کہہ دو سبحان اللہ۔ گھر بن رہا ہے گھر کی تعمیر ہو گئی۔ گھر بنایا، ابراہیم نے گھر بسایا، محمد کریم نے صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ فتح ہوا تو رمضان المبارک کی پانچ تاریخ تھی۔ سکھر کے رہنے والے نوجوانو! مدینے والے بیان کرتے تھے کہ میرے نبی نے بلال کا ہاتھ پکڑا اور کہا بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور ہمیں اذان سناؤ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسلام فاتح کی حیثیت سے آیا ہے اور نبی کی ختم نبوت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو، اذان دینی چاہئے۔ بولو، اذان دینی چاہئے۔ میرے پیارے اعلیٰ حضرت کی فکر بھی یہی ہے کہ مشکل کا وقت آئے تو اذان دو، مصیبت آئے تو اذان دو۔ ٹھیک ہے نا بھائی۔ قحط پڑ

جائے تو اذان دو، جنگل میں راستہ بھول جاؤ تو اذان دو اور میں ایک قدم آگے اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی مر جائے تو اس کی قبر پر اذان دو۔ ایک صاحب کہنے لگے نہیں ربانی صاحب، یہ تمہارے اعلیٰ حضرت کی فکر ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے کہا اے اعلیٰ حضرت، تیری روح پر کروڑوں سلام ہوں۔ جو مسئلہ دنیا اب تک نہیں سمجھی وہ تو نے سمجھا دیا۔ جب تحریک ختم نبوت چلی تو ہمارے ملتان میں تمام علمائے اسلام نے متفقہ فیصلہ دیا کہ سیاست پہ مصیبت آ گئی ہے لہٰذا قوم سے کہو چھتوں پر چڑھ جاؤ، مکانوں پر چڑھ جاؤ اور اذانیں دو۔ اذانیں سب نے دیں۔ سکھر والو! میں حیدر آباد سے تقریر کر کے آیا۔ دو بجے ملتان پہنچا۔ تو رات کے دو بجے اذان ہو رہی ہے۔ میں نے کہا صاحب یہ کیسی اذان؟ مسجد میں دو۔ کہنے لگے جی یہ برکت کی اذان ہے اور برکت کیلئے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ برکت کیلئے وقت ہے جہاں مرضی آئے۔ میں نے دیکھا ایک صاحب چھت پر اذان دے رہے ہیں، دوسرے صاحب دیوار پر اذان دے رہے ہیں اور ایک صاحب کو دیکھا کہ باشرع چہرہ ہے اور کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا ہے۔ کہنے لگا نشان کا نشان اذان کی اذان۔ یہ کیا معاملہ ہے، قوم کو کیوں بے وقوف بنایا جاتا ہے؟ ربانی پورے پاکستان میں ببانگ دہل کہتا ہے کہ اگر اذان دینے سے تمہاری سیاست کی بلا ٹل سکتی ہے تو قبر پر اذان دینے سے بھی عذاب کی سختی ٹل سکتی ہے۔ یہ قوم کو کیوں بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ یہ اذانیں دلائیں چھتوں پر چڑھا کے تو مفتی اور ہم اذان دلوائیں تو بدعتی۔ میرے نبی نے فرمایا الیّ یا بلال۔ بلال قریب آؤ کعبہ کی، چھت پر چڑھ جاؤ۔ آج کالج کے پڑھنے والا نوجوان، مسلم نوجوان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے دنیا چاند تک چلی گئی، دیکھو امریکہ نے اسکائیلیٹ ہوا میں گرایا، روس نے ربر کا کھلونا ہوا میں اڑایا، چین نے ایٹم بم بنایا اور تم نے ایک جلسہ کرایا۔ تو ہم اعلیٰ حضرت سے سبق سیکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے اقوال سے ان کو جواب دو۔ امریکہ نے اسکائیلیٹ گرایا، روس نے ربر کا کھلونا ہوا میں اڑایا، چین نے ایٹم بم بنایا اور میرے نبی نے حضرت بلال کے بازو کو پکڑ کے کعبہ پہ چڑھا کے رب سے ملایا۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــ

مقامِ انسانیت کو بلند کر دیا۔ آؤ بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ، اذان سناؤ۔ حضرت بلال کعبہ کی چھت پر چڑھے تو مسکرانے لگے۔ میرے نبی نے فرمایا دیر کر دی بلال۔ توجہ ہے۔ میرے پیارے بلال نے کہا جی حضور۔ آقا نے کہا اذان دے بلال۔ آقا اذان تو دوں مگر آقا ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ مدینے میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، سفر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، حضر میں اذان دی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بدر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، احد میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، یا رسول اللہ اب تو آپ نے کعبہ کی چھت پر کھڑا کر دیا ہے تو رخ کروں کس طرف؟

نعرہ ہائے تکبیر ــــــ

عرب کا جھومر مسکرایا، عجم کا زیور مسکرایا، خدا کا پیغمبر مسکرایا، سینوں کا رہبر مسکرایا، فاطمہ کا ابا مسکرایا، کعبہ کا کعبہ مسکرایا اور ارشاد فرمایا بلال سچ کہتے ہو، مدینے میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بدر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، سفر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، حضر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، راستے میں اذان دیتے آئے ہو۔ اب کیا دیکھ رہے ہو، تمہارے نبی نے تمہیں کعبہ پہ چڑھایا ہے اب اپنے نبی کی طرف رخ کر کے اذان دو۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــ

یہ ہے مقامِ نبوت کہ کعبہ پر بھی چڑھ جاؤ تو نبی سے رخ نہ پھیرو۔ یہ ہے اعلیٰ حضرت کی فکر، یہ ہے پیغام رضا کہ کعبہ پر بھی چڑھ جاؤ نبی سے رخ نہ پھیرو۔ آج کہا جاتا ہے ہماری بھی آنکھیں نبی کی بھی آنکھیں، ہمارے بھی ہاتھ نبی کے بھی ہاتے، ہمارے بھی پاؤں نبی کے بھی پاؤں۔

ہوش کرو! ربانی دعوت فکر دینے آیا ہے۔ اگر نبی کی انگلیوں کو دیکھتے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیا کرو۔ نبی کے ہاتھ کو دیکھتے ہو مگر ہاتھ کے اشارے سے چشمے نکلتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ مکے میں چلتے دیکھتے ہو سدرہ پہ جاتے نہیں دیکھتے۔ زمین پہ چلنے کو دیکھتے

ہومگر درختوں کوسلام پڑھتے نہیں دیکھتے۔انك لاتهدی من احببت کو پڑھتے ہو ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسولُ لَوَجَدُ واالله توابًا رحیما کونہیں پڑھتے۔قل لا املك لنفسی نفعًا ولا ضرا کی رٹ لگاتے ہوانا اعطینك الكوثر کونہیں پڑھتے۔آدم کی نسل دیکھتے ہو، ذرا آدم کی اصل کو بھی دیکھو۔ہم آدم کی نسل ہیں، وہ آدم کی اصل ہیں۔ہم ہیں کمتر سکھر والو، نبی ہم سے برتر۔بولو نبی ہم سے بہتر۔ جن کا عقیدہ وہی بولیں، باقی خاموش رہیں تا کہ فرشتے بھی گواہ ہو جائیں۔زور سے، نبی ہم سے بہتر۔ہم کمتر، نبی ہم سے بہتر۔ہم ارذل وہ افضل، ہم انسان کالانعام، نبی خیرالانام۔ہم گدا نبی ختم نبوت کے بادشاہ، ہم خاک، نبی پاک، ہم ذرۂ بیتاب، نبی آفتاب عالم تاب، ہم نور سے بہت دور، کہہ دو نبی نورٌ علی نور۔ہم زکوٰۃ والے، نبی صلوٰۃ والے، ہم صدقات والے ہم گناہ کرنے والے، نبی گنہگاروں کو بخشوانے والے۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــــــ

اعلیٰ حضرت کی فکر یہی ہے کہ لاکھ عبادت کرلو، جب تک احمد رضا نہیں ہوگا، جب تک احمد راضی نہیں ہوگا، بات بنتی نہیں۔توحید کے نعرے لگاؤ اللہ ایک ہے، وہ بے مثال ہے، وہ کھانے سے پاک ہے، وہ سونے سے پاک ہے، وہ اولاد سے پاک ہے، وہ ماں باپ سے پاک۔سکھر والو! یہ توحید نہیں، یہ توحید والے کی صفات ہیں۔اگر یہی طے کرلیا جائے جو ایک ہے وہی خدا، جس کا ماں باپ نہیں وہی خدا، جس کی اولاد نہیں وہی خدا، اگر یہ طے کرلیا جائے جس کو کھانے کی ضرورت نہیں وہی خدا، تو جبرئیل کہتا ہے میں نے تو آج تک کبھی کھایا ہی نہیں ہے۔اللہ ایک ہے، جبرئیل بھی ایک ہے۔اللہ نور ہے، جبرئیل نے کہا میں بھی نور ہوں۔اللہ اولاد سے پاک ہے، جبرئیل نے کہا میری اولاد کا نام تم بتلا دو۔اللہ ماں باپ سے پاک، جبرئیل نے کہا میرے ماں باپ کا نام بتلا دو۔اللہ سونے سے پاک ہے، جبرئیل آج تک سویا ہی نہیں۔تو پھر توحید کا تصادم ہو جائے گا۔میں نے پوچھا اے قرآن، جب خدا بھی ایک، جبرئیل بھی ایک، اللہ بھی نور، جبرئیل بھی نور، اللہ کھانے سے پاک، جبرئیل کو ضرورت نہیں، اللہ سونے سے

پاک، جبرئیل آج تک سویا نہیں، اللہ اولاد سے پاک، جبرئیل کی اولاد نہیں، اللہ ماں باپ سے پاک، جبرئیل کے ماں باپ نہیں۔مسجد نبوی کا واقعہ ہے کہ ایک جوان لڑکی مسجد میں داخل ہوئی اور کہنے لگی اے ابو ہریرہ تیرے نبی کے پاؤں میں پہننے والی جوتی کدھر ہے؟ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، میں حیران ہو گیا کہ یہ لڑکی میری آقا کے نعل ختم نبوت کے بارے میں سوال کر رہی ہے۔میں نے اشارہ کیا وہ کونے میں موجود ہے۔اس نے نعل نبوت اٹھائی، رسول کائنات کے پاؤں میں پہننے والی جوتی اٹھائی اور نعل ختم نبوت سے لگی ہوئی مٹی اکٹھی کرنے لگی۔اکٹھا کر کے چل دی۔حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔جا کے کہتی ہے اے ابو آپ نے بڑے بڑے علاج کئے، قیصر و کسریٰ کے طبیبوں کے در کی غلامی کی، بڑے بڑے اطبا کے دروازوں پہ دستک دی اور سب نے لاعلاج کر دیا۔میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ دوا ضرور شفا دی گی۔حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، قسم ہے کعبہ کے رب کی، جب اس نے ہمارے پیارے نبی کی نعل ختم نبوت کے تلوؤں سے لگی ہوئی مٹی اپنے باپ کی آنکھوں میں ڈالی تو اس کا نور جگمگانے لگا۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــــــ

عیسائیوں کا مقابلہ کرنا ہے، یہودیوں کا مقابلہ کرنا ہے تو تمہیں اعلیٰ حضرت کی فکر کو اپنانا پڑے گا۔اعلیٰ حضرت نے ہمیں یہ سبق کبھی نہیں دیا ہے کہ جو ولی ہوتے ہیں وہ ہمیں بیٹے بنا کر دیتے ہیں۔توجہ ہے، ولی کا معنیٰ ہے دوست۔توجہ ہے نہ حضرات۔ولی کا معنیٰ کیا ہے، دوست۔زور سے بولو۔ہم نے ولی کو کبھی اللہ نہیں کہا۔آج ہم پر تہمت لگائی جا رہی ہے۔قوم کے ذہنوں کے اندر غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے کہ احمد رضا کے ماننے والے ولی کو خدا مانتے ہیں۔ربانی کہتا ہے اِنَّ بطش ربّك لشدید سے ڈرو۔ہمارا یہ کوئی عقیدہ نہیں ہے کہ ولی بیٹے بنا بنا کر دیتے ہیں۔ہم نے ولیوں کو کبھی اللہ نہیں کہا۔ہم کہتے ہیں وہ اللہ ہے اور یہ اقرب الی اللہ ہیں، وہ اللہ ہے یہ محبوب عنداللہ ہیں، وہ اللہ ہے اور مل کے کہہ دو یہ اولیاء اللہ ہیں۔کہو یہ اولیاء اللہ ہیں۔

گاڑی آنے میں دیر تھی اور میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا ایک کمزور سا نوجوان ہے۔ بالکل چمڑے اور ہڈیوں کا مرکب اور اس کو ہٹے کٹے آٹھ نوجوان پکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے قبضے میں نہیں آرہا ہے۔ مجھے بھی نہ رہا گیا۔ میں نے قریب ہو کر کہا نوجوانو! یہ کمزور سا نوجوان اور آپ لوگ اتنے تندرست و توانا ہو لیکن پھر بھی یہ تمہارے قبضہ میں ہی نہیں آرہا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں علامہ صاحب اس کے اندر جن ہے۔ میں صدقے جاؤں، تمہاری خاموشی کی کیا توجہ ہے۔ کہنے لگے اس کے اندر جن ہے۔ میں نے کہا کیا مطلب؟ بولے بظاہر سوکھا وجود اس کا ہے، اندر طاقت جن کی ہے، آنکھیں اس کی ہیں دیکھنا جن کا ہے، کان اس کے ہیں سننا جن کا ہے، پاؤں اُس کے ہیں چلنا جن کا ہے، ہاتھ اس کے ہیں اندر قوت جن کی ہے۔ میں نے کہا اعلیٰ حضرت نے بھی تو یہی کہا تھا زبان ختم نبوت کا فرمان حق ہے۔ انہوں نے کہا فنا فی الشیخ سے ہوتا ہوا فنا فی الرسول، فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچتا ہے، تو وہ خود نہیں رہتا۔ آنکھیں اِس کی ہوتی ہیں دیکھنا اُس کا ہوتا ہے، پاؤں اِس کے ہوتے ہیں چلنا اُس کا ہوتا ہے، ہاتھ اِس کے ہوتے ہیں قوت اُس کی ہوتی ہے، اشارہ اِس کا ہوتا ہے کام اُس کا ہوتا ہے۔ آج کتنا ظلم ہے مفہوم قرآن کے اندر ترمیم کی گئی ہے۔ **اف لکم و لما تعبدون من دون اللہ.** اللہ کو چھوڑ کر تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ ظالمو! اللہ کی پکڑ سے ڈرو۔ جو آیات بت کیلئے اتری ہیں وہ اللہ کے ولیوں پر چسپاں کرنا علم نہیں جہالت ہے۔ اُن پر اللہ کی مار ہے نبی سے رب کو پیار ہے۔ بت مادیت ہے، ولی حقانیت ہے۔ اس عقیدے کی کوشش کرو۔ ہمارا عقیدہ ولیوں کو شان اللہ نے دی ہے، انبیاء کو شان اللہ نے دی ہے، تمام پیغمبروں کو شان دینے والا اللہ ہے۔ بولو نبی کو شان دینے والا اللہ ہے۔ ذرا انگلی اٹھا دو تا کہ میرے احمد رضا کی روح گواہ ہو جائے۔ زور سے کہہ دو۔ اللہ، یا اللہ جنہوں نے انگلی اٹھائی ان کو دیکھ لے۔ جنہوں نے انگلی نہیں اٹھائی ان کو بھی دیکھ لے۔ اللہ، زور سے آواز لگاؤ، اللہ۔ شان دینے والا کون؟ اللہ۔ ختم نبوت کا تاج دینے والا کون؟ اللہ۔ سنو یہ ربانی کی آواز نہیں، ارشاد ربانی ہے۔ **ورفعنا لک ذکرک** ذکر کرنے والا میں، جس کا ذکر کروں گا وہ تو، دینے والا میں لینے والا تو، شان دینے والا

میں لینے والا تو، ختم نبوت کا تاج دینے والا میں پہننے والا تو۔ او میرے پیارے! براق بھیجنے والا میں نوری سواری پہ سوار ہونے والا تو، قرآن نازل کرنے والا میں میرے بندوں کو پڑھ کے عملی نمونہ دینے والا تو، جنت میری مالک تو، کوثر میرا ساقی تو، کلام میرا ادا تیری، اطاعت میری زبان تیری، ربوبیت میری ختم نبوت تیری، عبادت میری سب نبیوں کے آگے امامت تیری، تقدیر میری تدبیر تیری، تخلیق میری تسلیم تیری، قدرت میری رحمت تیری، بخشش میری شفاعت تیری، برکت میری حرکت تیری، خلقت میری امت تیری۔

نعرہ ہائے تکبیر ——

ہم کس کے امتی ہیں؟ بولو نبی کے۔ مگر کتنا ظلم ہے۔ مگر میرے احمد رضا کے تعصب میں کہا گیا یا رسول اللہ کا نعرہ نہ لگاؤ۔ تاج و تخت ختم نبوت کا نعرہ لگاؤ۔ آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جواب دو، وہ کون سا تاج ہے جس کو زندہ باد کہتے ہو؟ وہ کون سا تخت ہے جس کو زندہ باد کہتے ہو؟ ربانی سوال کرتا ہے، توجہ کیجئے نوجوانو۔ جس کرسی پہ بیٹھا ہوں یہ میرا تخت، یہ ٹوپی، یہ کرسی ہے زمین پر، زمین ہے مدرسہ کی، مدرسہ غوثیہ کی چٹائی، چٹائی پہ کرسی، کرسی میرا تخت، یہ ربانی کے سر پہ اس کا تاج۔ کوئی صاحب کہہ دیں کہ صاحب یہ نیچے والا تخت بھی زندہ باد، اوپر والا تاج بھی زندہ باد اور درمیان والا مر کر مٹی میں مل گیا۔ سبحان اللہ۔ توجہ ہے نا، عقل والے کیا کہیں گے۔ کوئی عقل کی بات کرو۔ تخت زندہ باد، تخت والے کا نعرہ نہیں لگانے دیتے۔ تاج زندہ باد تاج والا نہیں زندہ باد، صفت زندہ باد موصوف کا نام ہی نہیں۔ تو عقل کرو اگر اللہ نے کوئی فکر دی ہے، اسی کھوپڑی کے اندر کوئی مادہ بخشا ہے۔ خیال کرو اگر تاج و تخت زندہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ تاج و تخت والا محمد بھی زندہ۔ ایک صاحب کہنے لگے واہ مولانا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا رسول اللہ کی بات کہہ رہا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کی فکر پہنچا رہا ہوں۔ کہنے لگے صاحب ہر جگہ حاضر و ناظر کیسے۔ میں نے کہا نبی کہیں تو ہے۔ اگر نبی غائب ہے تو اللہ کی رحمت کے خزینے میں ہے، اگر نبی حاضر تو ہمارے سینے میں ہے، بشر ہے تو مدینے میں ہے، نور ہے تو ہر مومن کے سینے میں ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــــ

اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو مدینہ منورہ لے جائے۔ میں چار سال تک مدینہ منورہ میں پڑھتا رہا۔ ایک بار میں نے نماز عید پڑھی اور باب المبین کے دروازے سے نکلا۔ آٹھ سال کا بچہ لمبا سا چولہ پہنے، سر پہ رومال، کالا عربی، بولنے میں تو ویسے ہی بے مثال۔ جب میں باہر نکلا تو اس نے کہا فی سبیل اللہ۔ اللہ کیلئے دو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا شرم نہیں آتی مدینے میں بھیک مانگتے ہو۔ میری طرف دیکھ کر کہتا ہے مدینے میں بھیک نہ مانگیں۔ میں نے کہا یار کیسی بات کر دی۔ یہ آٹھ سال کا بچہ ہے۔ آج بڑی بڑی عمر کے ہو جاتے ہیں، انہیں توحید کے سوا رسالت کے بارے میں کچھ آتا بھی نہیں۔ ارے تو نے کیا کہہ دیا۔ ہاتھ اٹھا سبز گنبد کی طرف۔ پاکستانی جو کچھ ملا ہے یہ سب سبز گنبد کے مکیں کے صدقے میں، خلافت ملی نبی کے صدقے میں، عدالت ملی نبی کے صدقے میں، امامت ملی نبی کے صدقے میں، شرافت ملی نبی کے صدقے میں، طریقت ملی نبی کے صدقے میں، عبادت ملی نبی کے صدقے میں، شریعت ملی نبی کے صدقے میں، ایمان وایقان ملا نبی کے صدقے میں۔ کہنے لگا سن رمضان ملا نبی کے صدقے میں، قرآن ملا نبی کے صدقے میں اور خود رحمٰن ملا اسی نبی کے صدقے میں۔ میں نے کہا تو میرے ساتھ پاکستان چل میں ملتان میں تقریریں کروں گا۔ میں کہوں گا کہ یہ فضائے مدینہ میں پلنے والا بچہ ہے، تو لوگ تیری دعوتیں کریں گے، ائیر کنڈیشن کمروں میں بٹھائیں گے اور ماروتی کاروں میں چڑھائیں گے، پی آئی اے کے جہازوں میں جھولائیں گے، لوگ تیری عزت کریں گے، تیرے ہاتھوں کو چومیں گے۔ یقین کرو سکھر کے مسلمانو! اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے انگلی اٹھائی سبز گنبد کی طرف اور کہا پاکستانی! مانا تیرے ملک میں کاریں بھی ہوں گی، ائیر کنڈیشن کمرے بھی ہوں گے، کوٹھیاں بھی ہوں گی، بنگلے بھی ہوں گے، ذرا یہ بتا تیرے ملک میں یہ سبز گنبد بھی ہوگا؟ میں نے کہا ارے یار یہ تو نہیں۔ کہنے لگا کہ جہاں نبی کا ڈیرا وہیں ہمارا بسیرا۔ جب اس نے کہا جہاں نبی کا ڈیرا، تو میں چونکا۔ میں نے کہا سچے نبی یہیں ہے؟ تو اس نے کہا انظر الی الشمس آٹھ سال کا بچہ ہے حضرت اور بڑی پیاری

بات کہتا ہے انظر الی الشمس اس نے کہا اور پاکستانی ذرا دیکھو سورج کی طرف۔ میں نے کہا کیا ہے؟ اس نے کہا سورج ایک جگہ، اس کی دھوپ ہر جگہ ہے، مکہ میں بھی ہے، مدینے میں بھی ہے، ریاض میں بھی ہے، بغداد میں بھی ہے۔ سورج ایک جگہ ہے مگر اس کی شعاعیں سکھر میں ہیں، ملتان میں ہیں، کراچی میں بھی ہیں، لاہور میں بھی ہیں، پشاور میں، نواب شاہ میں بھی۔ سورج ایک جگہ ہے مگر شعاعیں ہر جگہ بھیج رہا ہے۔ کہا سنو، ہمارے نبی کا جسم نبوت مدینے کے اندر ہے مگر نور نبوت ہر مومن کے سینے کے اندر ہے۔ ہمارے نبی کو ہماری خبر ہے۔ ہمارے نبی کو ہماری خبر ہے۔ زور سے بولو۔ نبی کو ہماری خبر ہے۔ آؤ حدیث بھی سنتے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو مقرر کیا کہ دیکھو یہ بیت المال ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ رات کا وقت ہوا۔ کھسر پھسر کی آواز آئی تو دیکھا ایک آدمی آٹے کی بوری لئے جا رہا ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں، میں نے پکڑ لیا۔ میں نے رسیوں سے باندھنا شروع کر دیا۔ اس شخص نے کہا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں غلطی ہوئی گئی، معافی دے دو۔ میں نے کہا معافی نہیں، صبح دربار ختم نبوت میں لے جاؤں گا۔ شریعت کی حد لگے گی اور ہاتھ کٹے گا۔ کہنے لگا مہربانی کرم کرو، رحم کرو، معاف کر دو۔ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ کتنی عاجزی ہوتی ہے جب یہ ہاتھ آ جائے۔ کچھ دین کی باتیں سنو۔ آخرت کی فکر کرو۔ دیکھو ابو ہریرہ کچھ تو خیال کرو۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ترس آیا، چھوڑ دیا۔ بارگاہ نبوت میں پہنچا اور آ کر نماز پڑھی۔ آقا نے سلام پھیر کر فرمایا ابو ہریرہ کبھی چور کو بھی چھوڑا جاتا ہے۔ عرض کی آقا وہ تو رات کا وقت تھا، میں تھا یا چور تھا۔ یہ واقعہ آپ کو کس نے بتایا۔ آقا نے مسکرا کے فرمایا جس نے مجھے نبی بنایا اسی نے مجھے سارا واقعہ بتایا۔ کندھا ہلا کے فرمایا ابو ہریرہ آج رات کو ذرا سوچ کے سونا یہ معافی مانگنے والا آج پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں ساری رات انتظار کرتا رہا۔ آخر رات کا آخری حصہ آیا۔ میری بھی آنکھ لگی۔ کھسر پھسر کی آواز آئی۔ ایک شخص بستر کی چادر لے کر جانے لگا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آٹے کی بوری لے کر جانے لگا۔ دوسری روایت میں آیا ہے کھجور کا تھیلہ لے کر جانے لگا۔ بہر حال، ہم بستر کی چادر ہی کو پکڑ لیتے ہیں۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں میری آنکھ کھلی تو میں نے کہا بستر

والے کدھر جا رہے ہو؟ میں نے پکڑ لیا۔ میں نے دیکھا تو وہی کل والا تھا۔ میں نے کہا تم نے تو معافی مانگی تھی کہ نہیں آؤں گا پھر آ گیا۔ اس نے کہا غلطی ہوگئی اب معافی دو۔ فرمایا اب معافی نہیں ہوگی۔ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا ابو ہریرہ تجھے ایک وظیفہ بتا دوں اگر وہ وظیفہ پڑھ کے سوئے گا تو تیرے گھر میں چور کبھی نہیں آئے گا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ عجیب چور ہے۔ کرنے چوری آیا بتاتا وظیفہ ہے۔ یہ عجیب چور ہے۔ یہ کیسا چور ہے۔ توجہ ہے نا حضرات؟ جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ یہ عجیب چور ہے، کرنے چوری آیا ہے بتا وظیفہ رہا ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں دل نے لالچ کیا، ایمان کے جذبات نے انگڑائی لی۔ دل نے کہا ذرا سن تو وظیفہ۔ میں نے کہا کیا وظیفہ ہے۔ کہنے لگا ابو ہریرہ رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ جب آیۃ الکرسی پڑھ کر کے سو جاؤ گے تو تمہارے گھر میں چور نہیں آئے گا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا۔ یار وظیفہ تو بڑا مزیدار ہے۔ خیر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو جب بارگاہ ختم نبوت گیا تو حضور نے فرمایا کہ تم نے وظیفہ کے بدلے چور چھوڑ دیا۔ ذرا زور سے کہہ دو سبحان اللہ۔ یعنی وظیفہ کے بدلے چور چھوڑ دیا۔ عرض کی آقا آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا جس نے ختم نبوت کا تاج پہنایا۔ مگر آقا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ عجیب چور تھا۔ کہہ نے چوری آیا۔ کہا ابو ہریرہ یہ حجازی نہ تھا، عربی نہ تھا، عجمی نہ تھا، مکی نہ تھا، مدنی نہ تھا، یہ تو شیطان لعین تھا۔ آقا یہ شیطان بھی وظیفہ بتاتا ہے؟ تو حضور نے مسکرا کے فرمایا، اللہ تعالیٰ کبھی کبھی شیطانوں سے بھی دین کا کام لے لیا کرتا ہے۔ توجہ ہے نا حضرات۔ آقا ہمیں کیا خبر کہ یہ وظیفہ بتانے والا شیطان ہے یا اور کوئی ہے؟ آقا نے فرمایا اس سے یہ پوچھ لینا کہ محمد عربی کے بارے میں وہ کیا جانتا ہے؟ حضور کے بارے میں وہ کیا جانتا ہے؟ یہ چلی تھی نہ تحریک ختم نبوت جو رسول کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، جو مفتی اعظم کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں جو ربانی کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں جو علامہ کاظمی کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں جو شاہ احمد رضا نورانی کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں جو شاہ فرید الحق کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں جوان کو نہیں مانتا وہ کافر ہے، نہیں آخر کوئی بات ہے نا رسول میں جو رسول کو نہ مانیں وہ کافر۔ توجہ ہے نا حضرات۔ محترم اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ.

تم میں ایک گروہ ہونا چاہئے۔ **یدعون الی الخیر** جو دعوت دے اچھائیوں کی **ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر** برائیوں سے روکے اور نیکیوں کا حکم دے۔ یا اللہ یہ کون لوگ ہیں۔ **واولٰئک ھم المفلحون.** وہی کامیاب لوگ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے پھر کیا ایک جماعت پیدا کی۔ سب سے بڑا **یدعون الی الخیر.** یہی ہے کہ نبی کی عظمت کا نعرہ لگاؤ۔ سب سے پہلا یامرون بالمعروف کا مصداق یہی ہے کہ نبی کی عظمت کا جھنڈا بلند کر دو۔ ہر جانب سیدی ومرشدی کے نعرے لگا دو۔ سیدی ومرشدی، یا حبیب یا حبیب۔

میرے دوستو! میں پہلی دفعہ آپ کے شہر میں حاضر ہوا ہوں۔ پہلی دفعہ کچھ حجاب ہوتا ہے، کچھ شرم سی ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس میں بھی شفقت فرمائی۔ اور میں آپ کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ معاملہ اتنا ہے کہ آج پاکستان کے اندر جب کہ ہر طرف لادینیت اپنے پورے عروج پر ہے، امنڈتی چلی آرہی ہے، ہم کو شوشلزم اور کمیونزم کے طوفانوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ اب یہاں کسی نام نہاد کی فکر کام نہیں آئے گی۔ کام آئے گی تو میرے مجدد کی فکر کام آئے گی۔ اعلیٰ حضرت نے آنے والی نسل کو اسلام سے روشناس کرایا اور اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ دنیا نے دیکھا، پھر کیا نتیجہ نکلا۔ دل کھول کر نعرہ لگایا۔ جس ملک میں قرآن کا اسلام کا نظام ہو، اس ملک میں اسلام نام اقتدار کیلئے بیمہ بن چکا ہے۔ آخر ایک قلندر اٹھا اور اس نے ایک اسلامی نعرہ لگایا۔ نظام مصطفیٰ، پھر ہم گھروں سے باہر نکلے۔ گلے کھلے ہوئے تھے، گولیوں کی بارش ہوئی، پولس سے تصادم ہوا، وہ چوک میں تھے، ہم چوک میں تھے، وہ سڑک پر تھے، ہم سڑک پر تھے، ہم گلی میں تھے، ان کے ہاتھ میں بندوقیں اور ڈنڈے تھے، ہمارے ہاتھوں میں سبز نشانوں کے جھنڈے تھے، ان کی زبان پر سیکورٹی فوج کا نقارہ تھا اور ہماری زبوں پر یا رسول اللہ کا نعرہ تھا۔

نعرہ ہائے تکبیر ــــــــ

میرے اعلیٰ حضرت کی فکر کام آئی۔ ایسے مشکل وقت میں سارے پاکستان میں کہا گیا، جیتے گا بھئی جیتے گا، نبی کے صدقے جیتے گا۔ کہا نبی کے صدقے، صحابہ کے صدقے، حسین کے صدقے۔ میں نے کہا آپ صدقہ کا نعرہ لگا رہے ہیں اور ہم بھی۔ تو پھر جدائی کیا۔ دونوں مل لیجئے۔ ہم نے کہا سب اعلیٰ حضرت کی فکر کو مان رہے ہیں۔ نبی کے صدقے، حسین کے صدقے۔ ہم نے کہا ووٹ ختم۔ برادری کہنے لگی صدقہ ختم۔ ہم نے کہا گھر جاؤ، تمہاری ہماری بھی لڑائی ختم۔ ہم کہتے ہیں، جو فکر مشکل وقت کام آئی۔ آج بھی وہی فکر پیدا کرو۔ میں منبر رسول پہ بیٹھ کر یقین سے کہتا ہوں، جب میں نے مانچسٹر کے اندر تقریر کی، تقریر کے بعد بی بی سی لندن کا ایک نمائندہ آیا اور کہنے لگا، ربانی صاحب یارسول اللہ کیا ہے؟ میں نے کہا آپ نہیں جانتے؟ کہنے لگا آپ کے نبی کا نام تو محمد ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ یارسول اللہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ میرے آقا کی عظمت کا اعلان ہے۔ میں نے کہا آپ نے یہ معاملہ سمجھنے کی کیوں زحمت گوارہ کی؟ کہنے لگا ابھی کل کی بات ہے کہ افغانستان سے ہمارے نمائندہ نے خبر دی ہے کہ روسی فوج اور کارل فوجیوں نے انٹرویو دیا ہے کہ ہم مسلمانوں کی توپوں سے نہیں ڈرتے، ہم مسلمانوں کی ٹوٹی ہوئی بندوقوں سے نہیں ڈرتے لیکن جب وہ بلند آواز سے یارسول اللہ، یاعلی کا نعرہ لگاتے ہیں تو ہمارے حوصلے پست پڑ جاتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ملک پاکستان میں یا رسول اللہ کے نعرے روک رہے ہیں کیا وہ یہاں روس کی دلالی تو نہیں کر رہے ہیں؟ سن لو، جب تک پاکستان میں اعلیٰ حضرت کا غلام زندہ ہے، جب تک پاکستان میں ربانی جیسا جوان موجود ہے نہ، یہاں کسی کی دلالی چلے گی اور نہ یہاں کسی کی سرمایہ داری چلے گی، نہ یہاں شوشلزم کی بیماری چلے گی، یہاں چلے گی تو رسول اللہ کی غلامی چلے گی۔ نعرہ ہائے تکبیر ——— بہر حال میں نے آپ کا کافی وقت لے لیا ہے۔ ایک شعر پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ سب مل کر کہہ دو

آفتاب رضویہ تابندہ ہے　　　اور احمد رضا آج بھی زندہ ہے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

خطباتِ ربّانی (دوم)

مصنف: مولانا عبدالوحید ربّانی صاحب

بہ اہتمام:

محمدی بک ڈپو

ناشر

محمدی بک ڈپو

۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

- ناز بکڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔
- القرآن کمپنی، کمانی گیٹ، اجمیر
- مکتبہ نعیمیہ، مٹیا محل، دہلی۔۶
- مکتبہ المدینہ، دہلی
- رضا بکڈپو، دہلی

Laser typesetted at:
Frontech Graphics
Abdul Tawwab 9818303136, 9899602177

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم. بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
قل ھو اللّٰہ احد، صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

حضرات! ہم سب مسلمان ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ یہ زمین، یہ فصلیں، یہ میدان، یہ پہاڑ، یہ آبشار، یہ بادل، یہ بجلی، یہ دریا، یہ سمندر، یہ بلندی اور پستی، یہ گہرائی اور چڑھائی، یہ خلف اور سلف، یہ زمین و زمان، یہ مکین و مکان، یہ شجر و حجر، یہ شمس و قمر، یہ فلک و ملک، یہ حیوانات و جمادات، یہ مخفیات و تجلیات، یہ معدومات و موجودات، بلکہ ساری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کائنات کو بنانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کسی مستری کی خدمات حاصل نہیں کیں، کسی مزدور کو مزدوری کیلئے نہیں بلایا، اس کیلئے کوئی میٹریل پہلے سے اکٹھا نہیں کیا، اس جہان کو بنانے کیلئے اسے کسی منصوبہ بندی کی ضرورت نہیں پڑی، اس نے اس کیلئے کوئی پلاننگ نہیں کی، اس کائنات کا کوئی پہلے سے نقشہ یا ماڈل تیار نہیں کیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اتنی بڑی زمین اور اتنے بڑے آسمان اور ان کے درمیان ستاروں اور سیاروں کے اتنے بڑے وسیع نظام کو بنانے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی عرصہ یا مدت خرچ نہیں کی۔ بلکہ کہا

"کُنْ"، ہوجا، بس "فیکن" وہ ہوگئی۔ خدا نے جیسا اس دنیا کو چاہا یہ ویسے ہوگئی۔ اس تمام دنیا کا نظام اس کی کُن کی کنجی کے ساتھ چل رہا ہے۔

خدا نے اس دنیا میں بہت سی مخلوقات پیدا کیں۔ کچھ مخلوقات فضاؤں میں رہتی ہیں، کچھ زمین پر اور کچھ سمندر میں۔ مخلوقات کی ان لاکھوں قسموں میں ایک قسم ایسی بنائی کہ جسے تمام مخلوقات سے ممتاز اور افضل بنایا۔ اس مخلوق کو ہم سب اشرف المخلوقات کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ حضرتِ انسان جسے ہم اشرف المخلوقات کہتے ہیں، آج بھی اس دنیا میں موجود ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے سب انسان اشرف المخلوقات میں شامل ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایک شخص اگر اتنا بے غیرت ہو جائے کہ وہ اپنی ماں، بہن کی عزت کو چند ٹکوں کے عوض بیچتا پھرے تو ایسے انسان اور جنگل کے بے غیرت سور میں کیا فرق ہوگا؟ ایک انسان اگر اپنے مفاد کیلئے ہر ایک کو کاٹنے کو دوڑے اور بے تحاشہ اور بیہودہ گالیاں دے تو پھر ایسے انسان اور کتے میں کیا فرق ہوگا؟ ایک ایسا شخص جو بغیر کسی معذوری کے کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے، اس انسان اور بیل میں کیا فرق ہوگا؟ ایک ایسا شخص جو ہر وقت کھاتا رہے، جسے روزے کی اہمیت کا پتہ نہ ہو، جس کے کھانے کے کوئی اوقات نہ ہوں، جس کے کھانے کی مقدار نہ ہو، ایسے انسان اور کھیت میں چرنے والی بکری میں کیا فرق ہوگا؟ ایک ایسا شخص جسے حرام اور حلال کی تمیز نہ ہو، جائز ناجائز کی پہچان نہ ہو، آخر اس انسان اور مردار کھانے والے گدھ میں کیا فرق ہوگا؟ ایسے انسان کو اگر آپ اشرف المخلوقات کہیں گے تو یہ اشرف المخلوقات کے لفظ کی بھی توہین ہوگی۔ اشرف المخلوقات ہر انسان کو نہیں کہتے۔ اشرف المخلوقات صرف اس انسان کو کہتے ہیں جو انسان، انسان ہو۔

شکل وصورت سے نظر آنے والا ہر انسان، انسان ہوتا ہے۔ اگر شکل سے نظر آنے والا ہر

انسان، انسان ہوتا تو پھر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام انسان میں کیا فرق ہوتا؟ معلوم ہوا انسان صرف انسانی ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان وغیرہ رکھنے سے ہی انسان نہیں بن جاتا۔ انسان بننے کیلئے کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ایک دفعہ دن کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لالٹین جلائے پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا! یہ دن کے وقت چراغ کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگا میں کچھ ڈھونڈھنے نکلا ہوں۔

"کیا چیز ڈھونڈنا چاہتے ہو؟ کیا گم ہوا ہے؟"

"گم تو کچھ نہیں ہوا، بس تلاش کر رہا ہوں"۔

"کیا چیز تلاش کر رہے ہو؟"

"اس دنیا میں انسان تلاش کر رہا ہوں"۔

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں، میں نے کہا ایسی چیز آپ کو نہیں ملے گی۔ میں نے بھی بہتیری کوشش کی کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن مجھے تو یہاں کوئی بھی انسان نظر نہیں آیا۔

دوستو اور بزرگو!

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کو کس قسم کے انسان کی ضرورت تھی۔ انہیں ایسے انسان کی ضرورت تھی جو صاحب کردار ہو، جس کی گفتار میں وقار ہو، جس کے اخلاق میں احسان ہو، جس کے دماغ میں جذبہ اخوت ہو، جس کے دل میں محبت اور ہمدردی ہو، جو اپنی حقیقت کو جانتا ہو، جس کے غور وفکر نے اسے خدا کی ربوبیت کے آگے جھکا دیا ہو، جس میں انانیت نام کو نہ ہو، جو اپنی عقل، اپنی مرضی اور منشا سے خدا کی اطاعت کرتا ہو۔ ایسا انسان صحیح معنوں میں انسان یا دوسرے لفظوں میں اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار ہے۔ گویا اشرف المخلوقات کی یہ صفت ہے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی عقل و دانش کو حق کی تلاش میں صرف کرتا ہے۔ انبیاء کرام

علیہم السلام خدا کی طرف سے مخلوق کیلئے حق کے نمائندے ہوتے ہیں۔اب جس انسان کو حق تلاش کرنا ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات سے اخذ کر سکتا ہے۔سوچنے کی بات ہے عام انسان تو حق کی خاطر نبوت کے دروازے پر آتا ہے اور نبی خود حق کہاں سے اور کیسے حاصل کرتا ہے؟

بعض اوقات نبی اس دنیا میں آ کر دنیا کو دیکھتا ہے۔اس پر سوچتا اور غور کرتا ہے۔اس مخلوق کے خالق کو پانے کی تگ ودو کرتا ہے اور اس طرح اللہ سے اپنا ظاہری اور باطنی تعلق مضبوط کر لیتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔اس دنیا میں آنکھ کھولی، دیکھا کوئی بتوں کی پوجا کر رہا ہے، کوئی سانپ کے آگے جھکا ہوا ہے، کوئی آگ کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے، کوئی اپنی خواہشات کو خدا بنائے ہوئے ہے، کسی نے بارش کو خدا بنالیا ہے، کسی نے کھیتی اور درختوں کو خدا بنالیا ہے، کسی نے اپنے اسلاف کو خدا بنالیا ہے اور کوئی زیادہ ہی سر پھرا ہے تو اس نے اپنے آپ کو خدا بنالیا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ خدا کی ذات وہ ہو سکتی ہے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو، جو سب پر غالب ہو اور کوئی اس پر غالب نہ ہو سکے، جو سب کو مٹا سکے، اسے کوئی نہ مٹا سکے، سب اس کے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

یہ سوچا اور خدا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔دریا کے کنارے پہنچے، دیکھا کہ پانی کی موجیں پورے جوبن پر ہیں۔دریا کی روانگی کا زور اپنی طاقت کے کرشمے دکھا رہا ہے۔سوچا شاید یہ پانی بہت ہی طاقتور چیز ہے، جو کچھ اس دریا کے سامنے آئے گا بہہ جائے گا اور پھر یہ پانی ہماری زندگی کیلئے بھی تو نہایت ضروری ہے۔ہر مخلوق اس کے سہارے زندہ ہے، فصلیں اور کھیتیاں اسی کے دم سے سرسبز وشاداب نظر آتی ہیں۔سوچا کہیں یہ دریا خدا نہ ہو،

لیکن فوراً خیال آیا کہ یہ دریا سوکھ بھی جاتا ہے، سورج کی کرنیں اس کے پانی کو اڑا لے جاتی ہیں اور یہ دریا ان معمولی کرنوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اگر بارش نہ ہوں، پہاڑوں سے برف پگھل کر ریلے کی صورت میں نہ آئے تو اس دریا کا وجود تک نہ ہو۔خیال آیا کہ جو اپنے وجود کیلئے بھی محتاج ہے، وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر آسمان پر دیکھا۔سورج اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔سوچا یہ سورج اپنی کرنوں سے دریاؤں اور سمندروں کے پانی تک کو اڑا سکتا ہے۔اس کی حدت سے فصلیں اور پھل پکتے ہیں۔اس سے لوگ روشنی اور دھوپ حاصل کرتے ہیں۔یہ روشنی کا زبردست منبع ہے، کہ دیکھیں تو آنکھیں تاب نہ لاسکیں۔خیال آیا کہیں یہ سورج خدا نہ ہو؟ لیکن جب رات ہوئی، سورج ڈوبنے لگا، سوچا یہ کیسا خدا ہے جو خود ڈوب رہا ہے۔اس اندھیرے میں کس کی حکمرانی ہے؟ چاند اور ستارے روشنی سے اپنا رنگ جمائے ہوئے ہیں۔یہ چاند پھلوں میں رس بھرتا ہے، ستارے ٹمٹماتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔خیال آیا کہیں یہ چاند اور ستارے خدا نہ ہوں؟ صبح ہونے کو آئی تو چاند اور ستارے غائب ہونے لگے۔صبح کا اجالا غالب آنے لگا۔فوراً خیال آیا، غائب ہونے والا کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس آنے لگے۔راستے میں کہیں آگ جل رہی تھی۔دیکھا آگ کی تپش بہت ہی زبردست ہے۔جو شے اس کے قریب آئے یہ جلا کر راکھ کر ڈالے۔جوش اور غضب میں آئے تو سب کو جلا دے اور لوگ اس آگ سے فائدہ بھی تو حاصل کرتے ہیں، اسی سے کھانا پکاتے ہیں، سردیوں میں اسی سے جان بچاتے ہیں اور یہ آگ سردی ہو یا گرمی، ہر موسم میں ہر جگہ موجود ہو سکتی ہے۔ابھی یہ خیال کر ہی رہے تھے کہ کہیں یہ خدا نہ ہو، کہ بارانِ رحمت کے چند چھینٹے برسے۔پانی کا گرنا تھا کہ آگ بجھ گئی۔فوراً سمجھ گئے کہ یہ آگ ہرگز خدا نہیں ہو سکتی کیوں کہ خدا وہ ہوگا جو ہر چیز کو ختم کر سکے لیکن اسے کوئی چیز ختم نہ کر سکے۔وہ ہر چیز پر قادر ہو لیکن اس کی مرضی اور منشا کے سامنے کسی کا زور نہ چلے۔سوچا خدا وہی ہو سکتا ہے کہ ہر چیز اس کی نیازمند ہو لیکن وہ خود بے نیاز ہو، وہ ہر ایک کو دیتا ہو لیکن کسی سے کچھ لیتا نہ ہو، وہ کسی کے

حکم کا پابند نہ ہو لیکن ہر ایک پر اس کا حکم چلتا ہو۔

اس سوچ اور فکر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہاں تک پہنچا دیا جہاں ان کی منزل تھی۔ اس کوشش نے انہیں اس سے ملا دیا جس سے ملنے کی انہیں خواہش تھی۔ اس تفکر نے انہیں وہ کچھ سمجھا دیا جو کچھ آج ساری دنیا کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اچھی طرح سمجھ گئے کہ اس سورج کے طلوع وغروب کرنے والی ہستی ہی میری پروردگار ہے، اس چاند اور ستاروں کے نظام کو چلانے والا ہی میرا خالق ہے، اس آگ میں جلانے اور بجھ جانے کی تاثیر رکھنے والا ہی میرا مالک ہے۔ فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گردن آسمان کی طرف اٹھائی اور پکار کر کہا، اے میرے پروردگار! اے رب لم یزل، اے ساری کائنات کے خالق و مالک! تو ہی میرا خدا ہے۔ میں نے تجھے پہچان لیا۔ آواز آئی ''اے ابراہیم (علیہ السلام) تو نے اگر مجھے پہچان لیا تو میں نے بھی تجھے نبوت کیلئے منتخب کرلیا۔ جو ہمیں بلاتا ہے، ہم بھی اسے جواب دیتے ہیں، جو ہمیں پکارتا ہے ہم بھی اسی کو بلواتے ہیں، جو ہمیں یاد کرتا ہے ہم بھی اسے یاد کرتے ہیں، جو ہماری جستجو کرتا ہے، ہم بھی اسی سے گفتگو کرتے ہیں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت مل گئی۔ حکم ہوا اے ابراہیم (علیہ السلام) جس خدا کو تم نے پہچانا ہے اسی رب کی توحید کے ڈنکے دنیا میں بجاؤ، اسی کی وحدانیت کو دنیا سے تسلیم کراؤ، اسی کی عبادت وفرمانبرداری کا حکم سناؤ، لوگوں کو اسی رب کی بات سناؤ، اسی کا پیغام پہنچاؤ، اسی کا نام بتاؤ، اسی کی توحید کے جام پلاؤ، سب کو اسی کا غلام بناؤ۔

اندھیری دنیا

اس وقت پوری دنیا میں اندھیرا تھا۔ ہر طرف بت پرستی نے لوگوں کو اپنا پرستار بنا رکھا تھا۔ لوگ بتوں کے آگے سجدے کرتے، انہیں کے آگے سیس نواتے، انہیں اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتے، انہیں سے رزق مانگتے، انہیں کے آگے قربانیاں کرتے، انہیں کے نام پر اپنے نام رکھتے، انہیں کا طواف، انہیں کا حج، انہیں کے سجدے، انہیں کی تعظیم، انہیں کی عزت، انہیں کی تکریم اور انہیں کا تقدس کرتے۔ کوئی منچلے اگر زیادہ ہی دانشمندی دکھاتے تو آگ، دریا، سورج، سمندر اور سانپ وبچھو وغیرہ کی پوجاپاٹ شروع کر دیتے۔ غرض کہ ہر طرف ظلمت ہی ظلمت، تاریکی ہی تاریکی اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا پوری خدا کی خدائی میں خدا کو ایک ماننے والا کوئی نہ تھا۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذمہ جو کام لگایا گیا تھا وہ اس کام کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے اپنے چچا آزر کو تبلیغ کی کیوں کہ آزر بت بنا کر بیچتے اور اس طرح اپنا پیٹ پالتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اے چچا جان آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں جس سے خدا ناراض ہو؟ آزر چونک اٹھے، کون خدا؟

''وہی خدا جو ہم سب کا پالنے والا اور ہم سب کو رزق دینے والا ہے، جو ساری کائنات کا خالق ہے، جس کی چاند، ستارے، سورج، زمین اور آسمان سب اطاعت کرتے ہیں، جو ہمیں زندگی اور موت دینے والا ہے، وہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں''۔

اے چچا جان!

''یہ بت آخر ہمیں کیا فائدہ دے سکیں گے، جو اپنی پیدائش کیلئے ہماری کاریگری کے محتاج ہیں، جن کی اپنی کوئی مرضی، اپنی خواہش اور اپنا کوئی اختیار نہیں، جن کی خوبصورتی ہماری

مرہون منت ہے، جن کی تراش خراش کے ہم خود مالک ہیں۔ ہم جس بت کی چاہیں جیسے شکل بنادیں، یہ ہمیں کچھ نہیں کہہ سکتے"۔

آزر یہ ساری تقریر سن کر بولے۔

بیٹا! تمہیں بتوں کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے، جب کہ انہیں بتوں کی وجہ سے میرا کاروبار چلتا ہے، انہیں کی فروخت پر ہماری گزر اوقات ہوتی ہے۔ آزر یہ سوچ کر کہ کہیں بھتیجا ہاتھ سے نہ نکل جائے، کہنے لگے بیٹا! اب میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں، میرے بدن میں طاقت نہیں رہی، اب تم جوان ہو، باپ کی مدد کیا کرو۔ کہا چچا جان، میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟

کہا، میں اب گھر میں بیٹھ کر بت بناؤں گا، تم بازار میں جا کر انہیں بیچ آنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہوگئے۔ سوچنے لگے کہ خدا کہتا ہے بت شکنی کرو، چچا کہتا ہے بت فروشی کرو۔ کیا کیا جائے؟ آخر ایک تدبیر سوجھی۔ سر اٹھایا، کہا چچا جان! آپ مجھ سے بت بکواتے ہیں، میں بھی ابراہیم (علیہ السلام) ہوں، اگر ان بتوں کو بیچتے بیچتے ان بتوں کی خدائی کا بیڑا غرق نہ کردوں تو ابراہیم نہ کہنا۔

چچا نے سوچا بیٹا جوان ہے، جوان جذباتی ہوتے ہیں، جذبات میں آکر ابراہیم سب کچھ کہہ گیا۔ چلو! اچھا ہے، بت بیچنے سے انکار تو نہیں کیا۔ یہ سوچ کر آزر نے دوسرے دن کچھ خوبصورت بت ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دیئے کہ جاؤ بیٹا انہیں فروخت کر آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے مسکرائے، پھر بتوں کا تھیلا اٹھا کر بازار کی طرف چل دیئے۔ چلتے چلتے بازار کے بڑے چوک میں آئے۔ یہاں ہر طرف دکانیں ہی دکانیں ہیں۔ شہر کے مختلف علاقوں سے لوگ یہاں آکر لین دین کرتے تھے۔ دکانوں میں مال

بھرا ہوا ہے۔ لوگوں کی جیبوں میں اس وقت کے سکے اور اشرفیاں ہیں۔ لوگ دکانوں میں جا جا کر چیزیں دیکھ رہے ہیں۔ کچھ لوگ چوک میں کھڑے ہو کر بیچنے والوں کے گرد کھڑے ہیں۔ کسی جگہ سنیاسی اپنے گرد ہجوم اکٹھا کیئے ہوئے ہے۔ عین اس چوک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دکان سجائی۔ اپنے سامنے دائیں بائیں دو لکڑیاں کھڑی کردیں۔ اک لکڑیوں کے ساتھ ایک دھاگہ باندھ دیا۔ اس دھاگے کے پیچھے خود کھڑے ہوگئے۔ تھیلا اپنے پاؤں کے ساتھ رکھ دیا۔

اور لوگوں کو بلانا شروع کیا، لوگو! آؤ میری طرف۔ میں ایسی چیز بیچتا ہوں جو تم نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ بیوپار پرانا ہے بیوپاری نیا ہے، شئے پرانی ہے بات نئی ہے، مال پرانا ہے مثال نئی ہے، قیمت پرانی ہے مال نیا ہے، مال پرانا ہے تال نیا ہے۔

لوگو! آؤ جسے کامیابی و کامرانی چاہیئے میرے پاس آئے، جسے فلاح و رضا چاہیئے میرے پاس آئے، میرے پاس وہ چیز ہے جو کسی کے پاس نہیں۔ آج میں وہ چیز بیچنے آیا ہوں جو ہر کوئی نہیں بیچا کرتا اور میری چیز وہ خریدے گا جو ہر چیز نہیں خریدا کرتا۔ میں وہ بات بتاؤں گا جو کسی نے نہیں بتائی، میں کمائی کا وہ راز بتاؤں گا جو تمہیں پورے بازار میں کوئی نہیں بتا سکے گا۔ میں وہ راز بتاؤں جو تمہیں کوئی سنیاسی، کوئی جادوگر، کوئی حاکم اور کوئی نجومی نہ بتائے گا۔ لوگ دھڑ دھڑا اکٹھے ہونا شروع ہوگئے۔ پورے بازار میں تہلکہ مچ گیا کہ آج اس بازار میں ایک نیا بیوپاری اور نیا شخص آیا ہے۔ خبر نہیں کیا چیز بیچنا چاہتا ہے۔ سب لوگ اکٹھے ہیں۔ دکانوں میں موجود لوگوں نے چوک میں دیکھا کہ بہت سے آدمی ایک شخص کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ سب بھاگے آئے۔ تمام بازار کے لوگ ارد گرد کھڑے ہیں۔ کچھ لوگ آگے بیٹھ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے:

لوگو! میری طرف دیکھو۔

"میں جو چیز بیچنا چاہتا ہوں، پہلے اس کی تعریف سنو، پسند آئے خرید کر لے جاؤ، پسند نہ آئے واپس چلے جاؤ۔

لوگو! اور تاجروں کا سودا نہ بکے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں اور چیز بک جائے تو خوش ہو جاتے ہیں۔ میرے پاس ایسی چیز ہے جو اگر تم خرید کر لے جاؤ گے تو مجھے تمہارے حال پر ہنسی آئے گی اور اگر نہیں خریدو گے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی"۔

لوگو! تم بہت زیادہ تعداد میں میرے گرد جمع ہو چکے ہو۔ میں تمہارا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا کہ وقت مقرر ہے، عمر تھوڑی ہے۔ اگر اس عمر کو ضائع کیا تو پچھتاؤ گے۔ اگر اس عمر کو لہو لعب میں گزارا تو آخر کار شرماؤ گے۔ اگر اس عمر میں میری باتیں سنیں تو فلاح پاؤ گے۔ اگر میری باتوں پر عمل کر لیا تو نجات پاؤ گے۔ لوگو! تمہیں اکٹھا کرنے کا میرا ایک مقصد ہے۔ مقصد وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ مقصد وہ ہے جو میں سمجھ رہا ہوں۔ تم بے شک میرے مجمع میں خالی جیب کھڑے رہو، میرے پاس جو چیز ہے اسے وہ بھی خرید سکتا ہے جس کی جیب میں پیسہ ہے اور وہ بھی خرید سکتا ہے جس کی جیب میں پیسہ نہیں۔ اس لئے تم بے دھڑک کھڑے رہو، جب تک میری بات ختم نہ ہو جائے۔ میں آج وہ بات کروں گا جس سے ساری بات بن جائے گی۔ میں آج وہ راز بتاؤں گا کہ جس راز کے بعد کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔ میں آج وہ بھید بتاؤں گا جس سے سارے بھید کھل جائیں گے۔ میں آج وہ نسخہ بتاؤں گا جس سے سب شفا پائیں گے"۔

تھیلا کھلتا ہے

لوگو! "میرے اس تھیلے کو دیکھو، غور سے دیکھو۔ اس میں کوئی جن نہیں، کوئی بھوت نہیں، پری نہیں، جادو نہیں، کرتب نہیں۔ اس تھیلے میں .... اس میں تمہارے .... تمہارے خدا ہیں۔ مختلف خدا، جدا جدا خدا، الگ الگ خدا، ہر شعبے کا خدا، ہر محکمے کا خدا، ہر بات کا خدا، لیکن یہ سب تمہارے خدا ہیں۔ میرا ان میں کوئی خدا نہیں۔ میرا خدا وہ ہے جو تمہارے خداؤں کا بھی خدا ہے۔

لوگو! تمہیں قسم ہے میری بات ختم ہونے سے پہلے مت جانا کہ میری آواز میں میری بات ہے۔ لیکن میری بات میں میرے خدا کی بات ہے۔

لوگو! میں زیادہ دیر تک تمہیں انتظار نہیں کراؤں گا۔ اے لوگو! میں تھیلا کھولنے لگا ہوں۔ خریدار ہوشیار ہو جائیں۔ آج آر ہو جائیں یا پار ہو جائیں"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تھیلے میں سے ایک بت نکالا اور پھر اس کا تعارف شروع ہوا۔

"لوگو! یہ بت ہے، اسے تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو۔ یہ بت بڑا اداس ہے، بڑا غمگین ہے، بڑا رنجیدہ ہے، بڑی مشکل میں ہے، بڑی قید میں ہے، تم اس پر احسان کرو، اسے خرید لو۔

لوگو! ہنسو نہیں، یہ ہنسنے کا مقام نہیں، یہ رونے کا مقام ہے۔ تمہیں معلوم ہے یہ تمہارا خدا ہے۔ یہ کوئی معمولی خدا نہیں۔ یہ بیٹا دینے والا خدا ہے۔ لیکن یہ تمہارے نزدیک بیٹا دے گا، میرے لئے یہ کچھ نہیں۔ بیٹے اور بیٹیاں دینے والا میرا اللہ ہے۔

لوگو! تم اس کو خرید کر لے جاؤ۔ مجھے میرے خدا پر بھروسہ ہے، وہ خدا جو وحدہٗ لاشریک ہے، جو سب کو سب کچھ دیتا ہے، لیکن کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ لوگو! اس بت کو تم یہ سمجھ کر لے جاؤ گے کہ یہ تمہیں بیٹا دے گا لیکن نہیں، ہرگز نہیں، انشاء اللہ جو بھی اسے خرید کر لے جائے گا اس کے ہاں بیٹا نہیں بیٹی پیدا ہوگی۔ تب اسے غصہ آئے گا اور وہ اس نام نہاد خدا کو زمین پر پٹخ دے گا۔ پھر اس گھر میں نہ بیٹا ہوگا، نہ بیٹے کا یہ خدا ہوگا"۔

لوگو! بتاؤ کون اس کو خریدنا چاہتا ہے؟ سب خاموش ہیں۔ بھلا ایسے خدا کو کون خریدے، جو فائدے کی جگہ الٹا نقصان دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بت کے گلے میں رسی ڈال دی اور اسے اپنے سامنے والے دھاگے کے ساتھ لٹکا کے باندھ دیا۔ بالکل اس طرح

جیسے اس بت نے بڑا جرم کیا ہو اور اس کی پاداش میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہو۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تھیلے سے ایک اور بت نکالا۔ یہ بت جسامت میں بہت چھوٹا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سب کو دکھایا اور پھر اس کی یہ تعریف ہونے لگی۔

''لوگو! اسے دیکھو، یہ چھوٹا سا بت ہے۔ یہ بھی تمہارا خدا ہے۔ اسے غور سے دیکھو۔ اسے ضرور دیکھو کیوں کہ تم اس کو دیکھ سکتے ہو لیکن یہ ایسا اندھا ہے کہ تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔ تمہارا حال اسے پتہ نہیں، تمہاری مشکلات یہ جان سکتا نہیں، لیکن پھر بھی تمہارا خدا ہے۔ اسے دیکھو! یہ اگرچہ جسامت میں چھوٹا ہے لیکن کثافت میں موٹا ہے۔ یہ تمہارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ بارش کا خدا ہے، اسے تم عمل تکاثف کا بادشاہ سمجھتے ہو لیکن اس کی بادشاہی کا یہ حال ہے کہ اگر اسے ایک پاؤ بھر پانی میں ڈال دیا جائے تو یہ بارش کا خدا اسی چلو بھر پانی میں ڈوب مرے گا۔ تمہیں پھر اس نام نہاد خدا کی لاش بھی نہ ملے گی۔ یہ اسی پانی میں گھل گھل کر ختم ہو جائے گا۔

لوگو! بتاؤ اب کون ہے جو اسے خریدنا چاہتا ہے؟''

کوئی ایک آدمی بھی اس بت کو خریدنے پر آمادہ نظر نہیں آتا بلکہ سب لوگ کھڑے یہ سوچ رہے ہیں کہ بھلا جو خدا خود پانی کی دستبرد سے محفوظ نہیں وہ دوسروں کو پانی سے کیسے سیراب کرے گا؟ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ان لوگوں کے دماغ میں آنے لگی کہ بارش کے سارے انتظام پر جس طاقت کا کنٹرول ہے، وہی طاقت ہی خدا ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بت کی ٹانگ میں دھاگہ ڈال کر سامنے والی رسّی پر الٹا لٹکا دیا کہ جیسے یہ بت کوئی شرارت کر کے بھاگ رہا تھا کہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر باندھ دیا۔

کچھومر نکل گیا

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور بت لوگوں کو دکھایا اور کہا:

''لوگو سنو! تم بارش کا خدا اگر نہیں خریدنا چاہتے تو نہ خریدو۔ میں ایک اور بت تمہیں دکھاتا ہوں۔ تم سے امید ہے اسے ضرور پسند کرو گے۔ دیکھو! میرے ہاتھ میں یہ بت ہے۔ اسے میرے چچا نے خاص تمہارے لئے بنایا ہے۔ اسے میرے چچا نے بڑے ڈھنگ سے بنایا ہے۔ اس میں خوبصورت رنگ بھرے ہیں، اس کی ناک پر بڑی محنت کی ہے، خوبصورتی میں اس بت کا جواب نہیں۔ یہ ایسا لاجواب خدا ہے کہ انشاء اللہ قیامت تک تمہیں جواب نہیں دے گا۔ سنا ہے یہ بیماری کا خدا ہے۔ لیکن لوگو! یاد رکھو! وبا اور شفا دونوں میرے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جسے چاہے شفا دے، جسے چاہے آزمائش میں رکھے۔ یہ میرے ہاتھ میں مردہ بت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا، کوئی صحت نہیں دے سکتا، کوئی شفا نہیں دے سکتا۔ لیکن میرے چچا نے اس کا نام بیماری کا خدا رکھا ہوا ہے۔ لوگو! جس گھر میں بیمار ہو اسے خرید کر لے جائے، انشاء اللہ جو اس بت کو اپنے گھر لے جائے گا اس کے گھر میں پڑا ہوا بیمار مر جائے گا، پھر اس بت کے خریدار کو ہوش آئے گا، وہ اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر پھینک دے گا۔ اس طرح اس گھر میں نہ بیمار رہے گا اور نہ یہ بیماری کا خدا رہے گا۔ لوگو خرید لو، کون اسے خریدنا چاہتا ہے؟''

تمام کے تمام خاموشی سے اس تقریر کو سن رہے ہیں اور محظوظ ہو رہے ہیں۔ وہ تقدس اور احترام جو ان بتوں کیلئے ان لوگوں کے دلوں میں موجود تھا، سب نکل رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر جاری ہے۔ کہا: ''لوگو!

تم اس بت کے خلاف سوچ رہے ہو، کہ یہ تمہارے بیماروں کو مار ڈالے گا۔ نہیں، یہ نہیں مار سکتا۔ پہلے اس کے کہ یہ کسی کو مارے، میں خود اس کا کچھومر نکال دیتا ہوں''۔

یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بت کو مروڑا اور پھر دھاگہ باندھ کر اسے بھی دوسرے بتوں کے ساتھ الٹا لٹکا دیا اور کہا:

"لوگو! تم نے ان سب خداؤں کو رد کر دیا ہے۔ شاید تم اس لئے انہیں نہیں چاہتے کہ یہ خدا تمہیں رزق نہیں دیتے۔ آؤ! میرے چچا نے ایک اور خدا اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ یہ صرف اس لئے بنایا گیا ہے کہ تمہیں رزق دے۔ لیکن یہ تمہیں بالکل رزق نہیں دے سکتا۔ یہ تو خود رزق کا محتاج ہے۔ تم اگر اسے خریدو گے تو یہ خدائی کا اہل بنے گا ورنہ نہیں۔ لوگو! سوچو، یہ بت میرے پاس ہے لیکن مجھے رزق نہیں دے سکتا، پھر یہ تمہیں کیسے رزق دے گا؟

لوگو! تم میں سے جو اسے خریدنا چاہے بے شک خرید لے، جو بھی اس بت کو خرید کر گھر لے جائے گا، وہ گھر میں اسے سجا کر رکھے گا۔ اسے سونے چاندی کے کپڑے پہنائے گا۔ اس طرح یہ بت تم سے سب کچھ لے کر بھی تمہیں کچھ نہیں دے گا"۔

"اور لوگو! خوب غور سے سن لو کہ میرا اللہ ساری کائنات کو سب کچھ دیتا ہے لیکن کسی سے کچھ نہیں لیتا، وہ سب کا رازق ہے، سب کا مالک ہے، سب کا خالق ہے، سب کا رب ہے، وہی سب کو پالتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف کائنات میں کوئی پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ اس نے ہمیں انسان بنایا، اسنے ہمیں اشرف المخلوقات اسی لئے کہا کہ ہم انسان بن کر رہیں، عقل سے کام لیں، دیکھا دیکھی میں بتوں کی پوجا پاٹ نہ کریں۔ بلکہ ایک خدا کی اطاعت کریں۔ لوگو! یہی ہدایت ہے، یہی بات اصل بات ہے۔ یہی راز اصل راز ہے۔ یہی بھید اصل بھید ہے۔ اسی بات میں تم سب کی نجات ہے"۔

میرے محترم سامعین!

یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ۔ آپ خود اندازہ کریں۔ کفر کی بستی میں جہاں خدا کا نام لیوا کوئی نہ تھا، جہاں بتوں کی حکمرانی تھی، جہاں شرک چاروں طرف چھایا ہوا تھا، جہاں

ایک خدا کی بات کرنا محال تھا، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب کا پیغام کس طرح پہنچایا۔ بات کرنے کیلئے ماحول کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ کفر کے گڑھ میں وحدانیت کی تبلیغ کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی لئے تبلیغ کا یہ طریقہ اپنایا۔

کیوں بھئی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ٹھیک کیا یا غلط؟ (آوازیں ٹھیک ٹھیک) ٹھیک بالکل ٹھیک۔ آپ ٹھیک ہی کہیں گے کیوں کہ آپ لوگوں کا مزاج بھی ان لوگوں سے کچھ کم نہیں۔ آپ بھی ان لوگوں سے کوئی کم ضدی نہیں۔ آپ کی تماش بینی بھی کچھ کم نہیں۔ آپ دیکھتے نہیں! آپ ہی میں سے کچھ لوگ ہیں، بلکہ بہت سے لوگ ہیں، آپ کی اس تعداد سے بھی زیادہ لوگ ہیں جو دھکے کھا کر ٹکٹوں کے پیسے لگا کر سینماؤں کے ہاؤس فل کرتے ہیں، لیکن دین کے جلسے میں بچھی ہوئی دریاں اکثر مسلمانوں کا منہ تکتی رہتی ہیں۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو عقیدت سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کرنے کیلئے خدا کا کلام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کیلئے آئے ہیں اور کتنے ہیں جو صرف جلسے کی رونق دیکھنے کیلئے آئے ہیں۔ میں نے تو جہاں دیکھا ہے، یہی دیکھا ہے کہ اگر بات بنا کر بات کریں تو بات سنی جاتی ہے، اگر بات سجا کر بات کریں تو بات پر توجہ دی جاتی ہے، اگر بات ٹکا کر بات کریں تو بات اثر کرتی ہے، لیکن اگر بات کو صرف بات کے انداز میں کریں تو کوئی بات بھی بات بنتی نہیں۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں، یہاں میں اگر گل چھرّے اڑاتا رہوں، نرم گرم باتیں کرتا رہوں، اِدھر اُدھر کی گپیں ہانکتا رہوں، چٹکلے سناتا رہوں، آپ لوگ خوشی خوشی مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں گے۔ لیکن اگر میں صرف قرآن اور اس کا آسان ترجمہ صرف حدیث اور اس کا سیدھا سادھا ترجمہ بیان کرنا شروع کر دوں تو اس اسٹیج پر آپ لوگ مجھے اس طرح تنہا چھوڑ جائیں گے جس طرح کربلا میں کوفی حسین (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑ گئے تھے۔

سنتِ ابراہیمی

لیکن میں آپ کو نہیں جانے دوں گا، کیوں کہ ہم نے جو کچھ سیکھا ہے وہ یہی ہے کہ نہ سننے والوں کو سناؤ، دور جانے والوں کے قریب جاؤ، نفرت کرنے والوں سے محبت کرو، گالی دینے والوں کو دعائیں دو، زیادتی کرنے والوں سے گلے ملو، نہ سمجھنے والوں کو بار بار سمجھاؤ، سمجھانے کے طریقے بدل بدل کر سمجھاؤ، تقریر سے سمجھاؤ، تحریر سے سمجھاؤ، تدبیر سے سمجھاؤ، ہر ایک کو اس کی سمجھ کے مطابق سمجھاؤ۔ کوئی جیسے سمجھے ویسے سمجھاؤ، کوئی سمجھے تب بھی سمجھاؤ، کوئی نہ سمجھے تب بھی سمجھاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی اصول اپنایا۔ نہ سمجھنے والوں کو ایسا سمجھایا کہ ان کی سمجھ خود انہیں ملامت کرنے لگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ اسی طرح سے بازار کے مختلف حصوں میں اپنی دوکان سجاتے اور بتوں کی موجودگی میں توحید کا سودا لٹاتے۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا حیران ہیں کہ کئی دنوں سے میرا بھتیجا روزانہ باقاعدگی سے صبح سے شام تک بازاروں میں گھومتا ہے لیکن کوئی ایک بت بھی فروخت نہیں ہوتا۔ ادھر پورے شہر میں اک غوغا مچ گیا، ایک شور برپا ہو گیا، ہر طرف حضرت ابراہیم کے تذکرے ہونے لگے۔ بات چلتے چلتے آزر تک جا پہنچی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا۔ کہا بیٹا جس طرح سے تم تجارت کر رہے ہو اس طرح سے تو تم ساری عمر میں ایک پیسے کی بھی سیل نہ کر سکو گے۔ تمہیں چاہئے تم ان بتوں کو خدا بنا کر ان کے ذریعہ لوگوں سے پیسے بٹورو۔ کہا چچا جان میں ان بتوں کو خدا بنا کر ان کے ذریعے پیسے بٹورنا نہیں چاہتا۔ میں ان بتوں کو بت بنا کر ان کی خدائی کا بھرم توڑنا چاہتا ہوں۔ کہا بیٹا اس طرح تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ کہا چچا جان میں خدا کو ایک مان کر بھوکا تو مر سکتا ہوں، لیکن ایک خدا کا انکار کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ کہا اس طرح تو بیٹا ہمارا تمہارا گزارہ مشکل ہے۔ کہا مشکل ہوتا

رہے، میرا آخری فیصلہ یہی ہے۔ اس پر آزر کو غصہ آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم بغیر کسی خوف اور ہچکچاہٹ کے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بھلا جس کے دل میں خدا گھر کر چکا ہو اسے مٹی اور گارڑے کے گھر کی کیا فکر ہوگی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر نکلے اور گلیوں اور کوچوں میں، قصبوں اور محلوں میں، بستیوں اور دیہاتوں میں، بازاروں اور ویرانوں میں، کھیتوں اور صحراؤں میں، ہر شہر میں، ہر علاقے میں اور ہر جگہ خدا کی توحید کے ڈنکے بجا دیئے۔ اس زمانے میں جب ریڈیو، ٹی وی، پریس، لاؤڈ اسپیکر، اخبار، رسالے، ڈاک، فون، تار، بس، ریل، کار، جہاز غرض کہ کوئی ذرائع ابلاغ کا تصور نہ تھا، اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔

جب یہ پیغام عام ہوا۔ جب خدا کا نام زبان زد خاص و عام ہوا تو یہ بات وقت کے بادشاہ نمرود تک جا پہنچی۔ یہ نمرود زبردست بت پرست تھا۔ اس نے عالیشان مندر بنا رکھا تھا جس میں قیمتی قیمتی بت تھے۔ چھوٹے بڑے بے شمار بتوں نے مندر آباد کر رکھا تھا۔ مندر کے بالکل وسط میں ایک بڑا بت تھا۔ باقی ارد گرد چھوٹے بت تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ بڑا گرو ہے اور چھوٹے بت اس کے چیلے چانٹے ہیں۔ کوئی بت پتھر سے بنا ہوا تھا، کوئی شیشے سے، کوئی چاندی سے، کوئی سونے سے۔ کسی بت میں بیش قیمت موتی جڑے ہوئے تھے۔ کچھ ان میں مرد بت تھے، کچھ ان میں عورتیں بت تھیں۔ یعنی کچھ ان میں بت تھے، کچھ ان میں مورتیاں تھیں۔ لیکن ان میں سے کچھ بتوں نے زنانہ کپڑے پہنے ہوئے تھے، کچھ مورتیوں نے مردانہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ شاید جدید فیشن تھا۔ یہ بت خانہ نمرود کے محل میں بنایا گیا تھا۔ شہزادے، وزیر، سفیر اور مشیر سب یہاں آ کر ان بتوں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ شہر کے دوسرے لوگوں کو بھی اس میں آنے کی اجازت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے۔ لوگوں کو ان بتوں کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ توحید خداوندی سے روشناس کرایا۔ لیکن یہ لوگ ٹس

سے مس نہ ہوئے۔ انہیں سمجھانے کیلئے کون سا طریقہ اختیار کیا جاتا؟ ایک تو مندر کا جاہ وجلال سامنے، دوسرے بادشاہ کا اپنا شہر۔ لوگوں کا بادشاہ کے رعب سے نکلنا محال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بغیر سمجھائے واپس جانا محال۔ سوچا نمرود کے پاس جا کر اسے تبلیغ کی جائے۔ شاید اس کی سمجھ میں بات آ جائے۔ جب وہ مان جائے گا تو باقی وزیر، سفیر اور رعایا سب مان جائیں گے۔ لیکن بادشاہ، بادشاہ ہوتا ہے اور بادشاہوں کے درباروں میں درویشوں کی رسائی مشکل ہوا کرتی ہے۔ اگر بادشاہی کے شاہی آداب نرالے ہوا کرتے ہیں تو درویشوں کے انداز بھی نرالے ہوا کرتے ہیں۔

اِدھر ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے دربار میں جانے کا سوچا، اُدھر رب نے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی متعین کر دیا۔ ان دنوں وہاں شہر سے باہر کھلے میدانوں میں ایک بہت بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ شہر کا ہر چھوٹا بڑا شخص اس میلے میں شریک ہو کر میلے کی رونق کو دوبالا کرے، کیوں کہ یہ بہت بڑا میلہ ہوا کرتا تھا۔ اس میں کشتیاں، جانوروں کی لڑائیاں، جوئے، کھیل، تماشے، خرافات، لغویات، طوطیاں، بین، بینڈ، باجے، جو کچھ تمہارے ہاں ہوتا ہے، سب کچھ وہاں ہوتا تھا۔ سب لوگ وہاں چلے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کیا کریں؟ کس سے بات کریں؟ کس کو سمجھائیں؟ پورا شہر خالی ہے۔ سوچا ہم بھی میلے میں چلے جائیں۔ لیکن پھر خیال آیا کیا ضرورت ہے دور جانے کی، اسی مندر اور بت خانے میں جا کر میلہ کیوں نہ منالیں کہ تبلیغ کی تبلیغ ہو جائے، ثواب کا ثواب اور شغل کا شغل۔ کہیں سے ایک کلہاڑا اٹھایا، سیدھے بت خانے میں جا پہنچے۔ کسی بت کے پاؤں پر کلہاڑا مارا کسی کے ٹخنے توڑے، کسی کی پنڈلی توڑی کسی کے گھٹنے توڑے، کسی کی ٹانگیں توڑیں کسی کا پیٹ پھاڑا، کسی کا سینہ چاک کیا کسی کی گردن مروڑی، کسی کے ہونٹ چیرے کسی کے جبڑے توڑے، کسی کا سر پھوڑا کسی کے کان کاٹے اور کسی کی ناک کاٹی۔ اس طرح تمام چھوٹے بتوں کی توڑ پھوڑ کرنے

کے بعد کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ بت خانہ ایسا نظر آتا تھا جیسے اس بڑے خدا کو چھوٹے خداؤں پر غصہ آ گیا تھا اور اس نے سب کو اس کلہاڑے سے قتل کر دیا تھا۔ شام کو تمام لوگ واپس آئے۔ جب بت خانے میں قدم رکھا، دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ صبح جن بتوں کو سج دھج سے چھوڑ گئے تھے شام کو ان کی ایسی تیسی ہوئی پڑی ہے۔ صبح جب گئے تھے تو جن خداؤں کی قسمیں کھا گئے تھے شام کو آ کر انہی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کرنا پڑی۔

دربارِ نمرود میں

یہ خبر جب نمرود کے دربار میں پہنچی، پورا دربار جوش اور غیض وغضب سے بھڑک اٹھا۔ تفتیش ہوئی۔ تحقیقات میں ثابت ہو گیا کہ سب لوگ میلے میں تھے صرف ایک ابراہیم وہاں نہ تھا اور عادات واطوار سے بھی تو حضرت ابراہیم ان کے نزدیک مشکوک تھے۔ نمرود کا کوتوال آیا، حضرت ابراہیم کو ساتھ لے گیا۔

نمرود کا دربار شاہی تمکنت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ دیواروں پر کمخواب کے پردے لٹکے ہوئے تھے، پردوں پر مختلف تصویریں بنائی گئی تھیں۔ بہت بڑے ہال میں ریشمی چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ چھت پر عجیب وغریب قسم کی نقش کاری کی ہوئی تھی، جواہر اور یاقوت سے بھری ہوئی تھالیاں بادشاہ کے تخت کے نیچے رکھی ہوئی تھیں۔ پورا دربار وزیروں اور سفیروں سے بھرا ہوا تھا۔ نمرود تاج شاہی سر پر رکھے، پہلو میں تکئے سے سہارا لئے بیٹھا تھا۔ حضرت ابراہیم کو دیکھ کر تکیہ چھوڑ دیا۔ ماتھے پر بل آئے۔ چہرہ لال سرخ ہو گیا۔ بادشاہ کو غصے میں آگ بگولہ ہوتے دیکھ کر تخت کے دونوں طرف کھڑے ہوئے جلاد ہوشیار ہو گئے۔ زہر میں بجھی ہوئی تلواریں نیام سے باہر آ گئیں، کہ ابھی قتل کا حکم صادر ہو گا۔ پورے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ نمرود کوتوال سے پوچھنے لگا، کیا یہی ہے وہ شخص جس نے ہمارے خداؤں کی توہین کی ہے؟ کوتوال نے آدابِ شاہی کے تحت سر جھکایا اور کہا ”جناب کی شاہی سلامت رہے، بالکل یہی ہے وہ شخص جس نے آپ کے ہوتے ہوئے ایسا کرنے کی جرأت کی“۔ نمرود حضرت ابراہیم کی طرف دیکھ کر پوچھنے

لگا، کیوں آخر تمہیں ایسا کرنے کی جرأت کیونکر ہوئی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرائے۔ گویا نمرود کا تمام رعب اور دبدبہ ان کے سامنے ہیچ ہے، اور کہا، اے نمرود تو اپنے اس بڑے بت سے کیوں نہیں پوچھ لیتا جس نے کلہاڑی بھی اٹھا رکھی ہے۔ کہا ہمارے بت ہمیں جواب نہیں دیا کرتے۔

"تو پھر تم نے انہیں خدا کیوں بنا رکھا ہے"؟

"یہ ہمیں مختلف فائدے پہنچاتے ہیں"۔

"کیا فائدے؟ کیا یہ کوئی حرکت کر سکتے ہیں، کسی بات کا جواب دے سکتے ہیں بول سکتے ہیں؟ سن سکتے ہیں؟"

"نہیں! یہ ہمارے خدا ہیں، ہم ان کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتے"۔

"اے نمرود! تجھے خدا نے بادشاہی بخشی ہے، کچھ عقل سے کام لے۔ بھلا جو بت اپنے ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو نہ اڑا سکیں وہ تمہیں کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔ اور پھر تم ان بتوں کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو اور خود ان کی پوجا کرتے ہو"۔

"سب ٹھیک ہے، مگر تم بتاؤ تم نے ہمارے ان بتوں کو توڑا کیوں"؟

تاریخی فقرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ نمرود کسی طرح سے بھی عقل سے کام لینے پر آمادہ نہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک تاریخی فقرہ کہا جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قرآن میں محفوظ رہے گا۔

"اُفِّ لَکُمْ وَلِما تَعْبُدُوْنَ".

اے نمرود! اگر ایسا ہے تو تم پر بھی افسوس ہے اور ساتھ ان پر بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو، انہیں اپنے ہاتھ سے بناتے ہو اور اپنے ہاتھ سے ان کے سامنے بندگی کیلئے ہاتھ باندھتے

ہو، خود بناتے ہو خود پوجتے ہو، خود بناتے ہو خود سجدے کرتے ہو، خود بناتے ہو خود چومتے ہو، خود بناتے ہو خود سجاتے ہو، خود بناتے ہو خود اٹھاتے ہو، خود بناتے ہو خود توڑتے ہو، خود بناتے ہو خود جوڑتے ہو، خود بناتے ہو خود سمندر میں بہاتے ہو، خود بناتے ہو خود دفناتے ہو، خود بناتے ہو اور خود اسے معبود سمجھتے ہو۔ "اُفِّ لَکُمْ وَلِما تَعْبُدُوْنَ". افسوس ہے تم پر اور ساتھ تمہاری اس عبادت پر۔

مسلمانو! خود سوچو، جو بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے پانچ ہزار برس پہلے کہی تھی، میں آج وہی بات کہنے میں کہاں تک سچا ہوں۔ آج ہاتھ سے بنائی ہوئی چیز پر تو اعتماد ہے لیکن جس خدا نے ہمیں بنایا ہے اس کی ذات پر اعتماد نہیں۔ اگر خدا کے سوا اپنی بنائی ہوئی کسی چیز کی پوجا کو عبادت سمجھو گے، چاہے یہ چیز بت کی شکل میں ہو، چاہے تصویر کی شکل میں ہو، چاہے چارپائی کی شکل میں ہو، چاہے مینار کی شکل میں ہو، چاہے کشتی کی شکل میں۔ جس شکل میں بھی ہو، اپنی بنائی ہوئی چیز کی پوجا پاٹ اور چوما چاٹ کو عبادت کہو گے تو میرے ابراہیم علیہ السلام کے بقول "اُفِّ لَکُمْ وَلِمـا تَعْبُدُوْنَ" پھر ہم تمہاری عقلوں پر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔

اقراری مجرم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی ہو کر دربارِ نمرود میں حق کی آواز بلند کر رہے ہیں۔ حق والوں کیلئے حق کی بات کرنا اس وقت بھی جرم تھا اور حق کہنے والوں کیلئے حق کی بات کرنا آج بھی جرم ہے۔ پابندیاں ہیں، نظر بندیاں ہیں، زبان بندیاں ہیں۔ دفعات ہیں، رولز ہیں، سزائیں ہیں، دھمکیاں ہیں۔

لیکن میرے محترم سامعین!

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حق کہنے والے اپنی بات کہنے سے کبھی باز نہیں آتے۔ حق کہنے والوں کی جان تو چلی جایا کرتی ہے لیکن ان کی حق کہنے کی عادت نہیں جایا کرتی:

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

نمرود زیادہ دیر تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ کو برداشت نہ کر سکا۔ بادشاہی نخوت اور غرور میں بھرپور دماغ نکتہ توحید کو سمجھنے کے باوجود بھی نہ سمجھ سکا۔ نمرود نے گرج کر پوچھا کیا یہ بت تم نے توڑے ہیں اس گرج سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیا اثر ہونا تھا؟ فوراً کہا ہاں میں پیغمبر برحق ہوں۔ یہ بت میں نے توڑے ہیں۔ پیغمبر کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتا''۔

نمرود نے اپنے مشاہیر سے اس اقراری مجرم کی سزا کے بارے میں مشورہ کیا۔ کسی نے کہا اسے سولی چڑھا دو، کسی نے کہا چوک میں سرعام قتل کر دو، کسی نے کہا ابھی جلاد کو کہو کہ سر قلم کر دے۔ ایک کمبخت بولا نہیں آگ میں جلاؤ۔ نمرود کو یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ بہت بڑی آگ جلانے کا حکم دیا۔ ملک کے جنگل کٹوا کر ایک میدان میں اکٹھے کئے۔ چھوٹی بڑی سب لکڑیاں جمع کیں۔ انہیں آگ لگا کر ایک آگ کا بہت بڑا الاؤ تیار کیا۔ آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، چنگاریاں اچھل اچھل کر اوپر تیرنے لگیں، انگارے دہکنے لگے، فضا آگ سے گرم ہوگئی۔ شہر کے تمام لوگ اس کو دیکھنے کیلئے اکٹھے ہوگئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر لایا گیا۔

آگ سے دور بادشاہی دربار کے سفیر بھی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کوتوال کو بلایا کہ مجرم کو ان کے پاس لاؤ۔ سفیروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی۔ کہنے لگے اے ابراہیم (علیہ السلام) دیکھ تیرے لئے یہ آگ جلا دی گئی۔ اس آگ کے چنے سے تیرا بچنا اب مشکل ہے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ تو ہمارے بتوں کی تعریف کر، اپنے اس جرم کی معافی مانگ۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ہم نمرود سے نہ صرف تجھے اس سزا سے چھڑوا دیں گے بلکہ میں دانائی اور حکمت سے تو نے نمرود کے دربار میں گفتگو کی ہے۔ اس کی بنا پر تجھے نمرود کے دربار میں سفیر بھی بنوا دیں گے۔ پھر اے ابراہیم (علیہ السلام) تو بھی ہماری طرح عیش کرے گا۔ اسی طرح

رعب و دبدبہ ہوگا۔ اسی طرح سے انعام و اکرام ملے گا۔ ہماری طرح سے ٹھاٹھ باٹھ ہوں گے، بہترین سے بہترین شراب ہوگی، عیش و عشرت کی ہر نعمت میسر ہوگی اور اگر تو نے معافی نہ مانگی تو پھر تیرا اب وہی حشر ہوگا جو دیکھ رہا ہے:

اک طرف جام و سبو ہیں اک طرف دار و رسن
ہے کڑا یہ امتحان دیکھیں کدھر جاتا ہے دل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سفیروں کی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور کوتوال کے ساتھ آگ کی طرف چل پڑے۔ سفیر بڑے حیران ہوئے، ان میں کچھ منہ میں انگلیاں دبائے بیٹھے تھے کہ یہ کیسا انسان ہے جو اپنی موت سے بھی نہیں ڈرتا؟

مصلحت اندیش دانش رہتی ہے حیرت زدہ
ہنستے ہنستے سیل آتش میں اتر جاتا ہے دل

نمرود کے کارندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کی طرف لے کر گئے۔ جب آگ کے قریب گئے تو آگ کی شدت اور غضب کی گرمی و حرارت سے خود جھلسنے لگے۔ اب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کیسے پھینکیں؟ انہیں پھینکنے کیلئے آگ کے قریب جاتے ہیں تو خود بھی ساتھ جلتے ہیں۔ اب ان لوگوں نے دو بڑی کھجوریں زمین میں ترچھی گاڑ دیں۔ ان لمبی کھجوروں کے ساتھ رسی کی ایک چرخی لگائی۔ اسی کے ساتھ ایک پنگوڑہ باندھ دیا کہ آہستہ آہستہ رسی کو کھینچتے جائیں گے، چرخی چلتی جائے گی، پنگوڑے میں ابراہیم علیہ السلام ہوگا۔ جب ابراہیم اوپر پہنچے گا، نیچے سے رسی کاٹ دیں گے۔ نعوذ باللہ ابراہیم (علیہ السلام) آگ میں گر کر جل جائے گا۔ یہ پنگوڑہ جب تیار ہوگیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا۔ اس وقت حضرت کے قبیلے کے چند سردار آئے۔ کہنے لگے، اے ابراہیم! اب بھی وقت ہے، اگر معافی مانگ لو تو ہم تمہیں اس مصیبت سے بچا لیں گے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور

مسکراتے ہوئے پنگوڑے میں بیٹھ گئے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سردارانِ قبیلہ چیخے، ابراہیم! دیکھو ہوش کرو۔ موت کے منہ میں جا رہے ہو، عقل سے کام لو:

عقل بولی بڑی شے جان ہے
عشق بولا جان تو یار پہ قربان ہے

زمین جنبد نہ جنبد

لوگوں نے اب رسیاں کھینچنا شروع کیں۔ مگر پنگوڑہ ہلنے کا نام نہیں لیتا۔ انہوں نے سمجھا شاید ابراہیم وزنی بہت ہیں اس لئے رسیاں نہیں کھینچی جا رہی ہیں۔ اور آدمی آئے تا کہ زیادہ زور لگائیں۔ ان آدمیوں میں حضرت ابراہیم کے چچا آزر بھی تھے۔ حضرت نے اپنے چچا کو دیکھا۔ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی۔

''واہ اے میرے پروردگار تیرا نام لینا دنیا میں کتنا مشکل ہوگیا ہے۔ دنیا کے چچا بھتیجوں سے پیار کرتے ہیں لیکن میرا چچا مجھے آگ میں ڈالنے کیلئے رسّی ہاتھ میں پکڑے کھڑا ہے۔ رسّی کھینچنے والے برابر رسّی کھینچ رہے ہیں لیکن چرخی ہے کہ جیسے جام ہو رہی ہے۔ سب نے مل کر زور لگایا لیکن زمین جنبد نہ جنبد گل محمد۔ رسی نے ہلنے کا نام نہ لیا۔ سوچا شاید چرخی میں کوئی خرابی ہے۔ رسیاں کھول کر پھر باندھیں۔ چرخی کو پھر سے سیٹ کیا۔ لیکن بے شمار آدمیوں کھینچنے پر بھی پنگوڑہ زمین سے نہ اٹھا۔

شرم کی بات

شیطان سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ تو سارا کھیل خراب ہو جائے گا۔ شیطان

اچھی طرح جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کیلئے نبیوں کی جان حرام کر دی ہے۔ زمین پر کوئی ایسا کام نہ ہوگا جس سے نبی کو تکلیف پہنچے۔ یہ اور بات ہے کہ رب اگر آزمائش میں ڈالنا چاہے تو اپنے نبی سے بھی امتحان لے لے۔ زمین نے حضرت ابراہیم کے پنگوڑے کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر شیطان فوراً ایک بزرگ کی صورت بن کر آیا اور کہا لوگو! یہ ابراہیم نعوذ باللہ جادوگر ہے۔ اس نے جادو کر رکھا ہے۔ آؤ میں تمہیں اس جادو کا توڑ بتاؤں۔ وہ لوگ گوش بر آواز ہوئے۔ شیطان نے کہا، اگر تم چالیس مرد اور چالیس عورتیں یہیں بدکاری کرو تو اس ابراہیم علیہ السلام کا جادو ٹوٹ سکتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں سب کے سامنے برہنہ ہوئے اور انہوں نے بر سر عام وہ کام کیا جسے مجھے بتاتے ہوئے اور تمہیں سنتے ہوئے شرم آئے گی۔ جس زمین پر حرام کاری ہو، حدیث میں ہے کہ اس زمین کا ٹکڑا جل جاتا ہے۔ جب یہ فعل بد وہاں ہوا تو زمین کی وہ طنابیں جنہوں نے ابراہیم کے پنگوڑے کو پکڑ رکھا تھا، جل گئیں۔ زمین ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت سے معذور ہو گئی۔

ان لوگوں نے رسیاں کھینچنا شروع کیں۔ پنگوڑہ زمین سے اٹھا۔ جوں جوں رسیاں کھینچتے گئے توں توں پنگوڑا لمبی کھجوروں کے سہارے آگے آسمان کی طرف بڑھتا گیا۔ پنگوڑہ آخری کنارے تک پہنچ گیا۔ اب نیچے آگ تھی۔ آسمان کا جبرئیل فرشتہ پیغمبر سے یہ سلوک دیکھ کر برداشت نہ کر سکا۔ فوراً حاضر خدمت ہوا۔ کہا اے اللہ کے خلیل اگر حکم ہو تو ابھی اپنے نورانی پروں سے اس آگ کو ان لوگوں کے گھروں میں بکھیر دوں۔ کہا، نہیں۔ کہا ''حضرت آگ نزدیک ہے''۔ کہا ''نہیں رب نزدیک ہے''۔

مسلمانو! غور کرو، ابراہیم بالکل آگ کے قریب پہنچ چکے ہیں، ساری دنیا آگ میں پھینکنے پر تلی کھڑی ہے۔ پنگوڑہ آگ کے شعلوں کے ساتھ ہے۔ قریب ہے کہ رسیاں کاٹ دی جائیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں گر پڑیں، جبرئیل علیہ السلام بچانے کیلئے حاضر خدمت

ہے لیکن یہاں ابراہیم علیہ السلام کو نہ لوگوں کا خوف ہے نہ جبرئیل پر بھروسہ۔ پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ ”میرا رب میرے نزدیک ہے۔ رب ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے“۔ یہی ایمان حضرت ابراہیم کا تھا۔ ہمارے ایمان کا حال یہ ہے کہ ہمیں اگر کوئی گھونسہ دکھا کر کہے رب نزدیک ہے کہ گھونسہ؟ ہم کہیں گے گھونسہ۔ وہ ابراہیم علیہ السلام تھے کہ رب کی قربت کا اتنا یقین تھا کہ آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں لیکن جبرئیل علیہ السلام کی مدد کو ٹھکرا رہے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے جب دیکھا کہ ابراہیم کو ان پر بھروسہ نہیں، خدا کی ذات پر کامل ایمان ہے، تو کہنے لگے حضرت! میں خدا کا مقرب ترین فرشتہ ہوں۔ اگر رب کے نام کوئی پیغام ہو تو بتایئے کہ میں وہاں جا سکتا ہوں جہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے۔ جبرئیل واپس چلا گیا۔ آسمانی مخلوق آسمان پر بے چین تھی کہ زمین پر خدا کے پیغمبر کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کی آمد پر سب نے پوچھا، جبرئیل کیا کر آئے ہو؟ کہا کچھ نہیں۔ کہا، پھر جاؤ۔ ادھر لوگوں نے رسیاں کاٹنے کیلئے چھری چلائی، آخری رسی کٹنا باقی تھی۔ یہ رسی کٹ جاتی اور ابراہیم علیہ السلام گر جاتے کہ جبرئیل پھر حاضر ہوا۔ ہاتھ باندھ کر کہا، حضرت! آسمانی مخلوق تڑپ رہی ہے، جو حکم ہو غلام حاضر ہے۔ کہا ”امّا الیکَ فلا“ جبرئیل (علیہ السلام) جا تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جانتا ہے وہ میرا رب جلیل
کہ آگ میں پڑتا ہے اس کا خلیل

رب خبیر بصیر ہے۔ آخر وہ اپنے خلیل سے کیسے بے خبر رہ سکتا تھا۔ لوگوں نے آخری کارروائی کی۔ اُدھر ابراہیم علیہ السلام گرے، ادھر آگ کو رب نے حکم دیا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ. ”اے آگ میرے ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا“۔ پھر کیا تھا؟ اس آگ میں جتنی بڑی لکڑیاں تھیں، سب اپنے اپنے درختوں کے تنے بننے لگیں۔ آم کی

لکڑی آم کا تنا، امرود کی لکڑی امرود کا تنا، کھجور کی لکڑی کھجور کا تنا، سیب کی لکڑی سیب کا تنا۔ ان تنوں پر شاخیں آنے لگیں، شاخوں پر پتے آنے لگے، پتوں پر ہریالی آنے لگی، میدان میں سبزہ آنے لگا، لکڑیوں میں شامل چھوٹے چھوٹے تنکے کیاریاں بننے لگیں، کیاریوں سے پودے بننے لگے، پودوں سے شگوفے ابھرنے لگے، شگوفوں سے کلیاں چٹکنے لگیں، کلیوں سے پھول کھلنے لگے، پھولوں کے رنگ نکھرنے لگے، رنگوں سے خوشبوئیں فضا میں بکھرنے لگیں، فضا میں بادِ صبا کے جھونکے چلنے لگے، جھونکوں سے درخت جھومنے لگے، درختوں میں پرندے چہکنے لگے، آن کی آن میں بہار نے ایک تماشہ برپا کر دیا اور اس گلستانِ واہ واہ میں میرے ابراہیم علیہ السلام آ کر چہل قدمی کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں نے جلتی آگ میں پھینکا کہ ابراہیم نعوذ باللہ جل جائے گا اور رب نے ساری دنیا کو دکھا دیا کہ لوگو! جس نے مجھ پر بھروسہ کیا، اگر لوگ اسے آگ میں ڈالیں تو میں اسے گل و گلزار میں پہنچا دیتا ہوں۔

مسلمانو! ہمارا خدا پر جتنا بھروسہ اور یقین ہے وہ ہم سب جانتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج نمرود کا جلایا ہوا کوئی پچہ نہیں، لیکن کیا ہم لوگ آگ میں نہیں پھینکے جا رہے؟ ہم آگ میں پھینکے ہی نہیں بلکہ جل رہے ہیں۔ تعصب کی آگ میں، نسلی امتیاز کی آگ میں، ناانصافی کی آگ میں، ظلم کی آگ میں جل رہے ہیں اور یہ آگ ہے کہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس آگ سے نکلنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ ہم سب خدا کی کبریائی اور اس کی حاکمیت پر اکٹھے ہو جائیں۔ اگر ہمارے دل خدا کی حاکمیت اور اقتدار کے تابع ہو جائیں، ہم آج بھی سیاسی جہنم سے نکل سکتے ہیں:

ہو اگر آج بھی ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

یاد رکھو! خدا کی محبت ہمارے نسلی تعصّبات کو باہمی محبت میں بدل سکتی ہے۔ خدا کا خوف پورے ملک سے خوف و ہراس کی فضا کو ختم کر سکتا ہے۔ اگر ہم خدا پر بھروسہ کرنا شروع کر دیں تو یہ بھیک جو ہم امیر ملکوں سے ہر سال مانگتے ہیں اس کے مانگنے کی ضرورت نہ رہے۔ اگر ہم خدا پر توکل کرنا شروع کر دیں تو ہمیں اپنی محنت میں برکت نظر آنے لگے۔ اگر ہم خدا کو دل سے رازق مان لیں تو پھر اس ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹ، ملاوٹ اور لوٹ مار کا نام ونشان نہ رہے۔

خدا ہمارے ہر وقت قریب ہے لیکن اگر ہم خدا کے قریب ہو جائیں، پھر ہمیں کسی کی قربت حاصل کرنے، کسی سے شناسائی پیدا کرنے، کسی تک رسائی حاصل کرنے اور کسی کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہ رہے۔

اگر ہم خدا کی اطاعت کریں پھر ہمیں کسی کی غلامی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم خدا کی خوشنودی چاہیں تو کسی کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم خدا کی تابعداری کریں، پھر ہمیں کسی کی اتباع کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم خدا کی مرضی پہ راضی ہو جاویں تو پھر ع

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی رضا پر راضی تھے، خدا کی عطا پر شاکر تھے، خدا کی آزمائش پر صابر تھے، خدا کے کام کیلئے ہر وقت حاضر تھے۔ انہوں نے خدا کی محبت میں اپنی محبت قربان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ آخری عمر میں اولاد ہوئی اور اولاد بھی کس طرح آئی؟ کہ اس اولاد کے آنے سے پہلے آسمان سے اس کی خوش خبری آئی۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ کی عظمت اور خدا کے نزدیک خلیل ہونے کا راز کیا ہے؟ فرمایا تین باتوں کی وجہ سے میں رب کے نزدیک پیارا ہوں۔

ایک تو جب دین اور دنیا کے کام ایک وقت میں میرے سامنے آئیں، میں دنیا کا کام بعد میں اور دین کا کام پہلے کرتا ہوں۔

دوسرے جب میرے پاس شام کا رزق موجود ہو تو میں صبح کی فکر نہیں کرتا اور جب صبح کا کھانا موجود ہو تو شام کی فکر نہیں کرتا۔

اور تیسرے جب تک میرے پاس کوئی مہمان نہ آئے میں کھانا نہیں کھاتا۔

ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کئی دن تک کوئی مہمان نہ آیا۔ آپ نے کھانا نہ کھایا۔ آپ کی پہلی بیوی حضرت سارہ تھیں۔ کہا میرے سرتاج! اگر مہمان نہ آیا تو کیا آپ یوں ہی بھوکے رہیں گے؟ فرمایا کیا کروں، عادت ہی کچھ ایسی ہے۔ بیوی کا دل محبت سے بھر آیا۔ دعا کی مولیٰ! کہیں سے مہمان بھیج کہ میرا خاوند کسی طرح کھانا کھائے۔ کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر آئے۔

’’تم کون ہو؟‘‘

’’ہم آپ کے مہمان ہیں، کئی دن سے بھوکے ہیں۔ سنا ہے آپ مہمانوں کے بڑے قدردان ہیں‘‘۔

’’ہاں بالکل، مجھے بھی مہمانوں کی زبردست ضرورت تھی‘‘۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر کے اندر کمرے میں پردہ لٹکایا، زمین پر بیٹھنے کیلئے مصلے بچھائے۔ حضرت سارہ کو کھانا پکانے کیلئے کہا۔ ان مصلوں پر دستر خوان لگایا، کھانا تیار ہو گیا۔ آکر مہمانوں کے سامنے رکھا۔ خود بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا شروع کیا۔ حضرت ابراہیم گردن جھکائے کھانا کھا رہے ہیں۔ مہمانوں نے کھانے کیلئے ہاتھ نہیں بڑھائے، وہ ابھی خاموش بیٹھے ہیں۔ حضرت سارہ یہ سب کچھ پردے کے پیچھے کھڑی دیکھ رہی ہیں۔ بڑی حیران ہیں۔ سوچا ابھی مہمان شروع کریں گے، لیکن وہ بدستور چپ بیٹھے تھے۔ حضرت سارا سے رہا نہ گیا۔ پردے سے آواز دی، اے میرے سرتاج! آپ دیکھتے نہیں آپ کے مہمان تو کھانے کو ہاتھ نہیں لگا رہے اور آپ خود اکیلے کھا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے گردن جو اٹھا کر دیکھا تو

حیران رہ گئے کہ کسی مہمان نے ایک لقمہ تک نہیں کھایا۔ کہا بھائی! تم کھاتے کیوں نہیں؟ کہا ہم کھانے سے پاک ہیں۔

''ارے تم فرشتے ہو!''

''ہاں ہم فرشتے ہیں''۔

''تم کس لئے آئے ہو؟''

''ہم آئے نہیں، ہمیں بھیجا گیا ہے''۔

''تمہیں کس لئے بھیجا گیا ہے؟''

''اس لئے کہ تمہیں خوشخبری سنائیں''۔

بوڑھی سارہ پردے کے ساتھ کھڑی سب باتیں سن رہی ہیں۔ جب خوشخبری کی بات آئی، مسکرا اٹھیں۔ فرشتوں نے خبر دی کہ اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دی ہے، نام اس کا اسحاق ہوگا۔ اس اسحاق کا بیٹا یعقوب ہوگا۔ یہ آپ کا بیٹا اور پوتا دونوں پیغمبر ہوں گے۔ حضرت سارہ حیران رہ گئیں۔ خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پردے کے پیچھے سے بول اٹھیں:

بھائیو! کتنا پیارا یہ سماں ہوگا۔ خوشی کی کیسی عجیب لہر ہوگی؟ حضرت ابراہیم کی کیا حالت ہوگی؟ حضرت سارہ کے ارمانوں کا کیا رنگ ہوگا؟ خوشخبری کے کیا الفاظ ہوں گے؟ فرشتوں کے کیا انداز ہوں گے؟ سارہ کی کیا آواز ہوگی؟ فرشتوں کا کیا جواب ہوگا؟ ان ساری باتوں کا جو نقشہ قرآن حکیم نے کھینچا ہے اس سے بہتر ہمارے لئے بیان کرنا ممکن نہیں۔

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَاءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ. قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ. قَالُوْا أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ.

''اور بی بی سارہ پردے کے پیچھے کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ فرشتوں نے انہیں اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اس پر بی بی حیران ہو کر کہہ اٹھیں ہائے کیا میں بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میں بانجھ ہوں اور میرا یہ خاوند ابراہیم بوڑھا ہو چکا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتے کہنے لگے بی بی! تو اللہ کے کاموں پر حیران ہو رہی ہے جب کہ اللہ نے تجھ پر اور تیرے سب گھر والوں پر رحمت اور برکت کے خزانے کھول دیئے ہیں''۔

محترم سامعین! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی میں آپ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ربّ کی طرف سے آسائش دیکھیں گے یا آزمائش دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر ایک بیوی کی طرف سے آسائش مہیا کی تو دوسری بیوی کی طرف سے آزمائش میں ڈالا۔ دوسری بیوی حضرت ہاجرہ تھیں۔ یہ اسماعیل کی والدہ تھیں۔ حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ بڑے خوبصورت تھے۔ ایسے جیسے تازہ گلاب کھل اٹھا ہو۔ حضرت ابراہیم کی خوشیوں کے چمن میں بہار آ گئی۔ لیکن اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوا، اے ابراہیم! اس بچہ اور زچہ دونوں کو فلاں صحرا میں چھوڑ آؤ۔ خدا کا حکم تھا، بغیر کسی چون و چرا کے، بغیر کسی سوال و جواب کے حضرت ہاجرہ کو ساتھ لیا، بچے کو گود میں اٹھایا۔ اس مقام کی طرف چل دیئے جہاں کا حکم تھا۔ راستے میں حضرت ہاجرہ کہنے لگیں آقا! ہم کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا ہم جہاں جا رہے ہیں، ٹھیک جا رہے ہیں۔

دونوں چلتے چلتے دور نکل گئے۔ شہر سے باہر چلے گئے۔ شہر کے باہر والے جنگل سے بھی آگے نکل گئے۔ کبھی ہموار زمین آ جاتی، کبھی پہاڑیاں آ جاتیں، آخر ایک چٹیل میدان آ گیا۔ یہ لق و دق صحرا تھا۔ یہاں کوئی درخت اور سبزہ نہ تھا، کوئی کھجور نہ تھی، کوئی سایہ نہ تھا۔ اس صحرا میں چلتے رہے۔ آخر دو چھوٹی سی پہاڑیاں (خشک) آئیں جنہیں ہم آج صفا و مروہ کی پہاڑیاں کہتے

ہیں۔یہ اس زمانہ میں پتھروں اور چٹانوں کے دو ڈھیر ہوا کرتے تھے۔ان پہاڑیوں کے ساتھ زمین پر حضرت ابراہیم نے اپنی بیوہ ہاجرہ کو بٹھایا۔اسماعیل کو ہاجرہ کی گود میں سلا دیا، کہا تم یہیں رہو۔

دل سے جو بات نکلتی ہے

حضرت ہاجرہ بھی کوئی ہماری تمہاری عورتوں کی طرح نہ تھیں کہ ذرا خاوند چند دن کیلئے باہر گیا اور گھر میں طوفان کھڑا کر دیا، تھوڑی سی معاشی حالت ڈانواں ڈول ہوئی تو گزارہ خراب ہو گیا، روکھی سوکھی کھانے کو کہا تو بھوکے ننگے ہونے کے طعنے ملنے لگے، اگر معمولی کپڑا پہننے کو ملا تو میکے جانے کی دھمکی ملنے لگی، اگر رات کو گھر دیر سے آئے تو شکوک وشبہات کا اظہار ہونے لگا، اگر مجبوری بتائی تو شادی کیوں کرنے کا استفسار ہونے لگا۔وہ حضرت ہاجرہ تھیں، شاکرہ تھیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ اس کام میں ضرور کوئی مصلحت ہے۔پوچھا ہمیں اکیلا چھوڑے جا رہے ہو۔کہا، ہاں! اکیلا چھوڑے جا رہا ہوں۔کہا کیا اللہ کا یہی حکم ہے؟ فرمایا ہاں یہی حکم ہے۔خاموش رہیں۔ حضرت ابراہیم واپس جانے کیلئے مڑے۔ایک نظر ماحول پر ڈالی۔آسمان سفید تھا، دھوپ تیز تھی، ایک طرف خشک پتھر کی سلیں تھیں، دوسری طرف وسیع وعریض میدان تھا۔ریت کے ٹیلے تھے، سبزے کا نام ونشان نہ تھا، پانی کی کہیں بوند نہ تھی۔تاحد نظر چٹیل صحرا تھا۔زمین پر چلنے والا چرند تو کیا حشرات الارض میں کوئی کیڑا مکوڑا تک نہ تھا۔فضا میں کوئی اڑنے والا پرند تو کیا مکھی و مچھر تک نہ تھا۔زندگی کے کوئی آثار نہ تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل بھر آیا۔وہاں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

دعا کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ دیکھو! لب ولہجے اور آواز کو دیکھو اور رب کی طرف سے اس دعا کی قبولیت کے انداز کو دیکھو۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ. رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ

مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ.

’’اے ساری کائنات کے پالنے والے! میں نے اپنے اہل وعیال کو سکونت پذیر کر دیا ہے۔تیری اس مقرر کردہ وادی میں کہ جس وادی میں زراعت کی ایک سبز پتی بھی نہیں۔ اے پروردگار انہیں نمازی بنا (یہ تنہا ہیں) تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب پھیر دے اور اس چٹیل صحرا میں انہیں پھلوں کا رزق عطا کرتا کہ یہ تیرے شکر گزار رہوں‘‘۔

گویا ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ میں اپنے اہل وعیال کو تیرے حکم پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ایسا چھوڑے جا رہا ہوں کہ واپس لے جانے کا کوئی خیال ہی نہیں۔ ’’اَسْکَنْتُ‘‘ کا لفظ ہے کہ میں نے انہیں سکونت پذیر کر دیا ہے۔اب ان کی مستقل رہائش بھی یہیں ہوگی۔اس دعا کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگا لو کہ وہ جگہ جہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو چھوڑا گیا تھا اس جگہ کو ہم آج حرم مکہ کہتے ہیں۔یہاں ہر سال عرب کے ریگزاروں سے، عجم کے گلستانوں سے، قراقرم کے پہاڑوں سے، ایشیا کے میدانوں سے، انڈونیشیا، ملیشیا بلکہ امریکہ تک کے جزیروں سے، یورپ کے مرغزاروں سے، افریقہ کے صحراؤں سے، مشرق ومغرب سے، چہار طرف عالم سے مسلمان حج کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ان میں سے کچھ ہوائی جہازوں سے، کچھ سمندری جہازوں سے، کچھ کشتیوں سے، کچھ لانچوں سے، کچھ ٹرکوں سے، کچھ موٹروں سے، کچھ بسوں سے، کچھ ویگنوں سے، کچھ سواریوں سے، کچھ پیدل، جس جس کا جیسے جیسے بس چلتا ہے، اس طرف بھاگا چلا آتا ہے۔کیا یہاں ان لوگوں کے رشتہ دار رہتے ہیں کہ ملنے آئے ہیں؟ کیا یہاں ان کا کوئی کاروبار ہے؟ دیکھ بھال کرنے آئے ہیں؟ نہیں کچھ نہیں، یہاں تو جس کے تن پہ دیکھو عاشقانہ لباس ہے۔یہاں تو ہر طرف ’’لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ‘‘ کی آوازیں ہیں۔یہاں تو اللہ اکبر کے نعرے ہیں۔لوگ غلاف کعبہ کو لپٹ رہے ہیں، یہاں تو نمازیں پڑھی جا رہی ہیں، یہاں تو زم زم پیا جا رہا ہے، یہاں تو حجر اسود کو بوسے دیئے جا رہے ہیں، کعبہ کی دیواروں کو چوما جا رہا ہے، یہ تو سب لوگ محبت خداوندی سے سرشار نظر آتے ہیں۔لیکن یہاں یہ ساری محبت کہاں سے آگئی۔اس پر بھی غور

کرو اور پھر اس دعا پر بھی غور کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا تھا:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِىْ اِلَيْهِمْ.

”مولا! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب پھیر دے“۔

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں مانگی جہاں زراعت کی ایک پتی نہ تھی۔ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ یہاں کاشت کاری کا کوئی امکان نہیں، پانی کی ایک بوند نہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام رزق کیلئے اس بے نیاز رب سے کس بے نیازی کے ساتھ پھلوں کا رزق مانگ رہے ہیں۔ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَراتِ کے الفاظ ہیں۔ ثمر واحد ہے، ایک پھل۔ ثمرات جمع ہے تمام پھل۔ اس دعا کی قبولیت کا میں عینی شاہد ہوں۔ میں تین سال تک مکے میں رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی ایسا پھل نہیں جو میں نے مکہ کے بازاروں میں نہ دیکھا ہو۔ آپ لوگ ناز کرتے ہیں کہ آم صرف ہمارے ہندوستان اور پاکستان کا پھل ہے۔ یہ آم میں نے وہاں بھی کھائے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اور یہاں سے واپس چلے گئے۔ اب یہاں صاف میدان ہے۔ ایک ماں اور اس کی گود میں بچہ ہے۔ بچہ اسماعیل ہے۔ سینہ سے لپٹا ہوا ہے۔ ماں اکیلی اپنے لاڈلے کو جنگل میں لئے بیٹھی ہے۔ بچے نے اِدھر رونا شروع کیا تو ماں نے فرطِ محبت سے دودھ پلانا شروع کیا۔ ایک دن، دو دن، حد تین دن گزرے ہوں گے۔ بھوک سے طبیعت مضمحل ہونے لگی۔ سینے میں دودھ خشک ہو گیا۔ بچہ بے تحاشہ رونے لگا۔ حضرت ہاجرہ حیلے کو وسیلہ بنا کر اٹھیں کہ دیکھیں کہیں کوئی زندگی کے آثار نظر آئیں۔ سامنے صفا و مروہ کی پہاڑیاں تھیں۔ ان پر چڑھیں کہ آسمان پر کوئی پرندہ اگر نظر آئے تو وہاں چلے جائیں، شاید پانی مل جائے۔ حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹایا۔ حالت یہ تھی کہ دیکھتی تھیں بیٹے اسماعیل (علیہ السلام) کی طرف، چڑھتی تھیں پہاڑی پر۔ کبھی نظر آسمان کی طرف جاتی تھی، کبھی وسیع و عریض صحرا کی طرف اور کبھی ننھے اسماعیل علیہ السلام کی طرف۔ جب چٹانوں کی اوٹ میں اسماعیل چھپ جاتے، حضرت ہاجرہ تیز دوڑتیں کہ بچہ پر نگاہ رہے۔ جب حضرت اسماعیل نظر آنے لگتے آہستہ آہستہ چلتیں تاکہ بچہ زیادہ دیر تک

نگاہوں کے سامنے رہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ قیامت تک کے آنے والے حاجیوں کیلئے فرض کر دیا کہ حاجیو! ساری دعائیں پڑھتے رہو، سارے ارکان پورے کرتے رہو، احرام باندھ کر لاکھوں دفعہ ”اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ“ کے نعرے لگاتے رہو، لیکن جب تک میری ہاجرہ کی طرح کبھی آہستہ اور کبھی تیز انہیں صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان مجھے دوڑ کر نہیں دکھاؤ گے، تمہارا حج قبول ہی نہیں کروں گا۔ آج جتنے حاجی جاتے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ صفا مروہ کے درمیان دو نشانوں کے درمیان دوڑتے ہو یا نہیں۔ یہ پہاڑیاں اب موجود نہیں ہیں لیکن ان کی جگہ سعودی حکومت نے نشان لگا دیئے ہیں۔ ان نشانوں سے معلوم ہو جاتا ہے اور معلمین یہاں دوڑنے کا انداز اور طریقہ بتاتے ہیں۔ صفا و مروہ کو شعائر اللہ کہا گیا ہے اور انہیں یہ شرف حضرت ہاجرہ کے دوڑنے کی وجہ سے ملا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات دفعہ چکر لگائے چنانچہ آج حاجی بھی سات ہی چکر لگاتے ہیں۔

سات چکروں کے بعد حضرت ہاجرہ کی نگاہ جب ننھے اسماعیل پر پڑی، دیکھا بچہ رو رہا ہے۔ رونے کے ساتھ ساتھ زمین پر ایڑیاں بھی مار رہا ہے۔ دوڑی آئیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام کے نزدیک پہنچیں، دیکھا جیسے جیسے ننھا اسمٰعیل ایڑیاں زمین پر مارتا جاتا ہے ویسے ویسے پانی زمین سے ابلتا آتا ہے۔ پانی کو دیکھ کر حضرت ہاجرہ کی طبیعت خوش ہوئی۔ یہاں کوئی بات کرنے والا بھی نہ تھا۔ ہاجرہ تھی یا اسماعیل تھا۔ اب پانی جو زمین سے نکل کر ابلنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے اپنے ہاتھوں سے زمین کی مٹی پانی کے آگے رکھنا شروع کی۔ پانی آگے نکلنے لگتا تو آپ کہتیں ”زَمْ زَمْ“ یعنی اے پانی رک جا رک جا

اس موقع پر میں ان لوگوں سے ایک بات پوچھتا ہوں جو کہتے ہیں، غیر اللہ سے توقع

رکھنا، غیر اللہ کو پکارنا شرک اور حرام ہے۔ مجھے بتایئے کیا اسماعیل کی ایڑیوں سے نکلنے والا پانی غیر اللہ نہیں؟ اس پانی کا نکالنا بھی اللہ کے اختیار میں، اس کا بہانا بھی اللہ کے اختیار میں، اس کا روکنا بھی اللہ کے اختیار میں۔ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زم زم کا حکم دے کر روکنے والی کون تھیں؟ کیا آپ زم زم کے الفاظ کو مشرکانہ الفاظ کہیں گے؟ دنیا جانتی ہے کہ حضرت ہاجرہ کے ان الفاظ اور اس حکم پر پانی رک گیا۔

ایسا کیوں ہوا؟ حضرت ہاجرہ رب کی رضا پر راضی تھیں۔ معلوم ہوا کبھی کبھار اللہ والوں کی مرضی اور حکم بھی اللہ کا حکم بن جاتا ہے۔ حضرت ہاجرہ کے زم زم کہنے سے پانی رک گیا اور ہاجرہ کا زم زم کا حکم دینا خود خدا کو ایسا پسند آیا کہ اس پانی کیلئے کوئی اور نام ہی تجویز نہ کیا۔ آج تک اس پانی کو ہم زمزم کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ”اگر میری دادی ہاجرہ زمزم کے پانی کو نہ روکتی تو یہ پانی پوری دنیا میں پھیل جاتا“۔

شانِ نبوت

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے جو پانی نکلا، اس پانی سے دنیا آج بھی سیراب ہو رہی ہے۔ اس پیغمبر کے اس معجزے کی آج بھی ہم تعریف کر رہے ہیں۔ یہ پیغمبر اس وقت نومولود، بچہ تھا، اس وقت اس اسمٰعیل نے اپنی نبوت کا اعلان نہ کیا تھا۔ لیکن نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کو نبی کے صرف ہاتھوں سے ہی نہیں بلکہ پاؤں سے بھی معجزے رونما کرواتا ہے۔ نبی اپنے بچپن میں، لڑکپن میں، جوانی میں، بڑھاپے میں، سفر میں، قیام میں، نیند میں، جاگتے میں، اٹھتے اور بیٹھتے میں، چلتے اور پھرتے میں، غرض کہ عمر کے ہر حصے میں، ہر حال میں، ہر جگہ اور ہر مقام پر نبی، نبی ہوتا ہے۔ نبی کی نبوت، نبی کی خلقت کے ساتھ ہی اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ رب کی طرف سے اس نبوت کا دنیا کے سامنے اعلان نہیں ہوتا اور جب دنیا کے سامنے نبوت ظاہر ہوتی ہے، پھر اس نبوت کے انکار کرنے والوں کو رب معاف نہیں کرتا۔

مذاق نہ اُڑاؤ

تاریخ گواہ ہے کہ نبوت کی اتباع نہ کرنے والی قوموں کا حشر کیا ہوا؟ کسی قوم کی شکل بدلی اور بندروں جیسی ہوگئی، کوئی قوم پتھروں کی بارش میں ہلاک ہوگئی، کسی قوم پر آگ برسائی گئی اور کوئی قوم طوفان میں ڈبوئی گئی۔ آج بھی ہم مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں کرتے ہیں، ان کی نبوت اور ان کے علم کو اپنی عقل کے ترازو میں تولتے ہیں، ان کی شان کی حدود و قیود متعین کرتے ہیں، ان کے خیالات کی رحمانی اور شیطانی تقسیم کرتے ہیں، ان کے اعمال کو اپنے کرتوتوں سے تشبیہ دیتے ہیں، ان کے اقوال کو استدلال کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں نبوت پر ایمان لانے کے سراسر خلاف ہیں۔ گویا ہم بھی انکاری ہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری ان حرکتوں پر ہمیں سیلاب، طوفان، زلزلوں، بارشوں اور بیماریوں کے ہلکے پھلکے پتھر لگا کر تنبیہ کر رہا ہے کہ مسلمانو! اگر تم بھی میرے نبی کی نبوت کا مذاق اُڑاؤ گے تو قیامت تک تم ایک مذاق بن کر رہ جاؤ گے۔ خدا ہمیں اس وقت سے بچائے جب ہمارا شمار بھی عاد و ثمود جیسی قوموں میں ہونے لگے۔ (آمین)

آواز دینے والا

میرے قابل احترام بزرگو!

حضرت ابراہیم علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام کی راہنمائی میں بابل اور نینوا کے شہروں سے اس وادی ”غیر ذی زرع“ میں پہنچے اور اپنی پرسوز دعاؤں کے ساتھ اپنی بیوی اور بچے کو خدا کے حکم کے مطابق چھوڑ کر واپس شام چلے گئے۔ خدا کی قدرت سے چشمہ زمزم ابلا۔ حضرت ہاجرہ نے اپنی پیاس بھی بجھائی اور بچے کے حلق میں بھی چلو سے پانی ڈالا۔ اتفاق سے انہی دنوں ایک خانہ بدوش قبیلہ بنو جرہم قافلے کی صورت میں وہاں سے گذرا۔ یہ لوگ جہاں پانی اور سبزہ دیکھتے وہیں کچھ دن قیام کر لیتے۔ جب وہاں سبزہ ختم ہو جاتا، یہ اپنے جانوروں کو لے

کر کسی اور جگہ کی تلاش میں نکل جاتے۔ قافلے والوں میں سے کسی ایک کی نظر حضرت ہاجرہ اور گود میں لئے ہوئے بچے پر پڑی۔ اس تمام قافلے نے اس بی بی کی طرف رخ کیا۔ اس قبیلہ کے اہل دانش نے سمجھا کہ کوئی لونڈی ہے جو راستہ بھول گئی ہے۔ چلو اسے پکڑو۔ اسے بھی فروخت کریں گے اور اس کے بچے کو بھی غلام بنالیں گے۔ یہ سب اس پاک بی بی کی طرف دوڑے کہ یک لخت ایک آواز آئی۔ اے بنی جرہم والو! اس بی بی کو لونڈی اور اس بچہ کو غلام نہ سمجھو۔ یہ سب حیران ہوگئے۔ مڑ کر دیکھا کہ کون کہہ رہا ہے؟ لیکن یہ ہاتف کی آواز تھی۔

ہاتف اسے کہتے ہیں جس کی آواز تو آئے لیکن کہنے والا نظر نہ آئے۔ ہاتف کہہ رہا تھا، اے قبیلہ بنی جرہم والو! انہیں مسافر نہ سمجھو، ابن السبیل نہ سمجھو، غریب وراہ گیر نہ سمجھو، یہ ٹھیک ہے کہ یہ مفلوک الحال بھی ہیں، تنہا بھی ہیں، یہ بے چارے اور بے سہارے بھی ہیں، مگر یہ اللہ کے پیارے بھی ہیں۔ آواز دینے والے کی آواز جاری تھی۔ اے بنی جرہم! یہ ٹھیک ہے کہ ان کے پاس کوئی اڑوس پڑوس بھی نہیں، ان کے پاس کوئی قبیلے اور عزیز واقربا بھی نہیں، ان کے پاس کوئی مدد ومعاون بھی نہیں، ان کا یہاں کوئی حمایتی اور وارث بھی نہیں، ان کا کوئی ہم نشین و ہمسر بھی نہیں، ان کا کوئی بیلی و غمخوار بھی نہیں، یہاں تک کہ ان کے پاس مال واسباب بھی نہیں، ساز وسامان بھی نہیں، کوئی توشہ اور زادِراہ بھی نہیں، یہاں تک کہ ان کے پاس سواری تک نہیں، رہائش تک کا خیمہ بھی نہیں، سونے تک کا بستر و بوریا بھی نہیں، کھانے تک کی غذا بھی نہیں، لیکن اے بنی جرہم والو! تم اس چٹیل میدان میں کھلے آسمان کے نیچے بیٹھنے والی اس عورت اور سونے والے بچے کو باندی و غلام نہ سمجھو:

یہ عورت جو بیٹھی ہے، یہ بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے، وہ پیغمبر کا بیٹا ہے

ہاتف کی یہ آواز سن کر قبیلہ بنی جرہم کے تمام قافلے والے وہیں اتر پڑے۔ حضرت ہاجرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے نکلنے والے چشمے کا معجزہ بتایا۔ ان سب نے اپنا وہیں پڑاؤ ڈال لیا۔ اس زم زم کے پانی سے وہاں سبزہ اگنے لگا۔ اس سبزے میں ان کے جانور چرنے لگے، وہ اپنے ان جانوروں کو پالتے، انہیں کی کھالوں اور گوشت پر گزارہ ہوتا۔ کچھ ہی دنوں میں وہاں چہل پہل ہوگئی۔ زندگی لوٹ آئی۔

حضرت اسماعیل اور بی بی ہاجرہ اس چھوٹی سی ریاست کے مالک بن گئے۔ ادھر جب حضرت ابراہیم کو اپنی بیوی اور بیٹے کی یاد نے ستایا تو اس ارادے سے کہ جا کر دیکھ تو آؤں، کیا ہوا؟ اپنی پہلی بیوی حضرت سارہ کو اپنا ارادہ بتایا تو وہ بولیں، اے میرے سرتاج ”وہاں اَب کیا کرنے جاؤ گے؟ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب تو وہاں آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر جاؤ گے تو رو دھو کے واپس آجاؤ گے۔ اس خبر گیری کا کیا فائدہ جس سے دِل ملول ہو؟

”نہیں میں ضرور جاؤں گا، میرے دل کو چین نہیں آرہا ہے“۔

”اگر وہاں جانا ہی ہے تو پھر وہاں ٹھہریئے گا نہیں۔ بس جا کر دیکھئے اور واپس پلٹ آیئے“۔

”کیا مطلب؟“

”شاید آپ وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے زیادہ اُداس ہوجائیں“۔

”ٹھیک ہے، میں جیسے ہی سواری پر جاؤں گا ویسا ہی سوار واپس آجاؤں گا“۔

”وعدہ“۔

”ہاں وعدہ“۔

یہ وعدہ کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس بیت الحرام کی طرف چل دیئے جہاں کوئی انسان تو کیا جانور اور پرندے تک نہ تھے۔ جو وادی ”غیر ذی زرع“ تھی، جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ سایہ، نہ غذا نہ پانی، نہ رہائش تھی نہ مسکن، یا بیابان صحرا تھا یا صفا ومروہ

کی چٹانیں، کھلا آسمان تھا یا چٹیل میدان۔ یہاں حضرت ابراہیم پہنچے۔ آ کر دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ جنگل جو پہلے جنگل نظر آتا تھا اب اس جنگل میں منگل نظر آتا ہے، جہاں سبزے کا نام ونشان نہ تھا اب وہ پوری وادی ہرا بھرا گلشن نظر آتا ہے، جہاں پانی کی ایک بوند نہ تھی وہاں اب ٹھنڈے اور صاف وشفاف پانی کا چشمہ ابل رہا ہے، جہاں زندگی کے آثار نہ تھے وہاں اب ہر طرف چرتے ہوئے چوپائے نظر آتے ہیں، جہاں انسان کا نام ونشان نہ تھا وہاں پورے کا پورا قبیلہ نظر آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بی بی ہاجرہ کی چاردیواری کے پاس پہنچے۔ آپ گھوڑے پر سوار ہیں۔ بی بی صاحبہ استقبال کو اٹھ کر دوڑی آئیں۔ ننھا اسمٰعیل بھی اب پاؤں چلنے لگا تھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بچے کو اٹھا کر ابو سے ملایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حیران ہو کر پوچھا

"اے ہاجرہ! یہ سب کیا ہوا؟"

کہا بس ہم نے خدا کے حکم پر تھوڑی سی مدت اس ویرانے میں گزاری۔ خدا نے ہمیشہ کیلئے ہماری زندگی سنوار دی۔ حضرت ہاجرہ بولیں۔

میرے آقا آیئے سواری سے اتر کر ہمارے ساتھ چل کر بیٹھیے۔

"نہیں میں اپنی سواری سے نہیں اتروں گا"۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟"

"میں نے ابھی واپس جانا ہے"۔

"واپسی بھی ہو جائے گی لیکن اتر کر کچھ دیر ٹھہریئے"۔

"نہیں، میں نے اپنی سواری سے نہ اترنے کا وعدہ کیا ہوا ہے، بس میں نے صرف دیکھنا تھا، اب میں جا رہا ہوں"۔

"اچھا اگر اتنی جلدی ہے تو ٹھہریئے میں آپ کو اس چشمہ کا پانی تو پلا دوں"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہیں۔ ایک پاؤں سے ایک بڑے پتھر کا سہارا لیا ہوا ہے، دوسرا پاؤں رکاب میں ہے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا دوڑی ہوئی آبِ زم زم کے دو برتن لائیں۔ ایک برتن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پینے کیلئے دیا، دوسرے برتن سے اپنے خاوند کے پاؤں دھونے لگیں کہ کچھ تھکاوٹ دور ہو جائے۔ پہلے رکاب والے پاؤں کو، پھر دوسرے پاؤں کو دھویا۔ جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پاؤں رکھا ہوا تھا، یہ پتھر اب بھی مکے میں موجود ہے۔ اسے مقام مصلّٰی کہتے ہیں۔ یہاں حاجی شکرانے کے دو رکعت نفل بھی ادا کرتے ہیں۔

مسلمانو! یہ خدا کے پیاروں کی شان ہے کہ جس جگہ اپنا قدم رکھ دیں وہ جگہ بھی شان والی ہو جاتی ہے۔ جب حضرت نوح کے قدم لگتے ہیں تو جودی پہاڑ بن جاتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے قدم لگتے ہیں تو کوہِ طور بن جاتا ہے، جب بی بی ہاجرہ کے قدم لگتے ہیں تو صفا ومروہ بن جاتا ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگتے ہیں تو خلاق کائنات کا مصلّٰی بن جاتا ہے اور جب میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم لگتے ہیں تو عرشِ معلّٰی بن جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس شام آ گئے۔ یہاں زندگی اطمینان وسکون سے گزرنے لگی۔ بی بی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی۔ ابھی چند ہی سال گزرے ہوں گے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔ پہلی رات نظر انداز کیا اور استغفار وعبادات میں اضافہ کر لیا۔ لیکن دوسری رات پھر وہی خواب آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ پاک مجھ سے میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے پاس پہنچے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ لڑکپن کی

عمر تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا "آج میرے بیٹے اسماعیل (علیہ السلام) کو نہلا دو، اسے نئے کپڑے پہنا دو، اسے سرمہ لگا دو"۔

"کیوں؟ کہیں ساتھ لے جانا ہے؟"

"ہاں! آج ہی لے جانا ہے"۔

حضرت ہاجرہ بھی خوش ہوگئیں کہ آج میرا خاوند میرے بچے کو کسی خوشی کی تقریب میں ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ فوراً اسماعیل علیہ السلام کو بلایا، نہلایا دھلایا، نئے کپڑے پہنائے اور ابو کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چھری کپڑے میں لپیٹ کر اپنے ساتھ رکھ لی اور اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ دور جنگل کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب باپ بیٹا خوشی خوشی جا رہے ہیں۔ شیطان سے یہ دیکھا نہ گیا، فوراً ایک آدمی کی شکل میں حضرت اسماعیل کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ کہا اے اسماعیل کیا تجھے پتہ ہے تیرا باپ تجھے ذبح کرنے کیلئے لے جا رہا ہے؟

"ارے! کبھی باپ بھی بیٹے کو ذبح کیا کرتے ہیں؟"

"لیکن تمہارا باپ آج تمہیں ضرور ذبح کرے گا"۔

"کیا میرے باپ کو اس کے رب نے یہی کہا ہے؟"

"ہاں! یہی کہا ہے، اسی لئے تو تمہیں لئے جا رہا ہے"۔

"اے شخص! اگر میرا والد مجھے رب کی مرضی پر لئے جا رہا ہے تو پھر تو روکنے والا مجھے شیطان نظر آتا ہے"۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ کہا اور ساتھ ہی پڑی ہوئی کنکریاں اٹھا کر اس پر فاصلہ دے ماریں۔ شیطان تھوڑی دور چل کر پھر ورغلانے آیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پہلے اس کے کہ وہ کوئی بات کرتا، پھر کنکریاں ماریں۔ رب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور رب کے حکم کی اطاعت کیلئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کو جس طرح سے ٹھکرایا، اسی طرح سے اس شیطان کو ٹھکرانے کا ہمارے لئے بھی حکم آیا ہے۔ یہ پتھر اور کنکریاں مارنے والی ادا رب کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے حاجیوں کیلئے حکم دے دیا، اے حاجیو! جیسے میرے

اسماعیل نے کنکریاں اٹھائی تھیں، جہاں سے اٹھائی تھیں، جتنی تعداد میں اٹھائی تھیں، جتنی دفعہ اٹھائی تھیں، جس جس جگہ ماری تھیں، جتنے زور سے ماری تھیں، جب تک مجھے ویسے کنکریاں مار کر نہیں دکھاؤ گے، تمہارا حج قبول نہیں کروں گا۔ آج جتنے حاجی جاتے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ ویسے کنکریاں مارتے ہیں یا نہیں۔ وہ اعمال جو صرف خدا کی رضا کیلئے کئے جائیں، خدا کو اتنے پسند آتے ہیں کہ وہ انہیں عبادت میں شامل کر لیتا ہے۔ اب یہ کنکریاں مارنا ایک عام سا کام ہے لیکن وہاں حضرت اسماعیل کی سنت سمجھ کر کرنے سے عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

جس جس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ چھوٹے چھوٹے پتھر مارے تھے اس جگہ نشانی کے طور پر سعودی حکومت نے اینٹوں کے نشانات بنا دیئے ہیں تاکہ حاجی بالکل وہیں وہیں کنکریاں مار سکے جہاں جہاں شیطان ظاہر ہوا تھا۔ لیکن ہمارے پاکستانی بھائیوں کو خصوصاً شیطان سے کوئی خدا واسطے کا بیر ہے۔ وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ پاکستانی صرف حج پڑھنے ہی نہیں آئے بلکہ اس شیطان کی تلاش میں آئے ہیں کہ یہ ملے تو اس کی گنجی کبوتری کریں۔ ہمارے حاجی ان اینٹوں کے کھڑے ہوئے نشانات کو دیکھ کر ایسے مشتعل ہو جاتے ہیں جیسے یہ شیطان کھڑا انہیں گھور گھور کر دیکھ رہا ہے اور پھر بڑی بڑی اینٹیں، بڑے پتھر، روڑے، جوتے، جو ہاتھ آتا ہے اٹھا اٹھا کر پورے زور سے مارتے ہیں۔

ایک دفعہ بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ دیکھا کہ ایک پٹھان چھوٹا سا پستول لئے ان نشانوں پر فائر کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے، فلانے ڈھکانے شرم نہیں آتی، ہمارے کو خرابی بتاتا ہے۔ میں نے جب یہ ٹوٹی ٹوٹی سی اردو سنی اور خانصاحب کے چہرے پر جلال کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ اپنے وطن کی آب وہوا کا اثر ہے۔ میں قریب گیا اور آرام سے خانصاحب کو سمجھایا کہ خانصاحب اس

پستول کو اگر تمہارے ہاتھ میں حکومت کے سپاہیوں نے دیکھ لیا تو تمہیں پستول سمیت اٹھا کر لے جائیں گے۔ میری بات کو سن کر خانصاحب نے سمجھ لیا اور پستول کو جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

حالانکہ اس شیطان پر اتنا غصہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور غصہ تو خود شیطانی کام ہے۔ شریعت میں صرف ایک ایسی چیز ہے جس کا پی جانا بہتر ہے اور وہ غصہ ہے۔ غصہ حرام ہے لیکن غصے کو پی جانا نیک کام ہے۔ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔ جو آدمی غصہ کر رہا ہو، سمجھو یہ عقل سے عاری ہے۔ حضرت اسماعیل نے غصہ تھوڑے کیا تھا، انہوں نے تو صبر وتحمل سے شیطان کی چال کو سمجھا تھا اور جب سمجھ میں آ گئی تو اس سے نفرت کا اظہار کرنے کیلئے اسے کنکریاں ماری تھیں۔

رحمان سے محبت اور شیطان سے نفرت، یہ ہے اصل عقیدتِ الٰہی۔ جس کے دل میں خدا کی محبت اور اس کے احکام کی پیروی کا جذبہ نہیں وہ لاکھوں فائر کھول دے، شیطان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دنیا میں صرف دو ہی طاقتیں ہیں، ایک شیطانی طاقت اور ایک رحمانی طاقت۔ ایک طاقت کو مغلوب کرنے کیلئے دوسری طاقت کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدائی قوانین و احکام کی نافرمانی کرنے کیلئے شیطان کا کہنا ماننا پڑتا ہے اور شیطان کی چالوں کو ناکام ونامراد کرنے کیلئے دل میں عشق الٰہی کو جگہ دینی پڑتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے آگے ہیں۔ بیٹا اسماعیل (علیہ السلام) پیچھے پیچھے ہے۔ دونوں رواں دواں ہیں۔ کسی میلے کی طرف نہیں، کسی بازار کی طرف نہیں، کسی تقریب کی طرف نہیں، کسی شادی وبیاہ کی طرف نہیں، بلکہ قربان گاہ کی طرف، رب کی رضا کی طرف۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب حقیقت بنانے کی ٹھان لی۔ بیٹے نے رب کی مرضی پورا کرنے کی

ٹھان لی۔ آسمان کے فرشتے اس باپ بیٹے کو کن نظروں سے دیکھتے ہوں گے؟ کس طرح حیران ہوتے ہوں گے؟ آپس میں کیسی کیسی باتیں کرتے ہوں گے، کہ آسمانوں پر رہ کر تسبیح و تہلیل کرنا تو آسمان کی شان کو بڑھا دیتا ہے لیکن زمین پر پیارے بیٹے کو قربان گاہ کی طرف لے جانا زمین کو آسمان سے ملا دیتا ہے۔ وہ زمین فخر سے اکڑنے کا حق رکھتی ہے جس پر باپ بیٹا چل رہے ہیں۔

شیطان پوری طرح حضرت اسماعیل سے مایوس ہو گیا۔ دیکھا کہ یہاں تو بس نہیں چلتا۔ بھاگا بھاگا حضرت ہاجرہ کے پاس آیا۔ بزرگ صورت بن کر نظر آیا۔ کہا اے ہاجرہ کیا تجھے پتہ ہے تیرے بیٹے کو تیرا خاوند کہاں لے گیا ہے؟

”کہیں کسی تقریب میں یا شادی میں گئے ہوں گے“۔

”نہیں وہ تو انہیں ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں“۔

”میرا خاوند خدا کا پیغمبر ہے۔ وہ رب کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے“۔

”اسماعیل تمہارا اکلوتا بیٹا ہے، کیا تم اسے کٹوانا پسند کرو گی؟“

”اگر رب کی مرضی یہی ہے تو پھر ایک اسماعیل کیا، ہزاروں اسماعیل ہوتے تو اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھیج دیتی“۔

اب شیطان کا کھیل مکمل خراب ہو گیا۔ باپ ویسے خدا کا نبی ہے، اس پر تو وسوسہ ڈالنے کا سرے سے شیطان کو حوصلہ ہی نہیں۔ بیٹے اسماعیل نے شیطان کو اس انداز سے ٹھکرایا کہ اب شیطان اس کے اندازے ہی لگاتا رہے گا۔ باقی ماں رہ گئی تھی کہ عورت کمزور دل ہوتی ہے۔ شیطان نے سوچا تھا جب ماں کو بیٹے کے ذبح ہونے کی بات بتاؤں گا تو بیٹے کی جان بچانے کیلئے فوراً پیچھے دوڑے گی۔ لیکن حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے شیطان کو ایسا دوڑایا کہ پھر سامنے نہ آیا۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام چلتے چلتے دور نکل آئے۔ بیٹے نے پورے راستے میں کہیں نہ پوچھا کہ ابا جان آخر مجھے تم کہاں لئے جا رہے ہو؟ جن قدموں پر باپ چلتا رہا انہیں نشانوں پر بیٹا چلتا رہا۔ بیٹا پیچھے چلتا رہا۔ باپ جہاں جاتا رہا بیٹا وہیں جاتا رہا۔ باپ جدھر جاتا رہا بیٹا ادھر جاتا رہا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

یہ دونوں باپ بیٹا اب ایک ایسے ویرانے میں پہنچ گئے جہاں ویرانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے اسماعیل کو زمین پر بٹھایا اور یہاں آنے کا مدعا یوں بیان کیا:

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی.

''اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا اس بارے میں تیری کیا رائے ہے؟''

حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی آخر ابراہیم کے بیٹے تھے، نیک اور صالح والدین کی اولاد بھی آخر ماں باپ کا اثر ضرور لیتی ہے۔ خون کا خون میں اثر ہوتا ہے، جیسا بیج ہوگا ویسا پھل ہوگا، جیسی جڑ ہوگی ویسا درخت ہوگا، جیسی تربیت ہوگی ویسی کارکردگی ہوگی، جیسا سبق ہوگا ویسی دہرائی ہوگی، جیسی صحبت ہوگی ویسے اثرات ہوں گے، جیسا ابراہیم ہوگا ویسا اسماعیل ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اولاد ہمیشہ والدین کے نقش قدم پہ چلتی ہے۔ اگر کسی کی اولاد نالائق ہے تو یہ قصور صرف اولاد کا نہیں والدین کا بھی ہے۔ جس وقت بچہ گود میں تھا اس وقت اس بچے کا بولنا و دیکھنا، اٹھنا و بیٹھنا، چلنا پھرنا، بات کرنا، کھانا پینا، سب والدین کے کنٹرول میں تھا۔ تربیت کے اس پیریڈ میں والدین نے خیال نہ کیا، جوان ہو کر وہی بچہ بری لائن پر چل نکلا۔ اب اس میں جتنا قصور اس نوجوان کا ہے، اس سے زیادہ کہیں اس کے والدین کا ہے۔

حضرت اسماعیل نے نبوت کی گود میں آنکھ کھولی، صابرہ و شاکرہ ہاجرہ کی گود میں پرورش پائی۔ اب حضرت اسماعیل علیہ السلام کیسے باپ کی بات کا انکار کرتے۔ فوراً کہہ اٹھے:

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ.

''اے ابا جان! آپ کو جس کا حکم ملا ہے وہ کچھ کر ڈالئے۔ جہاں تک میرا معاملہ ہے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے''۔

گویا دونوں باپ بیٹا خدا کی مرضی پر راضی ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ہاتھ میں لی، بیٹے سے کہا بیٹا خدا کی راہ میں گردن بچھا دو۔ حضرت اسماعیل نے عرض کی۔ اے ابا جان! رب کی بارگاہ میں مجھے قربان کرنے کیلئے میری تین باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

''کیسی تین باتیں؟''

''ابا جان پہلی بات تو یہ ہے کہ جب مجھے ذبح کرنے لگیں تو میری آنکھوں پر بھی اور اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لیں''۔

''لیکن میں نے خواب میں پٹیاں بندھی ہوئی تو نہ دیکھی تھیں''۔

''یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ ذبح کے وقت میں آپ کو نہ دیکھ سکوں اور آپ مجھے نہ دیکھ سکیں کہ کہیں میرے دل میں خیال آ جائے کہ میرا باپ مجھے ذبح کر رہا ہے اور آپ کے دل میں یہ خیال نہ آ جائے کہ ہائے میں اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہا ہوں''۔

''ٹھیک ہے ایسا ہی کر لیتے ہیں۔ تمہاری دوسری بات کیا ہے؟''

''میری دوسری خواہش یہ ہے کہ جب آپ مجھے ذبح کرنے لگیں اس وقت مجھے سجدے کی حالت میں رکھیں۔ کیوں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب اپنے رب سے ملوں تو

سجدے کی حالت میں ملوں''۔

''یہ اچھی بات ہے''۔

''ابا جان میری تیسری خواہش یہ ہے کہ جب میں ذبح ہو جاؤں تو میرے کرتے کو میرے خون میں بھگو کر میری والدہ ہاجرہ کے پاس لے جانا، تاکہ جب کبھی زندگی میں انہیں میں یاد آؤں اس کپڑے کو دیکھ کر صبر کرلیں اور یہ سمجھ جائیں کہ اس خون کی سرخی کی طفیل میرا بیٹا قیامت میں سرخرو ہوگا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی ہاں میں ہاں ملائی۔ پہلے دونوں نے اپنی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ اس موقع پر شیطان مایوس کھڑا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ رب نے کہا، اے شیطان! اب دور دفع ہو جا کہ میں نے تجھے پہلے ہی کہہ رکھا ہے جو میرے نیک بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہ چل سکے گا۔ فرشتوں نے اطاعت خداوندی کے اس عجوبہ روزگار نظارے کے دیکھنے کیلئے شیطان کو دور جا دھکیلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ میں چھری لی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن سے کپڑے کو دور ہٹایا۔ جیسے جیسے وقت کے لمحات گزرتے جاتے تھے، ویسے ویسے باپ بیٹا رضائے الٰہی کے مطابق ڈھلتے جاتے تھے۔

یہ تصویر، یہ نقشہ، یہ پوز، رب کو اتنا پسند آیا کہ اس کا فوٹو بنا کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قرآن مجید کے البم میں سجا دیا کہ دنیا والو! دیکھو فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ. کہ باپ بیٹا دونوں رب کے آگے سر تسلیم خم ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اب چھری چلانا شروع کی۔ نیچے بیٹے نے آواز دی ''ابا جان چھری اثر نہیں کر رہی۔ شاید آپ کی ضعیف العمری کی وجہ سے چھری پر زور کم پڑ رہا ہے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر بیٹھے تھے وہاں سے سرک گئے، اپنے گھٹنے زمین پر ٹکا دیئے۔ گویا رب کی رضا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ بائیں ہاتھ سے بیٹے کے سر کو مضبوطی سے پکڑا، دائیں ہاتھ سے چھری لے کر پورے زور سے بیٹے کی گردن کو کاٹنے لگے، لیکن چھری ہے کہ کاٹنے کا نام نہیں لیتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا قربانی کے وقت تکبیریں پڑھی جاتی ہیں، ان تکبیروں کے رہ جانے سے شاید قربانی نہیں ہو

رہی۔ ہاتھ سے چھری چلا رہے ہیں، زبان سے تکبیر پڑھ رہے ہیں (اللہ اکبر اللہ اکبر)۔ نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تکبیریں سنیں تو سمجھا وقت قریب ہے، خدا کا کلمہ پڑھتا جاؤں۔ پڑھا ''لا الٰہ الا اللہ''. حضرت ابراہیم علیہ السلام برابر تکبیریں پڑھ رہے ہیں ''واللہ اکبر اللہ اکبر''. اسماعیل نے سوچا آخری وقت ہے، خدا کی حمد وثنا ہی کرلوں، کہا ''وللہ الحمد''. یہ تکبیریں اور خدا کی تعریف رب کو اس قدر پسند آئی کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آنے والے حاجیوں کیلئے مقرر کر دیا کہ حاجیو! تم جب اس جگہ پہنچو، حرم میں داخل ہو تو مجھے ان تکبیروں کے ذریعے اونچی آوازوں سے پکارو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو میں حج ہی قبول نہیں کروں گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے اب ضروری ہو گیا ہے کہ جب یہی دن آئیں، نمازوں کے بعد انہی تکبیروں کے ساتھ رب کو یاد کریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان قربانی کے دنوں میں ہم پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُ اکبر اللّٰه اکبر لا اله اِلاالله واللّٰهُ اکبر اللّٰهُ اکبر ولِلّٰهِ الحمد.

اب اسماعیل علیہ السلام کی گردن بھی قربانی کیلئے سامنے ہے۔ آنکھوں پر بھی پٹیاں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا پورا زور بھی صرف ہو رہا ہے۔ چھری بھی چلائی جا رہی ہے۔ تمام لوازمات موجود ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی گردن پر ہاتھ لگا کر دیکھتے ہیں تو گردن صحیح و سالم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طبیعت میں جلال آیا۔ چھری ساتھ پڑے ہوئے پتھر پر ماری۔ پتھر دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت ابراہیم چھری سے مخاطب ہوئے کہ اے چھری کیا بات ہے؟ تو نے پتھر جیسی سخت چیز کو تو کاٹ دیا لیکن میرے بیٹے کی نرم و نازک گردن کو نہیں کاٹ سکتی؟ پیغمبر کی یہ شان ہوتی ہے کہ اگر وہ جمادات سے بات کرے تو اس غیر جاندار چیز کو بھی نبی کی بات کا جواب دینا پڑتا ہے۔ فوراً آواز آئی، میں کیا کروں؟

اَلْخَلِيْلُ يا مُرُنِي بِالْقَطْعِ وَالْجَلِيْلُ يَنْهَا نِي. اے ابراہیم علیہ السلام تو ابراہیم خلیل

(علیہ السلام) کہتا ہے کاٹ، اور رب جلیل کہتا ہے نہ کاٹ"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طبیعت کو جلال آیا۔ کہا اے چھری! میں نے خواب میں تجھے کاٹتا ہوا دیکھا تھا۔ یہاں بھی تجھے کاٹنا ہوگا۔

رب نے جبرئیل سے کہا، جبرئیل! میرے خلیل کے جلال کو دیکھ رہا ہے؟ کہا اے خالق و مالک ضرور دیکھ رہا ہوں۔ کہا آج ایسا نظر آتا ہے کہ یہ پیغمبر بغیر قربانی دیئے واپس نہیں جائے گا۔ جبرئیل! جا جنت سے دنبہ لے کر آ۔ دنبہ آ گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام برابر چھری چلا رہے ہیں، ہاتھ کو گرم گرم خون محسوس ہوا۔ چھری نے دنبہ کاٹ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا بیٹا قربان ہوگیا، کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ پڑھا۔ اپنی آنکھوں سے پٹی کھولی، دیکھا، بیٹا اسماعیل سامنے مسکرا رہا ہے۔ کہا:

"اے بیٹا تیرے ساتھ کیا حال ہوا؟"

"ابا جان نیچے دیکھو، دنبہ حلال ہوا"۔

حضرت ابراہیم نے نیچے دیکھا تو قدموں میں دنبہ کٹا ہوا ہے۔ بڑے حیران ہوئے۔ یا مولیٰ! یہ کیا ہوا؟ میرے اللہ یہ کیا ہوا؟ آواز آئی، میرے خلیل آج نہ پوچھ کیا ہوا؟ بس میں رب تجھ سے راضی ہوا۔

"راضی ہوا، کیسے راضی ہوا؟"

اب رب کا جواب سنو!

ونـادَیْـنٰـہُ انْ یّٰابراھِیم. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّویا. اِنَّا كَذَالِك نَجْزِی الْمُحسِنِیْن. اِنَّ ھَذَا لَھُوَ البَلٰٓؤُا الْمُبِیْن. وفَدَیناہ بِذَبحٍ عَظِیْمٍ وَتَرَکْنا عَلَیه فِی الآخِرِین.

"اور ہم نے پکار پکار کر کہا اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اپنے پیاروں کو

ایسے ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے تیری آزمائش کی۔ تو نے عظیم قربانی پیش کر دی اور ہم نے تیری اس قربانی کو قیامت تک کے آنے والوں کیلئے مثال بنا دیا"۔

حقیقت

حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے، اے پروردگار، یہ تو ٹھیک ہے کہ میں اس آزمائش میں کامیاب و کامران ہوا اور تو نے اس قربانی کو مثالی قربانی بنا دیا، لیکن یہ میرا اور میرے بیٹے کا یہاں چل کر آنا، یہ میرا بچے سے اور بچے اسماعیل کا میرے ساتھ پیار کرنا، یہ ہم دونوں کا پٹیاں باندھنا، یہ چھری کا نہ چلنا، یہ میرا زبردستی چلانا، یہ دنبے کا آ کے کٹ جانا، یہ سب آخر کیا ہوا؟

کہا، اے ابراہیم! تم باپ بیٹا قربان گاہ کی طرف چل رہے تھے، میرے آسمان کے فرشتے آپس میں ذکر کر رہے تھے۔ اے ابراہیم! تو نے اسماعیل کی جبین کو بوسہ دیا، میری حورانِ جنت نے تیری جبین کو بوسہ دیا۔ تو ابراہیم! اسماعیل کے قریب ہوا، میں رب تیرے قریب ہوا، تم نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ دی، میں نے شیطان کے دور رستی باندھ دی، اے ابراہیم تو اسماعیل کی گردن پر چھری چلاتا رہا، میں چھری کو نہ کاٹنے کا حکم دیتا رہا۔ ابراہیم! اُدھر تیری طبیعت کو جوش آیا، اِدھر ہمارے دریائے رحمت کو جوش آیا۔ تو اپنی طرف سے اسماعیل کو ذبح کرتا رہا، میں اپنی طرف سے دنبہ آگے کرتا رہا۔ تو نے دنبے کو حلال کر دیا، میں نے تیری قربانی کو بے مثال کر دیا۔ تو نے اٹھ کر اپنی پٹی کھول دی، میں نے ساری حقیقت کھول دی۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین.

الحمد لِلّٰہ رب العٰلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسَّلام علی من کان نبیا و آدم بین الماء والطین و علیٰ الہٖ واصحابه اجمعین.

اما بعد

فاعوذ باللّٰهِ من الشیطٰنِ الرَّجیم

بِسم اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

"لقد من اللّٰه علی المومنین اذبعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیٰتِهٖ و یزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوامن قبل لفی ضلال مبین". قال اللّٰه تعالیٰ فی شان حبیبهٖ الکریم ان اللّٰه و ملئکتهٗ یصلون علی النبی یا ایهاالذین آمنوا صلواعلیه وسلموا تسلیما.

"اللّٰهمَّ صل علیٰ سیّدنا ومولانا محمد و علیٰ الِ سیّدنا و مولانا محمد و بارك وسلم صلاة وسلامًا علیك یا رسول اللّٰه."

میرے اہل قدر دوستو، نوجوان ساتھیو! میں آپ کے سامنے اس وقت میلادِ مصطفےٰ کے عنوان پر تقریر کر رہا ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ جس وقت میرے آقا کی ولادت ہوئی، میرا آقا

اس وقت بھی نبی تھا۔ ہم میلادالنبی کا جلسہ عام کر کے دنیائے انسانیت کو دعوت دیتے ہیں کہ اے دنیا والو، ہمارے نبی جس وقت حضرت آمنہ کی گود میں جلوہ گر ہوئے تو آپ اس وقت بھی نبی تھے۔ حضرت آمنہ خود فرماتی ہیں کہ جب وضع حمل ہونے لگا تو میرے پاس نہ دائی تھی نہ مائی تھی، نہ ہمسائی تھی، میں نے کہا اب کیا ہوگا۔ پریشانی کا عالم ہے، دماغ پر جذبات کا طوفان ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک نورانی شکل والے بزرگ آئے۔ میں نے کہا اے بزرگ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں تیرا باپ ہوں۔ میں نے کہا میرا باپ تو ایسا نہ تھا۔ اس نے کہا میں تیرے باپ کا بھی باپ ہوں۔ اولادِ نسلِ انسانی کا باپ آدم ہوں۔ تجھے بشارت دینے آ رہا ہوں کہ تیری گود میں کوئی بشر نہیں آ رہا ہے، تیری گود میں نبی زمین و زمان آ رہا ہے، نبی کون و مکان آ رہا ہے۔ آمنہ مبارک ہو، تیری گود میں سارا جہان آ رہا ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت، جشن عید میلادالنبی (زندہ باد)

ماشاءاللہ عظیم الشان اجتماع ہے۔ جلسہ کرانے والے بھی جوان ہیں، سننے والے بھی جوان ہیں اور بولنے والا بھی جوان ہے۔ ذرا بلند آواز سے نعرہ لگائیے تاکہ اس فضا کو چیرتا ہوا سبز گنبد کے مینار سے لگے تو عرش کہ فرشتے بھی کہیں حضور امت یاد کر رہی ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آقا کی ولادت ہوئی، میرا کمرہ عطر سے معطر ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کی دیواروں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بیت اللہ کی دیواریں حضرت آمنہ کے گھر کی طرف جھک گئیں۔ کعبہ کو بھی ناز ہے کہ مجھ کو بتوں سے پاک کرنے والا آ گیا ہے۔ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ میرے آقا تشریف لائے۔ دنیا والے کہتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد نبی بنا۔ ربانی پورے ملک پاکستان میں دعوت فکر دیتا پھرتا ہے کہ لوگو چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنا بلکہ چالیس سال کے بعد تو نبوت ظاہر کی۔

آؤ اللہ کے قرآن سے پوچھیں۔ اے قرآن ربانی تیری عظمت پر قربان جائے۔ میں

قربان جاؤں قرآن تیری عظمتوں پہ، بتا نبی چالیس سال بعد نبی ہوتا ہے یا پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ کھول سورۂ مریم حضرت مریم جنگل بیابان میں جا رہی ہیں کہ اتنے میں جناب جبرئیل امین علیہ السلام مل گئے۔ اے مریم رک جا۔ کیا کہتا ہے۔ میں تجھے بیٹا دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے کہا عقل کر۔ بیٹا دینا تو اللہ کا کام ہے...... مجھے بھی تو طاقت اللہ نے دی ہے، ہمیں بھی تو قوت اللہ نے دی ہے۔ مجھے تو آج تک کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، تو مجھے کیسے بیٹا دے گا؟ فرمایا میں پھونک ماروں گا اللہ بیٹا دے گا، میں پھونک ماروں گا! پھونکوں سے بھی کبھی بیٹے ہوئے۔

اے قرآن تو ان لوگوں کو بتا کہ پھر کیا ہوا۔ اللہ نے عیسیٰ پیغمبر دے دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بستی میں آئیں۔ ساری بستی والی عورتیں اکٹھی ہوگئیں۔ اری مریم تیری شادی نہیں ہوئی ہے، بچہ کہاں سے لائی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یا اللہ کیا جواب دوں۔ مجھے تو کسی بشر نے چھوا ہی نہیں۔ اللہ نے فرمایا، اے مریم تو گھبرا مت "فاشارت الیه" اگر نبی کی ماں بنانا جانتا ہوں تو حفاظت کرنا بھی جانتا ہوں۔ اشارہ کر دینا کہ یہ جانے وہ جانے۔

میری ملت کے نوجوانو! کالجوں میں پڑھنے والو، ربانی تمہیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ابھی پیغمبر تین دن کا بھی نہیں۔ تب ہی تو وہ کہہ رہے ہیں "قالوا کیف نکلم" ہمارے ساتھ کلام کیسے کرے گا، ابھی جو پنگوڑے میں ہے؟ ان بیوقوفوں کو خبر نہ تھی کہ جو نبی ہوتا ہے وہ سمجھا سمجھایا ہوتا ہے۔ اے قرآن پھر کیا بتا۔ حضرت مریم کی آنکھوں میں نم، چہرہ پر الم، دل میں غم۔ ساری بستی اکٹھی ہوگئی کہ اے مریم سچ بتا کہ یہ بچہ کہاں سے آیا ہے۔ فرمایا اسی بچہ سے پوچھ لو کہ تو کہاں سے آیا۔ اسی بچہ سے پوچھو کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا۔ اے قرآن ذرا اقوام عالم کو بتا کہ پھر کیا جواب دیا۔ ابھی عیسیٰ پیغمبر تین دن کے بھی نہیں ہیں، اللہ کا قرآن اعلان کرتا ہے، عدالت کلام رب لم یزل فیصلہ دیتی ہے قال حضرت عیسیٰ نے پنگوڑے سے للکار کر فرمایا،

اے میری ماں پر تہمت لگانے والو "اِنی عبداللّٰہ آتانی الکتاب و جعلنی نبیاء" میں اللہ کا بندہ ہوں، رب نے مجھے کتاب دی اور نبی بن کر آیا۔ عربی پڑھنے والو "وجعلنی" مضارع کی بات نہیں ماضی کی بات ہے۔ آئندہ زمانے کی بات نہیں گذرے ہوئے زمانے کی بات ہے۔ فرمایا، میں نبی بن کر آیا اور جو لوگ چالیس سال کے بعد نبوت کی بات کرتے ہیں، ایک عیسائی کہنے لگا، تمہارا قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ پیدا ہوتے ہی نبی تھے اور تمہارا مولوی کہتا ہے کہ ہمارا نبی چالیس سال کے بعد نبی ہوا۔ ربانی سمجھانے آیا ہے کہ میرا نبی جب نبی بنا تھا کہ جب آدم بھی نبی نہ بنا تھا۔ کہنے لگے نبی کب بنا تھا؟ میں نے کہا جب بنا تھا جب تیری 'کب' بھی نہ بنی تھی۔ کہنے لگے کس وقت بنا تھا؟ میں نے کہا اس وقت بنا تھا جس وقت 'وقت' بھی نہ بنا تھا۔ کہنے لگے کس دن بنا تھا؟ میں نے کہا اس دن بنا جس دن 'دن' بھی نہ بنا تھا۔ کہنے لگے کیا تھا؟ میں نے کہا لفظ 'کیا' بھی نہ تھا۔ کہنے لگے کچھ تو ہوگا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہ تھا۔ کہنے لگے پھر کیا تھا؟ میں نے کہا 'کیا' بھی نہ تھا۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت............

حضرت جابر نے کونے میں کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ کے نام پر قربان ہوں آقا۔ آپ کی نبوت کب تھی؟ فرماتے ہیں:

"لاشمس وَلا قمر ولاجنة وَلا جهنم وَلا ملك ولا عرش انا محمد نور من نور اللّٰه".

فرمایا کائنات کی کوئی چیز نہ تھی۔ اللہ اکبر کبیرا، میرے نبی فرماتے ہیں کہ کائنات کی رنگین چیزیں نہ تھیں، چاند نہ تھا، ستارے نہ تھے، پانی نہ تھا، ہوا نہ تھی، کچھ نہ تھا، مگر میں بنا ہوا تھا۔ میں پڑھے لکھے نوجوانوں کے دلوں پر دستک دیتا ہوں، کالجوں میں پڑھنے والو، ربانی کی آواز کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دو۔

نبی فرماتے ہیں، مٹی نہ تھی میں تھا، ہوا نہ تھی میں تھا، پانی نہ تھا مگر میں تھا، میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ لاؤڈ اسپیکر ہے اور یہ لوہے سے بنا ہے۔ پہلے لوہا تھا یا اسپیکر، پہلے تھا لوہا اسپیکر بنا بعد میں۔ پہلے تھا کپڑا کوٹ بنا بعد میں، پہلے تھی لکڑی میز بنی بعد میں، پہلے تھی مٹی آدم بنا بعد میں۔ توجہ کیجئے، پہلے تھا لوہا اسپیکر بنا لوہے سے، پہلے تھا کپڑا کوٹ بنا کپڑے سے، پہلے تھی لکڑی میز بنی لکڑی سے، پہلے تھی مٹی آدم بنا مٹی سے۔ نبی فرماتے ہیں میں تو اس وقت بھی بنا ہوا تھا جس وقت مٹی بھی نہ تھی۔ پھر سوال یہ ہے کہ نبی کس سے بنا۔ جب مٹی نہ تھی اور نبی بنا، تو یہ کس سے بنا۔ تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سے بنا جو پہلے تھا۔ توجہ کیجئے، بڑے نازک مرحلے سے گذر رہا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا، پہلے تو خدا تھا۔ فرمایا تو تیرا نبی کب جدا تھا۔ یہ بھی تو **ومَا ینطق عن الھویٰ** تھا یہ بھی فنافی اللہ تھا، یہ بھی بقاباللہ تھا، یہ بھی واصل الی اللہ تھا، یہ بھی یداللہ تھا، یہ بھی امراللہ تھا، یہ بھی وجہ اللہ تھا، یہ بھی لسان اللہ تھا، یہ بھی حبیب اللہ تھا، یہ بھی نبی اللہ تھا، یہ بھی نورٌ من نوراللہ تھا۔

ایک صاحب کہنے لگے مولانا نبی اللہ کے نور سے بنا۔ میں نے کہا عید میلادالنبی کا مطلب یہی ہے کہ نبی اللہ کے نور سے بنا۔ سبحان اللہ، نبی اللہ کے نور سے بنا۔ ایک صاحب نے آکر مخالفانہ تقریر کی۔ مجھ پر کچھ حملے بھی کئے اور کہا کہ دیکھو ربانی پورے پاکستان میں کہتا پھرتا ہے کہ نبی اللہ کے نور سے بنا۔ ارے ایک سیر دودھ میں سے ایک پاؤ نکال لیا تو کتنا بچا۔ لوگوں نے کہا تین پاؤ، فرض کرلو ایک سیر خدا کا نور رہا اور ایک پاؤ نبی لے گئے اور کتنا بچا، تین پاؤ۔ کہا یہ بریلوی توحید کے ٹکڑے کرتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ دوسرے دن میں نے جمعہ کیلئے خطبہ دیا۔ میں نے کہا صدقہ جاؤں تمہاری سمجھ پر، قربان جاؤں تمہاری خطابت پر، قربان جاؤں تمہاری تقریر پر۔ اللہ کے نور کو بھی گھر کا گڑ سمجھ لیا ہے۔ ارے میں شہر کا رہنے والا ہوں، بجلی چلی گئی۔ میں نے ایک چھوٹا سا دیا لیا۔ اس میں تیل ڈالا، ماچس سلگائی، میرا چھوٹا سا چراغ روشن ہو گیا۔ اتنی دیر میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہنے لگا ہمسایہ ہوں، دور سے نہیں قریب سے آیا ہوں، بعد سے نہیں نزدیک سے آیا ہوں، ماچس ملتی نہیں، بجلی چلی گئی،

بچے رو رہے ہیں۔ ذرا مہربانی کیجئے، یہ لالٹین لے کر آیا ہوں ذرا اپنے دیئے سے لگانے دو۔ میں نے کہا یار میرا چھوٹا سا چراغ تیری اتنی بڑی لالٹین، کہیں میرے دیئے کا نور کم نہ ہو جائے۔ کہنے لگے ربانی صاحب عقل کرو کبھی نور بھی کم ہوا۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں نور کم ہو جاتا ہے۔ اتنا بڑا لالٹین لیا اور میرے دیئے کے سامنے اس کو جھکایا۔ کتنا ہی بڑا ہو جب کسی سے فیض لینا ہوتا ہے تو جھکنا ہی پڑتا ہے۔ تو ذرا جھکایا، میرے دیئے نے نور دیا، لالٹین روشن ہو گیا۔ اتنے میں گیس والا آ گیا۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ کہا ماچس ملتی نہیں، ذرا مہربانی کیجئے۔ ذرا اتنا میرے ساتھ تعاون کیجئے کہ چراغ کے ساتھ میرے گیس کو لگا دو۔ میں نے کہا پہلے لالٹین والا نور لے گیا، اب تم آئے ہو۔ کیا پروگرام ہے؟ کہنے لگا بھئی نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ میں نے گیس کو جھکایا، دیئے نے نور دیا۔ گیس جگمگا اٹھا، لالٹین روشن ہو گیا۔ لیکن میرے چراغ کی لو اسی طریقے سے جگمگ کر رہی تھی۔ میں نے کہا یار لالٹین والا نور لے گیا اور گیس والا بھی نور لے گیا۔ مگر میرے چراغ کی نورانیت میں کمی نہیں آئی۔ تو چراغ نے کہا، اگر عقل ہوتی تو مناظرے اور مباحثے نہ کرتا۔ اتنے سے دیئے کا نور کم نہیں ہوا تو خدا کا نور کیسے کم ہوگا۔

نعرہ ہائے تکبیر ونعرہ ہائے رسالت ....

اسی لئے حضرت آمنہ فرماتی ہیں، لوگو! جب آقا کی ولادت ہوگئی، چار دن ہو گئے، ایک دن میری گلی والی عورتیں اکٹھی ہوگئیں۔ کہنے لگیں اری آمنہ ساری ساری رات چراغ مت جلایا کر۔ اری آمنہ تیل بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ ارے تجھے پتہ نہیں کہ مکہ کے اندر کس قدر غریبی ہے۔ آمنہ ساری رات چراغ مت جلایا کر۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ آج تک میں نے کبھی چراغ جلایا ہی نہیں۔ اری آمنہ ساری رات تیرے روشندانوں سے روشنی کی لالٹین نظر آتی ہے۔ آمنہ کو چراغ جلانے کی کیا ضرورت تھی جب کہ سراج منیر پاس تھا۔ جب رسول کائنات کی ولادت ہوئی خانہ کعبہ جھوم اٹھا۔ جنت وجد میں آ گئی، جہنم کو شرم آ گئی۔ حورانِ جنت خوشی میں جھومنے لگیں۔ آبِ کوثر چھلکنے لگا، کلیسا تھرانے لگے، بت خانوں میں طوفان آنے لگے، آتش کدہ بجھنے لگے، زمین پر محمد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ایک شیطان تھا، اس کے بارہ بجنے لگے۔

جب رسول کائنات کی ولادت ہوئی، کائنات عالم میں خوشی تھی۔ سبحان اللہ۔ جب حضور کی آمد ہوئی۔ دوستو یہ مسجد کیوں مسجد بنی ہے۔ علماء کرام سے کہو، بتائیں ذرا حدیث کے مطالعہ سے تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگا کر بات کریں۔ پہلے یہ ساری زمین مسجد نہیں تھی۔ نبی کا نشان لگانا تھا کہ یہاں آؤ گے تو نماز ہوگی، سفر میں ہو تو نمازیں گنتے رہو، وہیں آکر نماز پڑھو جہاں نبی نے نشان لگا دیا ہے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیامت تک کے مومنین کی ماں سوال کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ آپ نے امت مسلمہ کو اجازت دے دی، جہاں چاہیں نماز پڑھیں، جہاں چاہیں مسجد بنائیں، پچھلے انبیاء نے تو اجازت نہیں دی تھی۔ میرے آقا مسکرا کر فرمانے لگے، اے میری پیاری عائشہ پہلے وہی مسجد تھی جہاں نبی نشان لگاتا تھا، لیکن جب میری ولادت ہوئی اور میں نے ہر تاریکی کو چاک کیا زمین پر آکر سرزمین مکہ پر جبین نبوت کو جھکا کر کہا اے اللہ میری امت کو بخش دے تو اللہ نے کہا اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ، اب یہ ساری زمین مسجد ہوگئی ہے کیوں کہ ماتھا میرے محمد کا لگ گیا ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت..........

اللہ اللہ مسجد کہتی ہے میں کیوں خوشی نہ کروں کہ مجھے منارہ مل گیا، یتیموں نے کہا ہمیں سہارا مل گیا، بیواؤں نے کہا ہمیں آسرا مل گیا ولیوں نے کہا ہمیں رب کا نظارہ مل گیا، حلیمہ نے گود میں لے کر کہا میرا راج دلارا مل گیا، آمنہ نے فرمایا میری آنکھ کا تارا مل گیا، نماز نے فرمایا مجھے درود مل گیا، سجدے نے کہا مجھے تقدس مل گیا، غلاموں نے کہا ہمیں آقا مل گیا، طالبوں نے کہا ہمیں مطلوب مل گیا، محبوں نے کہا ہمیں محبوب مل گیا، عاشقوں نے کہا ہمیں معشوق مل گیا، عالموں نے کہا ہمیں علم مل گیا، اندھیروں نے کہا ہمیں اجالا مل گیا، بھٹکنے والوں نے کہا ہمیں ہدایت کا ستارہ مل گیا، خانہ بدوشوں نے کہا ہمیں مقام مل گیا، ولیوں نے کہا ہمیں انجام مل گیا، ساقیوں نے کہا ہمیں جام مل گیا، نبیوں نے کہا ہمیں امام مل گیا۔ سبحان اللہ۔

انہوں نے کہا تو ہم کو اس نبی کی طرف بلاتا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مکے کی وادی میں آیا تھا۔ آج تو دنیا چاند پر چلی گئی ہے۔ میں نے ان جوانوں کو للکارا۔ میں نے کہا ان کی

بات نہ کرو جو چاند پر چلے گئے ہیں۔ اس نبی کے دروازے پر آؤ جس کے قدموں پر چاند آ گیا ہے۔ میرے یہ الفاظ لندن کے ٹائمز کے اندر چھپے۔ میرے یہ الفاظ ولایت کے تمام اخباروں میں چھپے۔ مسٹر پال نے فون کیا کہ ربانی صاحب آپ کا یہ جملہ ہم کو بہت اچھا لگا، کہ دنیا کہتی ہے ان کی بات کرو جو چاند پر چلے گئے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ اس کے دروازے پر آؤ جس کے قدموں پر چاند آ گیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ہم ذرا ایک ٹیبل پر بیٹھ کر بات چیت کریں، ایک میز پر بیٹھ کر گفتگو کریں۔ تو میں جن کا مہمان تھا انہوں نے کہا حالات کا تقاضہ ہے، ہمیں جانا چاہئے۔ میں نے کہا اچھا صاحب کل سوچ کر بتاؤں گا۔ دوبارہ ٹیلی فون آیا، تو عیسائیوں کا پادری مسٹر پال کہنے لگا کہ میری دلی خواہش ہے کہ اگر آپ برا نہ مانیں تمام مکاتب کے علماء کو بلالوں، میں نے کہا ہمیں کیا اعتراض ہے۔ سب کو بلاؤ، جتنے مسلک کے مولوی ہیں سب آ جائیں۔ دوسرے دن ٹائم طے ہوا۔ ہم پہونچیں، وہ لوگ بڑے منظم ہیں۔ ٹیبلوں پر نام لکھے ہوئے تھے۔ اب اتفاق دیکھئے، جس کرسی پر میرا نام لکھا ہوا تھا اس کی داہنی جانب ایک دیوبندی عالم کا نام، بائیں جانب ایک اہل حدیث کا نام۔ اب ہم کرسیوں پر جا کر بیٹھ گئے، اب دائیں وہ، بائیں یہ، اب عیسائی کے پادری نے تقریر شروع کی۔ کہا علماء کرام توجہ کیجئے، میں عیسائی ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رہبر مانتا ہوں۔ میرا عیسیٰ فل اختیار والا نبی تھا، خدا نے میرے عیسیٰ کو سارے اختیار دیئے تھے، یہاں تک کہ میرا عیسیٰ نبی اتنا بڑا اختیار والا نبی تھا کہ اگر کوئی اندھا آتا تو میرا نبی اس کو ہاتھ لگا دیتا تو اس کی آنکھوں میں نور آ جاتا۔ یہ کون کہہ رہا ہے، عیسائی۔ ذرا غور کرو وہ اپنے نبی کی تعریف کر رہا ہے اور آج لوگ اپنے نبی کی توہین میں لگے ہیں۔ معاذ اللہ۔

دنیا میں جنت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تمام لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا، میں نے تم میں چالیس سال کا عرصہ گذارا ہے۔ بتاؤ تم لوگوں نے مجھ کو کیسا پایا ہے؟ سب نے ایک

زبان ہو کر کہا، پیارے ہم نے کبھی تیری زبان سے جھوٹ سنا ہی نہیں۔ دعا کرو اللہ سب کو مدینے لے جائے۔ میں نے چار سال مدینہ منورہ میں گذارے ہیں۔ مدینہ میں ایک قبرستان ہے جس کا نام ہے جنت البقیع۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ مدینہ والوں نے کہا یہ جنت ہے۔ تمام ملکوں میں قبرستان کہتے ہیں تم جنت کہنے لگے ہم بھی قبرستان کہتے تھے لیکن جب سے نبی کے قدم آئے جنت بن گئی۔ آج دنیا جنت کی تلاش میں ہے، لوگ کہتے ہیں آؤ ہمارا ساتھ دو جنت ملے گی۔ کوئی کہتا ہے کہ دلیل کی لگام تھامو، جنت ملے گی۔ کوئی کہتا ہے کہ سینہ پر ہاتھ مارو، جنت ملے گی۔ ایک قوم کہتی ہے کہ رائے منڈ جاؤ جنت ملے گی، بستر اٹھاؤ جنت ملے گی، مگر ربانی کہتا ہے کہ ہماری جنت نہ دل کے مقام میں ہے نہ رائے منڈ کی سرزمین پہ ہے۔ ہمارے لئے تو وہی جنت کی گلی ہے جہاں ہمارے آقا کے قدموں کی تلی ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت ....

مَابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة.

میرے گھر اور منبر کے درمیان کا ٹکڑا تو جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو حاجی صاحبان بیٹھے ہیں وہ ذرا توجہ کریں، نگاہیں اٹھاؤ مدینہ منورہ کی طرف۔ میں مکہ کو بھی شان والا مانتا ہوں، مگر مدینہ بھی شان والا ہے۔ مکہ بھی عزت کی جگہ، مدینہ بھی عزت کی جگہ، مکہ بھی پاک، مدینہ بھی پاک، مکہ بھی مقدس، مدینہ بھی مقدس، مکہ بھی عظمت کا نشان، مدینہ بھی عظمت کا نشان، مکہ مکۃ المکرّمہ ہے مدینہ مدینۃ المنورہ ہے، مکہ میں اللہ کا گھر ہے، مدینہ میں رسول اللہ کا گھر ہے، مکہ میں جلال خدا ہے اور مل کر کہہ دو مدینے میں جمال مصطفےٰ ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے رسالت ....

میرے ملت کے نوجوانو! آج بھی جنت البقیع میں ایک قبرستان ہے، وہاں پر حضرت حلیمہ کی قبر موجود ہے۔ دعا کرو اللہ سب کو زیارت نصیب فرمائے۔ بڑی بڑی ہستیاں ہیں جنت البقیع میں ازواج رسول، اصحاب نبی و اصحاب پیغمبر، مفسرین، محدثین، محققین، علماء، شعراء، ادباء، فقہاء، مگر کسی کی قبر پر سبزہ نہیں۔ مگر حلیمہ کی قبر پر آج تک سبزہ اگا ہوا ہے۔ میں نے کہا

مدینے والو، بڑی بڑی ہستیاں ہیں مگر کسی کی قبر پر سبزہ نہیں، مگر حلیمہ کی قبر پر سبزہ اگا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ربانی صاحب آپ کو علم نہیں، پہلے گودی بھی تو اسی کی سرسبز ہوئی تھی۔ میں نے کہا حلیمہ آئی تھی مدینہ میں۔ حضور نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ باب السلام کی طرف سے حضرت حلیمہ آئیں، حضور منبر پر کھڑے ہو کر تعظیم کرنے لگے۔ حلیمہ آئی، نبی کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ یہ کون سی خوش قسمت عورت ہے جس کی تعظیم نبیوں کا امام کر رہا ہے۔ فرمایا تم کو معلوم نہیں، یہ تو میری ماں حلیمہ ہے جس کا دودھ تمہارے پیغمبر نے پیا ہے۔ نوجوانوں نبیوں کا امام ہو کر اشارہ کر رہا ہے کہ دیکھو جس کا دودھ پیا ہے وہ آئی تو میں منبر پر کھڑا ہو گیا، تم بھی خیال کرو ماں کی عزت کیا کرو، ماں کے برابر نہ بیٹھو، ماں سے اونچی آواز سے گفتگو نہ کرو، ماں کے قدموں میں بیٹھو، اس لئے کہ اللہ نے ماں کے قدموں میں جنت رکھی ہے۔ حضور وعظ فرما رہے ہیں، ایک نوجوان آ گیا، کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے منت مانگی تھی کہ اے اللہ میرا کام ہو جائے تو خانہ کعبہ کا دروازہ چوموں گا۔ اب کام ہو گیا مگر بیمار ہوں، سواری نہیں، تین سو میل کا سفر طے کیسے کروں؟ حضور نے کہا گھر چلا جا ماں کے قدموں کو چوم لے، منت پوری ہو جائے گی۔ نوجوان نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان ہوں، میری والدہ فوت ہو گئیں۔ میرے نبی نے کہا قبرستان میں چلا جا۔ اپنی ماں کی قبر کو پیروں کی طرف سے چوم لے منت پوری ہو جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں چھوٹا سا تھا جب میری ماں فوت ہوئی تھیں، مجھ کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ میری ماں کی قبر کون سی ہے۔ فرمایا جس قبرستان میں ہے اس قبرستان کو ماں کی قبر تصور کر پاؤں کی طرف سے بوسہ دے دے، منت پوری ہو جائے گی۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ کو یہ بھی علم نہیں کہ میری ماں کی قبر کون سے قبرستان میں ہے۔ تو میرے سرکار نے ارشاد فرمایا "اذهب الی بیتك" گھر چلا جا، ایک لکیر کھینچ۔ اس لکیر کو ماں کی قبر تصور کر پاؤں کی طرف سے بوسہ دے دے، منت پوری ہو جائے گی۔ ربانی کہتا ہے کہ لکیر کھینچنے سے ماں کی قبر کا تصور کیا جا سکتا ہے تو ان انگوٹھوں میں بھی محمد عربی کے نور کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر ماں کی قبر کو چومنے سے منت پوری ہو سکتی ہے تو رسول اللہ کا نام چومنے سے بھی نجات ہو سکتی ہے۔

نماز جمعہ کا اجتماع ختم ہوا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو آپ کی والدہ سے میلاد سن لیں۔

میرے نبی مسکرا دیئے۔ میرے نبی نے خود نبوت والے ہاتھوں سے مزمل والی چادر بچھائی۔ کہا میری امی حلیمہ اس پر بیٹھ کر میرا بچپن سنا۔ آج عید میلاد النبی کے جلسہ کو بدعت کہنے والو "ان بطش ربك لشديد" سے ڈرو۔ اللہ کی پکڑ سے ڈرو۔ اگر نبی کا بچپن سنانا شرک ہوتا تو نبی منع کرتے۔ مگر نبی تو چادریں بچھا کر دے رہے ہیں۔ کیا منظر ہوگا۔ حلیمہ فرماتی ہیں، مدینے والو بڑی بیماری تھی، گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا، میرے خاوند نے کہا مکہ جا اور بچہ لے آ۔ اس کو پالے اور اس کے بدلے میں جو پیسے ملیں زندگی کے دن گذاریں۔ فرماتی ہیں اونٹنی ساتھ تھی۔ مکہ پہونچی۔ غزوہ کے بازار میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے میری اونٹنی کو مارا۔ میری اونٹنی غزوہ کے بازار میں بیٹھ گئی۔ میں نے اونٹنی کو چھوڑا اور میں سیدھی آئی حرم پاک میں۔ کعبہ شریف کے غلاف کو پکڑ کر کہا کہ اے میرے رب، اگر چہ گندی ہوں پھر بھی تیری بندی ہوں، یا اللہ میری قسمت کب بدلے گی۔ عبد المطلب نے دیکھا ایک مائی ہے، رو رہی ہے، فریاد کر رہی ہے۔ فرمایا جا آمنہ سے کہہ دے کہ رحمتوں والا بچہ میری گود میں عطا فرما۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں دوڑتی ہوئی گئی۔ اری آمنہ عبد المطلب قبیلے کا سردار کعبہ کا متولی کہتا ہے کہ رحمتوں والا بچہ دے۔ اری حلیمہ چلی جا تجھ سے پہلے کئی دائیاں چلی گئیں۔ کہا میں جانے والی نہیں۔ ذرا زیارت تو کرا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ اے مدینے والو جب میں نے آقا کا نبوت والا ماتھا دیکھا تو دل نے کہا ارے حلیمہ یہاں سے نہ جانا یہ یتیم نہیں، یتیموں کا والی ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، میں نے آقا کو اٹھایا۔ حضرت آمنہ نے فرمایا جمعہ جمعہ لے آیا کر۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ میری اونٹنی غزوہ کے بازار میں ہے۔ جب میں آقا کو لے کر حویلی اور صحن میں آئی تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کہ میری اونٹنی رسول اللہ کے دروازے کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے

ہے۔ جانور کو علم ہے کہ یہ نبی کا دروازہ ہے۔ اگر چہ بچپن میں ہے مگر پھر بھی یہ نبی ہے۔ بچپن میں ہے تب بھی رسول ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے آقا کو لے کر اونٹنی پر سواری کیا۔ سوچ رہی ہوں کہ اونٹنی تو نہیں چلے گی۔ لیکن جب آقا کو لے کر بیٹھی تو اس کے اعضا میں مستی، دماغ میں چستی۔ میں نے لگام کھینچی تو بھاگنے لگی اسی غزوہ کے بازاروں سے جہاں وہ چل نہیں سکتی تھی۔ جب میرا گذر ہوا تو دوکانداروں نے للکارا، آوازیں دیں اری حلیمہ ٹھہر۔ کون سے زمیندار نے تجھے یہ سواری دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے سواری تبدیل کر لی ہے۔ حلیمہ کہنے لگیں سواری نہیں بدلی ہے، سوار بدل گیا ہے۔

سب جانوروں کو دیکھو گردن جھکی ہوئی ہیں۔ مگر اونٹنی کی گردن نہیں جھکی ہے۔ اس کی اسی لئے اکڑی ہے کہ آقا سوار ہوئے ہیں۔ رسول کی پہلی سواری اونٹنی ہے۔ اللہ اللہ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آج تک وہ داستان یاد ہے کہ جب میں آقا کو لے کر چلی تو درختوں نے سلام پڑھا۔ آج تک وہ پتھر یاد ہے کہ ان پتھروں نے درود پڑھا۔ توجہ ہے نہ حضرات۔ فرماتی ہے کہ جب میں گھر لے کر گئی تو مجھے قسم ہے پیدا کرنے والے رب کی، جب تک محمد عربی میرے گھر میں رہے میں نے چراغ نہیں جلایا۔

دوستو! حلیمہ تو اعلان کر رہی ہے کہ یہ اللہ کا نور آ گیا۔ مگر آج دنیا "بَشَرٌ مثلکُمْ" کے رٹ لگا رہی ہے۔ ربانی کہتا ہے کہ ہم نبی کی بشریت کو تسلیم کرتے ہیں۔ عقل کرو، نبی کی بھی آنکھیں، تمہاری بھی آنکھیں۔ لوگ کہتے ہیں نہ جی ہماری بھی آنکھیں نبی کی بھی آنکھیں، ہمارے بھی پاؤں نبی کے بھی پاؤں، ہمارے بھی ہاتھ نبی کے بھی ہاتھ، ہم بھی کھاتے ہیں نبی بھی کھاتے ہیں، لہٰذا "مثلکم" میں آپ حضرات سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ یہاں میری مائیں اور بہنیں تشریف فرما ہیں۔ آپ گھر چلے جائیں۔ ایک طرف آپ کی وائف بیٹھی ہو، محترمہ بیٹھی ہو، آپ کی بیگم بیٹھی ہو، صاحبہ بیٹھی ہو، آپ کی گھر والی بیٹھی ہو اور دوسری طرف آپ کی والدہ محترمہ بیٹھی ہوں، آپ اپنی بیگم سے کہیں گھر والی تیری بھی دو آنکھیں امی کی بھی دو آنکھیں، تیرے دو پیر امی کے بھی دو پیر، تیرے دو ہاتھ امی کے بھی دو ہاتھ، لہٰذا تو میری امی کی

مثل ہے۔سب مفتیان ذی شعار فتویٰ دے دیں گے کہ ظہار ہو گیا۔جو بیگم کو، گھر والی کو ماں کی مثل کہے تو ظہار ہو جاتا ہے اور جو نبی کو امتی کی طرح کہے تو ایمان ٹوٹ جاتا ہے۔نبی کی انگلیوں کو دیکھتے ہو، انگلیوں سے چشمیں نکلتے ہوئے بھی دیکھ لیا کرو، نبی کو مکہ میں چلتے دیکھتے ہو تو سدرہ پر بھی جاتے دیکھو اور نبی کو سوتے ہوئے دیکھتے ہو ”**تنام عینی ولا ینام قلبی**“ بھی پڑھ لیا کرو، ”**انّك لاتھدی من اجببت**“ پڑھتے ہو ”**ولوانھم اذاظلموا انفسھم جاؤك**“ کو بھی پڑھ لیا کرو، ”**قل لا املك لنفسی نفعا ولاضرّا**“ کی رٹ لگاتے ہو ”**ولسوف یعطی ربك فترضیٰ. انّا اعطینك الکوثر**“ کو بھی پڑھ لیا کرو، **قل انما انا بشر مثلکم**“ کی رٹ لگاتے ہو ”**قد جاء کم من اللہ نور**“ بھی پڑھ لیا کرو۔آدم کی نسل کو دیکھتے ہو آدم کی اصل کو بھی دیکھ لیا کرو، کہاں نسل کہاں اصل، ہم ہیں نسل وہ نسل بھی اور اصل بھی، ہم کمتر کہہ دو نبی ہم سے بہتر، ہم کمتر نبی ہم سے بہتر، ہم نور سے بہت دور کہہ دو نبی نورٌ علیٰ نور، ہم زکوٰۃ والے نبی صلوٰۃ والے، ہم جنت میں جانے والے اور نبی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والے، ہم آبِ کوثر پینے والے اور نبی جام بھر بھر کر پلانے والے، ہم خدا کی تلاش کرنے والے نبی خدا سے ملانے والے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت..............

نبی ہماری طرح نہیں

ایک صاحب کہنے لگے کہ ”**قل انّما انا بشر مثلکم**“ کی آیت نہیں پڑھی۔میں نے کہا پڑھی۔انہوں نے کہا مانتے نہیں ہو، میں نے کہا مانتا ہوں اللہ اللہ، نوجوانو! جہاں میں رہتا ہوں وہاں مسجد کے قریب ایک بوڑھے بزرگ ہیں۔وہ وفات پا گئے۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے، موذن تھے اذان دیتے تھے۔میں حیدر آباد سے تقریر کر کے آیا۔مجھ سے کہنے لگے ربانی صاحب آپ کے دوست کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔میں نے نماز پڑھ کر کہا آیئے چلئے ذرا تعزیت کر کے آئیں۔اب ہم سب اکٹھے گئے۔ہم نے تعزیت کی۔توجہ ہے نہ، وہ بولے آؤ

صاحب چلیں۔ہم گئے، ہم تو پیروں فقیروں کے ماننے والے ہیں، درویشوں دستگیروں کے ماننے والے ہیں، میں گیا میں نے الحمد شریف پڑھی، فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اٹھائے۔میں نے کہا یار بڑا افسوس ہوا بچے آنکھوں کے نور ہوتے ہیں، دل کے سرور ہوتے ہیں۔میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا کوئی نعم البدل عطا فرمائے۔بھئی اور اللہ بیٹا دے دے۔ٹھیک کہا نہ، بھئی اللہ اور بیٹا دے دے، نعم البدل دے دے۔ہاں صاحب کچھ مدت کے بعد وہ بوڑھے صاحب سونٹا لے کر جانے لگے۔لوگوں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ بولے میرے دوست کے والد شریف کا انتقال ہو گیا ہے۔تعزیت کیلئے جا رہا ہوں۔لوگوں نے کہا پہلے تو ربانی صاحب آپ کے ساتھ جاتا تھا، آج اکیلا جا رہا ہے۔میں نے کہا بھائی اس کے ساتھ چلیں میں آگے آگے وہ پیچھے پیچھے۔اسی طرح دوزانو ہو کر بیٹھا۔الحمد شریف پڑھی، اس نے کہا مجھ کو بڑا افسوس ہے کہ آپ کے والد شریف کا انتقال ہو گیا ہے۔والد آنکھوں کے نور ہوتے ہیں، دل کے سرور ہوتے ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔اب سب نے جوتیاں اٹھائیں، ارے بوڑھا کیا عقل ماری گئی، مت ماری گئی۔اس عمر میں آ گئے ہو جس میں دماغ کے پیچ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔بوڑھے کہنے لگے یہی لفظ نعم البدل ربانی نے کہا تھا تو کسی نے کچھ نہیں کہا تھا اور ہم بوڑھوں پر سارے برس رہے ہیں۔میں نے کہا ارے میاں عقل کر، نعم البدل کا لفظ ہر کہیں نہیں بولا جا سکتا۔اے لوگو! جب نعم البدل کا لفظ ہر جگہ نہیں بولا جا سکتا تو ”**انّما انا بشر مثلکم**“ کی آیت ہر کہیں نہیں بولی جا سکتی۔ہر لفظ کا اپنا اپنا مقام ہے، ہر لفظ کا اپنا اپنا شان نزول ہے، ہر آیت کا اپنا اپنا مقام ہے۔کہاں ہم، کہاں نبی۔ہم پڑھے تو ناول بنیں، نبی پڑھے تو قرآن بنے۔ہم بولیں تو بات بنے، نبی بولے تو حدیث بنے۔ہم قانون بنائیں تو شدت ہو، نبی قانون بنائیں تو حجت ہو۔ہم سو جائیں تو خواب اور نبی سو جائیں تو رب سے سوال و جواب۔ہم جانور کے قریب جائیں تو جانور ڈر کر بھاگنے لگیں اور نبی جائیں تو جانور دوڑ کر ادب سے سلام کرنے لگیں۔ہمیں پسینہ آئے تو بدبو اور نبی کو پسینہ آئے تو خوشبو۔ہم ملیں تو ملاقات بنے اور نبی ملے تو معراج کی رات بنے۔

خدا کا احسان

فرمایا "لقد من اللّٰہ علی المومنین" اللہ کا بڑا احسان ہے مومنین پر، یا اللہ کن پر، فرمایا مومنین پر۔ یا اللہ عزت دی احسان ہے، دولت دی احسان ہے، بینک بیلنس دیا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اولاد میرا انعام ہے، بیلنس میرا انعام ہے، ائیر کنڈیشن بنگلہ تجھے دیا میرا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اذبعث فیھم رسولا من انفسھم" ان ہی میں ہم نے اپنا نبی مبعوث فرمایا۔ تم بھی پیدا ہوتے ہو نبی کی بھی ولادت ہوئی، تم پیدا ہوئے تو دائی کو بلایا جائے لیڈیس ڈاکٹر کو بلایا جائے، عام انسان پیدا ہو تو خون کی دھار، نبی آئے تو نور کی چمکار، نبی کا کام ہے۔ "یتلو علیھم ایٰتہ" نبی آیات تلاوت کرتا ہے "ویزکیھم" ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ نبی کا کام ہے دلوں کو پاک کرنا۔ خدا کی قسم ادنیٰ تھا اعلیٰ ہو گیا، محکوم تھا حاکم بن گیا، غلام تھا آقا بن گیا، ذرہ تھا ستارہ بن گیا، بوند تھی لہر بن گئی، لہر تھی دریا بن گئی، دریا تھا سمندر بن گیا، ابوبکر تھا صدیق بن گیا، عمر تھا فاروق اعظم بن گیا، عثمان تھا جامع القرآن بن گیا، علی تھا حیدر کرار بن گیا، حبشی غلام تھا ساری دنیا کا انسانیت کا امام بن گیا...... "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" نبی کا کام ہے کتاب اور حکمت سکھانا۔ جو مسائل بڑے بڑے فلاسفروں سے حل نہ ہوں، نبی ذرا سی دیر میں کر دیں۔ "وان کانو من قبل لفی ضلالٍ مبین" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بے شک تم نبی کے آنے سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ اگر ہدایت ملی تو نبی کے دروازے سے ملی۔ دوستانِ محترم! اللہ آپ کو آباد و شاد رکھے، اللہ آپ کو سلامت رکھے، اللہ آپ کا خلوص قبول فرمائے۔ اے اللہ ہماری حاضری کو قبول فرما اور جو بیان ہوا اس میں اگر لغزش ہو گئی ہو تو اس کو معاف فرما۔ ہم سب کو نبی کے در کا غلام بنا۔

سبحٰن ربك رب العزة عما يصفون. وسلٰم على المرسلين والحمد لله رب العلمين.

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسوله الكريم

اما بعد

فاعوذ باللّٰهِ من الشيطٰنِ الرَّجيم بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم

قُلْ اِنْ كنتم تحبُونَ اللّٰه فاتبعونی يحْبِبْكم اللّٰه وَيَغفرْلَكُمْ ذُنوبكم واللّٰه غفُوْر رَّحِيْم.

قال اللّٰه تبارك و تعالىٰ فی شانِ حبيبهِ الكريم ان اللّٰه وَ مَلٰئِكته يصلون علىٰ النبی يَاَيُّهَاالذين اٰمنوا صلوا عليه وسَلِّمُوْ اتسْلِيْمَا

درود پاک

اللّٰهُمَّ صَلِّ علىٰ سَيِّدنا ومولنٰا محمد و علىٰ الِ سيّدنا و مولنٰا محمدٍ وَبَارِكْ وسلّم

الصلوٰة والسَّلام عَلَيْكَ يا رسول اللّٰه وَ عَلىٰ اٰلِكَ واصحابك يا خير خلق اللّٰه.

یہاں کے واجب الاحترام صدر اجتماع، قابل قدر علمائے اہل سنت، نوجوانانِ ملت، بانیانِ جلسہ، قابل قدر دوستو، بزرگو اور نوجوانو ساتھیو!

مدینہ اور مکہ شان والا

آج سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے میرے دوست محمد مبارک علی صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تو پورے پاکستان میں تقریریں کرتا ہے، مگر کبھی تو نے اہلیان ملتان کیلئے وقت نہیں نکالا۔ میں نے عرض کی کہ یہ بزرگان اہلسنت اور قائدین اہلسنت کی

دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ربانی پورے پاکستان میں نبی کی عظمتوں کا ڈنکا بجاتا ہے۔انشاءاللہ آپ جب بھی پروگرام بنائیں گے میں حاضر ہوں گا۔تو میرے دوستوں نے مل کر یہ پروگرام تشکیل دیا ہے۔میں تین دن سے باہر تبلیغی دورہ میں تھا۔جلال پور گیا، وہاں سے پھر احمد آباد گیا اور آج میں نے ظہر کے وقت قل شریف میں تقریر کی اور تقریر کرنے کے فوراً ہی بس پر بیٹھا اور اب آپ کے سامنے ہوں۔محبت کی باتیں کرنی ہیں، قرآن کی باتیں کرنی ہیں، عقیدت کی باتیں کرنی ہیں، مدینے والے کی باتیں کرنی ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ مکہ بھی شان والا ہے، مدینہ بھی شان والا ہے۔نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں، محبت کی باتیں ہو رہی ہیں، جو مدینہ کو شان والا مانتا ہے، وہ زور سے کہہ دیں کہ عرش کے فرشتے گواہ ہو جائیں۔مکہ بھی شان والا مدینہ بھی شان والا، مکہ بھی عزت کی جگہ ہے مدینہ بھی عزت کی جگہ ہے، مکہ بھی پاک ہے مدینہ بھی پاک ہے، مکہ بھی عظمت کا نشان ہے مدینہ بھی عظمت کا نشان ہے، مکہ مکۃ المکرمہ ہے تو مدینہ بھی مدینۃ المنورہ ہے، مکہ میں اللہ کا گھر ہے مدینہ میں رسول کا گھر ہے، مکہ میں آبِ زمزم ہے، مدینہ میں آبِ کوثر ہے، مکہ میں حضرت خدیجہ ہیں مدینہ میں حضرت فاطمہ ہیں، مکہ میں کعبہ مقدسہ ہے مدینہ میں گنبد خضریٰ ہے، مکہ میں لڑائی حرام ہے مدینہ میں جدائی حرام ہے، مکہ میں بیت جبار ہے مدینہ میں یاروں کا یار ہے، مکہ میں عرفات ہے مدینے میں رحمت کی برسات ہے، مکہ میں جلال خدا ہے اور مل کر کہہ دو مدینے میں جمال مصطفےٰ ہے۔

میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مسجد میں جلوہ گر ہیں، مجمع صحابہ کرام کا ہے۔آپ نے بڑے بڑے وعظ سنے ہوں گے لیکن ربانی کہتا ہے، اس وعظ پہ قربان جائیں جس وعظ میں سننے والا بلال تھا اور سنانے والا آمنہ کا لال تھا۔ذرا مل کر کہہ دو سبحان اللہ، آپ کے بڑے بڑے لیڈر سنے ہوں گے، آپ نے بڑے بڑے جمِ غفیر دیکھے ہوں گے، آپ نے بڑے بڑے

ادباء، آپ نے بڑے بڑے صوفیاء، بڑے بڑے فصحاء کے اجتماع دیکھے ہوں گے مگر ربانی کہتا ہے اس اجتماع پر حورانِ جنت بھی رشک کرتے تھے جس میں سننے والا علی تھا اور سنانے والی نبی تھا۔میرے پیارے نبی تقریر فرماتے ہیں، میرے پیارو، وفادارو، جانثارو، آسمان رشد و ہدایت کے ستارو، میں اللہ کا آخری نبی بن کر آیا ہوں، میں دنیائے انسانیت کا رہنما ہوں، میں اللہ کا یار ہوں، رب کا دلدار ہوں، امت کا غمخوار ہوں، مدینہ کا تاجدار ہوں اور کل نبیوں کا سردار ہوں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ جو بات نبی کہہ دیں وہ حق ہے۔

ہم پورے پاکستان میں جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم سے اہل اسلام کو پھر وہی دعوت دیتے ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے حسان ابن ثابت نے دی تھی، جو جناب بلال نے دی تھی، جو حذیفہ یمانی نے دی تھی، جو ابو درداء نے دی تھی اور جس کی دعوت خود صدیق اکبر نے دی تھی۔ہماری یہی دعوت ہے کہ ہمارے نبی قیامت تک کیلئے پیغمبر ہیں، قیامت تک کیلئے رسول ہیں اور ایسے رسول ہیں کہ ان کا مثل کوئی نہیں۔

ان کا بچپن بے مثال، ان کی جوانی بے مثال، ہاں ہاں ان کا شباب بے مثال، ان کا اعلان نبوت بے مثال، ان کی ولادت بے مثال، ان کی کتاب قرآن بے مثال، ان کے یار صحابہ بے مثال، ان کے اہل بیت بے مثال، ہمارا عقیدہ ہے کہ جو کپڑا نبی کے جسم کو لگ جائے وہ کپڑا بھی بے مثال، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قیامت تک کے مسلمانوں کی ماں کہتی ہیں کہ ایک دن نبی دو عالم نے چادر دی اور فرمایا یہ میرا مزمل والا لباس ہے دھو دو۔ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے آقا کا مزمل والا لباس لیا اور غسل دیا۔گھر میں تنور جل رہا تھا۔میں آگ کی حرارت پر لے کر ٹھہری رہی۔ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے ہو گئے، مگر خشکی نہیں آئی۔اسی عالم میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا اے عائشہ میری مزمل والی چادر کو غسل دیا؟ عرض کی اے آقا دھو تو لیا ہے مگر یہ چادر خشک ہونے میں نہیں آتی۔دو گھنٹے تک آگ کی حرارت

پہ لے کے ٹھہری رہی ہوں۔ میرے آقا مسکرائے اور فرمایا، اے عائشہ تجھے خبر نہیں کہ جو کپڑا نبی کے جسم سے لگ جائے اس پر آگ کی حرارت اثر نہیں کرتی۔

نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت..................

ارے بھئی ربانی کیا زندہ باد ل کر کہہ دو مدینہ والا نبی زندہ باد، ذرا زور سے کہہ دو کہ مدینے والا نبی زندہ باد، للکار کے کہہ دو حاضر و ناظر نبی زندہ باد، مشکل کشا نبی زندہ باد، حاجت روا نبی زندہ باد، ہم سب کا سننے والا نبی زندہ باد۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کی زندگی سے ہماری زندگی وابستہ ہے۔ اگر نبی نہ ہوتا تو کسی کا گذارا نہ ہوتا، اگر نبی نہ ہوتا تو پاکستان کے جھنڈے پہ چاند تارا نہ ہوتا، یہ نبی کی زندگی سے تمام چیزیں وابستہ ہیں اور ماننا پڑے گا کہ جو نبی ہے وہ ہر وقت ہے۔ کہو جو نبی ہے وہ ہر وقت نبی ہے۔ کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ چالیس سال سے پہلے نبی ہے، چالیس سال کے بعد نبی ہے، جماعت اہلسنت یہی پیغام دے رہی ہے دنیا والوں کو کہ جو نبی ہے وہ ہر وقت نبی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ چالیس سال سے پہلے اس کو خبر ہی نہیں تھی کہ میں نبی ہوں کہ نہیں، وہ تو چالیس سال کے بعد نبی بنے تھے۔ ربانی کہتا ہے کہ اللہ کے قرآن سے پوچھیں کہ اے اللہ کے قرآن ذرا بتا دے کہ جو نبی ہوتا ہے وہ چالیس سال کے بعد نبی ہوتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی۔ تو اے نوجوانو! جو بات قرآن کہے وہ حق ہے کہ نہیں؟ مل کے کہہ دو حق ہے، اگر قرآن کہتا ہے۔

"ذٰلِكَ الكتابُ لَارَیْبَ فیه".

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ جب قرآن لاریب ہے، نبی بے عیب ہے، قرآن اللہ کی کتاب ہے، نبی اللہ کا پیغمبر ہے، قرآن حق عالمگیر ہے، نبی حق کی شمشیر ہے، قرآن ہدایت کیلئے عظیم رہنما ہے، نبی حبیب خدا ہیں۔

میری ملت کے نوجوانو! اللہ کا قرآن پڑھو اور اس کے الفاظ دیکھو، اس کے معانی کو دیکھو، معانی میں مطالب کو دیکھو اور مطالب میں عشق و محبت رسول کو دیکھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سورۃ مریم پڑھیئے، رب کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ جناب مریم جب اپنے نور نظر لخت جگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آئیں تو اہلیان محلّہ نے کہا کہ کہاں سے لے آئی یہ بچہ، تیری شادی نہیں ہوئی۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ جناب مریم رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ اللہ نے فرمایا نہ گھبرا "فاشارت الیه" گھبرانے کی بات نہیں۔ اشارہ کر دینا اسی کی جانب یہ جانے اور وہ جانے۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اگر یہ پھر سوال کریں یہ بچہ کہاں سے آیا، اللہ کا قرآن کہتا ہے "فاشارت الیه" اشارہ کرنا عیسیٰ پیغمبر کی طرف۔ مفسرین فرماتے ہیں ابھی وہ چار دن کے بھی نہیں، ابھی وہ پنگوڑے میں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں، اپنے بھی کہتے ہیں، بیگانے بھی کہتے ہیں، اہلیان محلّہ بھی کہتے ہیں۔ کہنے لگے "قالوا کیف نکلّم من کان فی المهد" یہ کیسے بولے گا ہم سے جو ابھی پنگوڑہ میں ہے۔ یہ ابھی چار دن کا بھی نہیں۔ رب اکبر فرماتا ہے ان کو خبر نہ تھی کہ جو نبی ہوتا ہے وہ سمجھا سمجھایا ہوتا ہے۔ ذرا مل کر کہہ دو سبحان اللہ۔

"مَنْ کان فی المهد" جو ابھی پنگوڑہ میں ہے یہ بولے گا کیسے؟ اللہ کا قرآن کہتا ہے، تمام اکٹھے ہو گئے۔ چلو مریم کے پاس چلو۔ قریب گئے۔ کہنے لگے بچے تیری عمر تو ابھی چار دن کی بھی نہیں ہے۔ تمام بستی والے کہنے لگے یہ مریم تجھے اپنا بیٹا کہتی ہے۔ تو کہاں سے آیا ہے؟ اب اللہ کا قرآن انسان کے ذہن و فکر کو متوجہ کرتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام پنگوڑہ سے بول پڑے۔ ابھی چار دن کے پیغمبر نہیں ہیں، قال حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے:

"اِنّی عبداللّٰہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیًا".

اللہ فرماتا ہے میرے عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے، اے دنیا والو! میں اللہ کا بندہ ہوں۔ رب نے مجھے کتاب دی وجعلنی نبیًا اور میں نبی بن کر آیا۔ بولو نبی بن کر آیا، وجعلنی نبیًا، میں نبی بن کر آیا۔

اب حساب سے بتائیے کہ اگر کوئی عیسائی آ کر یہ کہے کہ تمہارا قرآن یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ

السلام پیدا ہوتے ہی نبی تھے اور تمہارا مولوی کہتا ہے کہ جس نبی کے ہم حکم پر چلتے ہیں وہ چالیس سال کے بعد نبی بنا تھا، تو لہٰذا اس نبی کی طرف آؤ جو پیدا ہوتے ہی نبی تھا۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مدینے والے پیغمبر چالیس سال کے بعد نبی بنے تھے وہ عیسائیت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی ہیں تو جس کے صدقہ میں عیسیٰ کو نبوت ملی ہے وہ عیسیٰ سے بھی پہلے نبی ہے۔ میں لاہور میں تقریر کر رہا تھا، انجینئر یونیورسٹی میں ایک کالج کا پروفیسر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے ربانی صاحب آپ کہتے ہیں کہ چالیس سال کے بعد آقا نے نبوت کا اعلان کیا۔ ہمارا عقیدہ تو ہے کہ چالیس سال کے بعد نبی، نبی بنے تھے۔ میں نے کہا یہی تو جماعت اہلسنت بات کرتی ہے کہ چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے۔ بولے ہم نے تو تمام ادیبوں کی زبان سے یہی سنا، خطیبوں نے یہی کہا، مقرروں نے یہی کہا، علماء نے یہی کہا کہ چالیس کے بعد نبی بنے۔ ہم نے کہا نہیں نہیں، چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ بننے کا اعلان کیا۔ بولو اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ پروفیسر صاحب کہنے لگے نبی کب بنے تھے؟ چالیس سال کے بعد تو اعلان ہوا پھر نبی کب بنے تھے؟ میں نے کہا جب بنے تھے جب کہ تمہاری 'کب' بھی نہیں بنی تھی۔ کہنے لگے کس وقت بنے؟ میں نے کہا اس وقت بنے تھے جس وقت 'وقت' بھی نہیں تھا۔ کہنے لگے کوئی لمحہ تو ہوگا جس لمحہ میں بنے تھے؟ میں نے کہا لمحہ بھی نہیں بنا تھا۔ کہنے لگے کوئی دن تو ہوگا جس دن بنے؟ میں نے کہا جب دن بھی نہیں بنے تھے۔ کہنے لگے پھر کیا تھا؟ میں نے کہا لفظ 'کیا' بھی نہیں تھا۔ نہ جب تھا، نہ کب تھا، نہ تب تھا، نہ اب تھا، نہ جدھر تھا، نہ ادھر تھا، نہ کدھر تھا، نہ شجر تھا، نہ حجر تھا، نہ جن تھا، نہ بشر تھا، نہ شمس تھا، نہ قمر تھا، نہ بر تھا، نہ بحر تھا، نہ زمین تھی، نہ آسمان، نہ مکیں تھا، نہ مکان تھا، نہ حور تھی، نہ غلام تھا، نہ جنت تھی، نہ ایمان تھا، نہ بلندی تھی، نہ پستی تھی، نہ عدم تھا، نہ ہستی تھی، نہ چک تھا، نہ بستی تھی، یا بنانے والے خدا کی ہستی تھی یا بننے والے رسول کی ہستی تھی۔

نعرہ ہائے تکبیر.............

اعلانِ نبوت

چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ چالیس سال کے بعد میرے نبی نے نبوت کا اعلان کیا۔ بولو نبوت کا اعلان کیا، ذرا زور سے کہو نبوت کا اعلان کیا پھر کہا، جبرئیل نے آ کر "**اقرا یا محمد**" کہو صلی اللہ علیہ وسلم۔ جبرئیل نے کہا اقرا پڑھئے۔ میرے نبی فرماتے ہیں **ما انا بقاری**. میں پڑھنے والا نہیں۔ توجہ ہے نا۔ ذرا غور کیجئے میرے نبی فرماتے ہیں **ما انا بقاری**. میں پڑھنے والا نہیں۔ لوگوں نے معنی یوں لیا کہ میں پڑھا ہوا ہی نہیں۔ صدقے جاؤں ان کے معنی پہ۔ نبی فرماتے ہیں **ما انا بقاری** میں پڑھنے والا نہیں۔ جبرئیل نے پھر کہا پڑھئے۔ حضور نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ جبرئیل نے پھر کہا پڑھئے۔ حضور نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ جب چوتھی مرتبہ کہا **اقرا باسم ربك الذی خلق**. اپنے رب کے نام سے پڑھئے۔ جب اللہ کا نام آیا تو نبی نے پڑھنا شروع کیا۔ پہلے نبی پڑھتے نہیں، اب نبی چوکتے نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے جبرئیل کے کہنے سے نہیں پڑھا۔ فرمایا اگر میں جبرئیل کے کہنے سے پڑھ لیتا تو آج دنیا والے کہہ دیتے کہ جبرئیل پڑھاتا ہے نبی پڑھتا ہے۔ میں نے امت کو بتا دیا کہ میرا استاد جبرئیل نہیں بلکہ رحمٰن ہے۔

اور آؤ! مجھے خوب یاد ہے جب میں مدینہ منورہ شریف میں پڑھا کرتا تھا، میں نے اپنے تفسیر کے استاد سے پوچھا کہ جب ہم قرآن پڑھا کرتے تو اس پر لکھا ہوتا "**هذه مكية هذه مدنية**" کسی سورۃ پہ لکھا ہوا ہے مکی، کسی سورۃ پہ لکھا ہوا ہے مدنی۔ اس کا کیا مطلب؟ کہنے لگے وہ پچھلے پیغمبر تھے جن سے کہا گیا آؤ نبیوں کتاب لے جاؤ۔ اے موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر آؤ اور توریت لے جاؤ، عیسیٰ علیہ السلام مقام خاص پر آؤ اور انجیل لے جاؤ۔ لیکن جب باری آئی امام الانبیاء کی، جب باری آئی آمنہ کے لال کی، تو رب نے یہ نہیں فرمایا اے محبوب کتاب لے جاؤ۔ وہ پچھلے نبی تھے کہا موسیٰ پیغمبر کوہ طور پر آ کر کتاب لے جاؤ، اے عیسیٰ پیغمبر مقام خاص پر آ کر انجیل لے جاؤ، لیکن جب باری آئی مدینہ والے کی، اللہ نے فرمایا قرآن یہ صرف نبی نہیں

ہے، نبی بھی ہے محبوب بھی ہے۔ اس کو ہمیں بلانا نہیں ہے۔ اے قرآن اگر میرا نبی مکہ میں ہے تو تو مکہ میں چلا جا، اگر یہ مدینہ میں ہے تو تو مدینہ میں چلا جا۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت ....

اگر نبی مکہ میں ہے تو قرآن مکہ میں ہے، بولو قرآن کے میں ہے۔ ذرا زور سے کہہ دو قرآن کے میں ہے۔ تو جو مکہ میں آیا وہ مکی بنا اور جب نبی مدینہ تشریف لے گئے تو قرآن بھی مدینے چلا گیا۔ جو قرآن مدینے میں پہنچا وہ مدنی بنا۔ اب کس نے بتایا کہ یہ قرآن ہے۔ اس ملک میں آئین قرآن ہونا چاہئے، دستور قرآن ہونا چاہئے، نظام قرآن ہونا چاہئے۔ ربانی کہتا ہے قرآن کا نظام تب چلے گا پہلے محمد کا مقام چلے گا۔ دیکھئے میرے حضرات یہ لاؤڈ اسپیکر ہے۔ اس میں آپ کو آواز آرہاہی ہے۔ اگر اس میں نہ آئے تو لوگ کہیں گے لاؤڈ اسپیکر نہیں ہے بلب لگا ہوا ہے۔ بلب سے روشنی نہ ہو تو لوگ کہیں گے یہ بیکار ہے۔ کیا مطلب بلب روشنی کے بغیر نہیں، لاؤڈ اسپیکر بغیر آواز کے نہیں، گلشن پھول کے بغیر نہیں، پھول خوشبو کے بغیر نہیں، پھول مہک کے بغیر نہیں، سورج دھوپ کے بغیر نہیں، دھوپ شعاعوں کے بغیر نہیں، شعاعیں حرارت کے بغیر نہیں، ساقی جام کے بغیر نہیں، محبّ محبوب کے بغیر نہیں، حسین حسن کے بغیر نہیں، شہرت نام کے بغیر نہیں، مشین کام کے بغیر نہیں، وزیر وزارت کے بغیر نہیں، صدر صدارت کے بغیر نہیں، خطیب خطابت کے بغیر نہیں، امام امامت کے بغیر نہیں، قرآن مجید سیپاروں کے بغیر نہیں، سیپارے سورتوں کے بغیر نہیں، سورتیں رکوع کے بغیر نہیں، رکوع آیات کے بغیر نہیں، آیات الفاظ کے بغیر نہیں، الفاظ حروف کے بغیر نہیں، حروف زیر وزبر کے بغیر نہیں، زیر وزبر نقطہ کے بغیر نہیں، نقطے شد و مد کے بغیر نہیں، شد و مد آواز کے بغیر نہیں، آواز میرے محمد عربی کے زبان کے بغیر نہیں۔

نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے رسالت ....

میرے نبی نے بتایا کہ یہ قرآن ہے۔ ہم اس قرآن کو قرآن اس وجہ سے مانتے ہیں کہ آمنہ کے لال نے بتایا۔ نبی مکرم نے فرمایا کہ قرآن کو نازل کرنے والا اللہ ہے۔ کہہ دو اللہ ہے۔ ذرا زور سے، اللہ ہے۔

بعض لوگ ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم نبی کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہو کہ تم خدا بنا دیتے ہو۔ ربانی جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم سے قوم کے ان مشکوک اذہان کو متوجہ کرتا پھرتا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کو شان دینے والا اللہ ہے، نبوت کا تاج دینے والا اللہ ہے، مزمل کی چادر دینے والا اللہ ہے، ربانی دنیائے انسانیت کو متوجہ کرتا پھرتا ہے کہ میرے نبی کو تمام درجات، تمام مراتب اور تمام عظمتیں دینے والا یہ خود رب کائنات ہے۔ اللہ نے فرمایا "وَرَفعنا لك ذكرك" اے ہمارے نبی ذکر کرنے والا میں جس کا ذکر کیا جائے وہ تو، شان دینے والا میں شان لینے والا تو، مزمل کی چادر دینے والا میں اور گنہگاروں کو چھپانے والا تو، براق بھیجنے والا میں نوری سواری پر سوار ہونے والا تو، پیارے جنت میری مالک تو، کوثر میرا ساقی تو، کلام میرا ادا تیری، کتاب میری زبان تیری، الوہیت میری ختم نبوت تیری، عبادت میری اور سب نبیوں کے آگے امامت تیری۔

رب اکبر نے فرمایا مدینے والے قرآن نازل کرنے والا میں امت کو عملی نمونہ دینے والا تو، پیارے تیری زبان سے بولنے والا میں تشریح کرنے والا تو اور میرے پیارے جنت میری مالک تو، کوثر میرا ساقی تو، کلام میرا ادا تیری، تکبیر میری تدبیر تیری، تخلیق میری شفاعت تیری، قدرت میری رحمت تیری، بخشش میری شفاعت تیری، برکت میری حرکت تیری، خلقت میری امت تیری۔ اگر شان دینے والے کو مانتے ہو تو شان لینے والے کو بھی ماننا پڑے گا۔ کہنے لگے آپ جو ہیں تو نبی کو خدا بنا دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم کبھی نہیں بناتے۔ آؤ ذرا قرآن سے پوچھ لیں، اے قرآن بتا اللہ کون؟ قرآن کہتا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" واہ کہہ دو سبحان

اللہ۔ اللہ کون ہے؟ کہا رحیم۔ آپ بھی کہہ دو رحیم۔ زور سے کہہ دو رحیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تو رحیم ہے۔ میں نے کہا قرآن سے اکیلا اللہ ہی رحیم ہے یا اور کوئی بھی رحیم ہے۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے ذرا چلو مدینہ کی طرف۔ اے قرآن ذرا بتا کوئی اور بھی رحیم ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

لقد جَاء کم رسول مِن انفسکم عزیز عَلیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم۔

اللہ فرماتا ہے میں بھی رحیم، میرا نبی بھی رحیم۔ مگر میں رحیم بنانے والا اور وہ رحیم بننے والا۔ توجہ ہے نا۔ ہم نبی کو خدا نہیں بناتے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں نہ خدا ہے، نہ خدا سے جدا ہے۔ یہ تو **وَما ینطق عن الھویٰ** ہے۔ آج ہمارے یقین اس لئے ختم ہو چکے ہیں، اس لئے کہ دنیا والوں نے عظمت و نبوت کو تولنا شروع کر دیا ہے۔ تولنے سے کیا مطلب، اتنا تھا کہ اتنا تھا، اتنا تھا کہ جتنا تھا، اتنے کتنے جتنے کے چکر میں نہ جاؤ۔ کہہ دو دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔ میرے بزرگو اور دوستو! آپ جتنے یہاں جلوہ افروز ہیں، اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے جو درجے نبی کو دیئے وہ کسی کو دیئے ہی نہیں۔ ہمارے نبی بے مثل ہیں، شمس الضحیٰ ہیں، بدرالدجیٰ ہیں۔ میرے نبی کے نام تو ہر درد کی دوا ہیں۔ میرے نبی کے نام تو ہر مرض کی شفا ہیں۔ میرا نبی رحمت دوسرا ہے۔ اس کی تعریفیں کرنے والا تو خود خدا ہے۔

میں جن دنوں میں سعودی عرب میں پڑھا کرتا تھا ان دنوں کی بات ہے۔ مجھے عربی کہنے لگے یہ دیکھا ہے کعبہ شریف۔ میں نے کہا یہ اللہ کا گھر ہے بیت اللہ ہے۔ کہنے لگے جب نبی کریم نے مکہ فتح کیا تو بلال کو بلایا اور فرمایا کہ اے بلال قریب آؤ۔ کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان سناؤ۔ اب توجہ کیجئے بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ آج ڈائجسٹ پڑھنے والا نوجوان کہتا ہے اے مولویو تم جلسے کرتے ہو، چین نے ایٹم بم بنایا، جاپان نے ربڑ کا کھلونا ہوا

میں اڑایا، تم نے کیا کیا؟ ہم یہی جلسے کر کے انہیں دعوت فکر دیتے ہیں کہ چین نے ایٹم بم بنایا، جاپان نے ربڑ کا کھلونا بنا کر ہوا میں اڑایا مگر میرے نبی نے ہاتھ سے پکڑ کر بلال کو کعبہ کی چھت پر چڑھا کر رب سے ملایا۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت ....

مقام انسانیت کو بلند کر دیا۔ ہاں بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ۔ اب بلال کعبہ کی چھت پر چڑھے۔ فرمایا بلال اذان دو۔ جناب بلال مسکرانے لگے۔ عرض کی آقا، مدینے میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، سفر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بدر میں اذان دی تھی تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، سارے راستہ میں میں اذان دیتا آیا تو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، اب تو آقا آپ نے کعبہ کے اوپر چڑھا دیا اب رخ کدھر کروں۔ میرے آقا مسکرائے، کعبہ کے کعبہ مسکرائے۔ میرے پیارے نبی کریم فرماتے ہیں، بلال کیا کہتے ہو، عرض کی آقا جہاں میں نے اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، آج تو آپ نے کعبہ کے بھی اوپر چڑھایا۔ اب رخ کدھر کروں۔ اب سنو میرے پیارے نبی کی پیاری بات۔ میرے آقا فرماتے ہیں، بلال ٹھیک کہتے ہو، مدینے میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، سفر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بدر میں اذان دی تھی رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، اب راستے میں اذان دیتے ہو رخ کیا تھا کعبہ کی طرف، بلال اب کیا دیکھ رہے ہو، میں نبی نے تمہیں کعبہ کے اوپر چڑھایا ہے اب تم اپنے نبی کی طرف رخ کر کے اذان پڑھو۔

نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے رسالت ....

اشارہ فرما دیا کہ کعبہ پر بھی چڑھ جاؤ تو رخ نہ پھیرنا۔ اگر کعبہ کی بلندیوں پر بھی چڑھ جاؤ تو بھی اپنے نبی سے رخ نہ پھیرو اور آج یہ کہا جائے کہ نبی ہماری طرح ہے، کھاتا ہے پیتا ہے چلتا ہے، بازار میں ٹہلتا ہے، نبی کے ہاتھ ہیں، نبی شادی کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے نبی کی انگلیاں دیکھتے ہو تو انگلیوں سے پانی کے چشمے نکلتے ہوئے بھی تو دیکھو، اگر نبی کے ہاتھ کو دیکھتے ہو تو قمر کے دو ٹکڑے ہوتے بھی دیکھو۔

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا مولٰنا محمدٍ و علیٰ اٰلِ سیّدنا مولٰینا محمدٍ و بارك وسلّم علیه.

نعرہ ہائے تکبیر ونعرہ ہائے رسالت ....

لوگوں نے کہا وہ کیا واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان پیغمبر اپنے لشکر کے ساتھ جا رہے تھے۔ توجہ ہے نا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ جانے لگے تو "**قالت نملة**" ایک چیونٹی کہنے لگی "**یاَیّھا النمل ادخلوا مساکنکم**" کہنے لگی اے چیونٹیو جلد اپنے غاروں کی طرف چلی جاؤ، کہیں سلیمان پیغمبر کا لشکر ہمیں رگڑ ہی نہ دے۔ سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ گر ہیں اور لشکر جرار آ رہا ہے اور ایک چیونٹی کہہ رہی ہے چیونٹیوں سے، "**یاَیّھا النمل ادخلوا مساکنکم**" اے چیونٹیوں جلدی کرو اور اپنے غاروں کے اندر گھس جاؤ، اس لئے کہ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر ہمیں پاؤں سے رگڑ ہی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**فتبسم ضاحکا من قولھا**" حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سے مسکرائے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں جو زیادہ سننے والا ہو وہ ایک چیونٹی کو پکڑ کر کان میں رکھے اور سنے کیا کہہ رہی ہے۔ ایک چیونٹی نہیں بلکہ ایک لاکھ چیونٹیاں پکڑو، ایک کروڑ چیونٹیاں پکڑو اور کان میں رکھو اور بتاؤ یہ کیا کہتی ہیں۔ بڑے بڑے سائنس کے آلات ایجاد ہوئے، کوئی شخص بھی نہیں کہتا کہ یہ چیونٹی گھسٹ کر چلتی ہے یا قدم اٹھا کر چلتی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے "**فتبسّم ضاحکاً من قولھا**" حضرت سلیمان پیغمبر اس چیونٹی کی آواز سے مسکرا پڑے۔ آپ نے تبسم کیا اور جس چیونٹی کی آواز آپ نہیں سن سکتے نبی نے سن لی۔ بولو نبی نے سن لی۔ جب حضرت سلیمان پیغمبر اللہ کی عطا کردہ طاقت سے چیونٹی کی آواز کو سن سکتے ہیں تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں رہ کر اللہ کی طاقت سے یہاں کے لوگوں کا یارسول اللہ کہنا سن سکتے ہیں کہ نہیں؟ بلکہ سنتے ہیں۔

نعرہ ہائے تکبیر ونعرہ ہائے رسالت ....

بعض لوگوں نے یوں کہنا شروع کر دیا، اجی نبی تو غائب ہے۔ آپ یارسول اللہ کی باتیں

کرتے ہیں۔ میں نے کہا چلو بھئی آپ کی بات ہی مان لیتے ہیں کہ اگر نبی غائب ہے، پھر بھی تو کہیں نہ کہیں ہے۔ بھیا میرے گھر پر کوئی آیا اور بولا کہ ربانی سے ملنا ہے۔ میرے گھر والے کہیں گے ربانی گھر سے غائب ہے۔ بھئی گھر سے غائب ہے مسجد میں تو حاضر ہے۔ اگر مسجد میں نہیں تو گھر میں ہوگا۔ گھر میں نہیں تو ملتان کے کسی حصہ میں ہوگا۔ اگر ملتان میں نہیں تو لاہور میں ہوگا۔ اگر لاہور میں نہیں تو آزاد کشمیر کے کسی حصے میں ہوں گا۔ جب پاکستان نہیں تھا تو مدینہ پڑھ رہا تھا۔ مدینہ میں نہیں تو مکہ میں ہوں۔ اگر وہاں نہیں تو یہاں صحیح۔ تم کہتے ہو نبی غائب ہے۔ مگر یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ کہیں تو ہے۔ بھئی اگر نبی غائب ہے تو اللہ کی رحمت کے خزینے میں ہے۔ اگر حاضر و ناظر ہے تو ہمارے سفینے میں ہے۔ سید البشر ہے تو مدینے میں ہے۔ اگر دور ہے تو ہر مومن کے سینے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "**قل اِنْ کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی**" اے میرے نبی اعلان کر دو کہ تم اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو تو پھر اور کوئی راستہ نہیں، "**فاتبعونی**" تم میری تابعداری کرو، نبی کے دروازے پر آؤ۔ جب نبی کے دروازے پر آئیں گے تو کیا ہوگا؟ کئی انعام ملیں گے۔ اس کی تشریح خود رب العالمین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**یحببکم اللّٰہ**" اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ "**ویغفرلکم ذنوبکم**" اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ بھی بخش دے گا۔ بولو سارے گناہ بھی بخش دے گا۔ کہا اے اللہ تو تو جبار ہے۔ کہا ویسے تو جبار ہوں، قہار بھی ہوں، لیکن جب مدینے والے کے دروازے پر آتے ہو تو میں جبار نہیں رہتا بلکہ "**واللّٰہ غفور رحیم**" پھر اللہ مہربان ہو جاتا ہے۔ مدینے والے کے دروازے پہ جو بھی آیا اس کو مراتب مل گئے۔ اس کے درجات بلند ہو گئے۔ ذرہ تھا ستارہ ہو گیا، ادنیٰ تھا اعلیٰ ہو گیا، قطرہ تھا بوند بن گیا، بوند تھی لہر بن گیا، لہر تھی موج بن گیا، موج تھی دریا بن گیا، ہاں ہاں عمر تھا فاروق اعظم بن گیا، عثمان تھا جامع القرآن بن گیا، علی تھا حیدر کرار بن گیا، بلال حبشی غلام تھا

دنیا کا امام بن گیا، پھر یہ شان ملی۔اے بلال سب سے پہلے جنت میں تمہیں جاؤ گے۔اس وقت تک صبح نہیں ہوتی جب تک حضرت بلال اذان نہیں دیتے۔میں تین سال تک مدینہ منورہ میں پڑھتا رہا۔میں نے وہاں مدینہ شریف میں دیکھا، جب مسجد میں جاتے تھے، جو حاجی صاحبان بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لو۔مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک ہی وقت میں پانچ اذانیں ہوتی ہیں۔ایک ہی وقت میں۔پہلے ایک موذن اذان دیتا ہے، پھر چار آدمی اس کی نقل اتارتے ہیں، اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آواز بلند کرتے ہیں۔میں نے عربیوں سے پوچھا کہ مکہ میں ایک ہی اذان پاکستان میں ایک وقت میں ایک اذان، لیکن یہاں مدینہ منورہ میں ایک آدمی اذان کہتا ہے اور پھر چار آدمی اس کے ساتھ آواز ملاتے ہیں۔کہنے لگے تمہیں خبر نہیں، نبی دوعالم کی خدمت میں لوگوں نے شکایت کی کہ بلال کی آواز بلند نہیں ہے۔گھروں تک اس کی آواز نہیں آتی۔نبی دوعالم نے فرمایا کہ ہم بلال کیلئے قانون توڑ دیتے ہیں۔ہر مسجد میں ایک ہی وقت میں ایک اذان ہے لیکن بلال اذان دے تو تم لوگ مسجد کے چاروں کونوں پر کھڑے ہو جایا کرو اور بلال کی آواز کو بلند کیا کرو۔بلال کو ہٹانا ناممکن ہے۔ایک دفعہ ہٹا کے دیکھ لیا۔فاروق اعظم نے شکایت کی کہ ان کی آواز بلند نہیں ہے زبان میں ''لکنت'' ہے۔فرمایا چلو عمر آج آپ کی ہی مان لیتے ہیں۔بلال صبح اذان آپ نہ کہنا۔بلال کی آنکھوں میں نم، چہرے پر الم اور دل میں غم۔بلال کا رونا تھا اللہ کی رحمت کو جوش آنا تھا۔پھر وہی عمر آئے۔کہا ابن خطاب کیسے آئے ہو؟ کہنے لگے رات لمبی ہو گئی، سو سو کر کمر درد کر گئی، صبح کاذب جاتی نہیں اور صادق آتی نہیں، صبح کا وقت ہوتا نہیں۔میرے نبی فرماتے ہیں ''**اصبر یا عمر انا اصلی رکعتیں**'' صبر کرو عمر میں ذرا دو رکعت نوافل پڑھوں۔میرے نبی نے ماتھا ختم نبوت زمین پہ رکھا۔حضرت جبرئیل پرواز کر کے آئے۔فرمایا ''**سین بلال عند اللہ شین**'' کہ بلال کی سین رب کے نزدیک شین ہے۔جب تک بلال لکنت والی زبان ہلائے گا نہیں صبح کی لو پھٹے گی نہیں۔فرمایا جاؤ بلال کو تلاش کرو۔جب حضرت بلال کی تلاش کی گئی تو حضرت بلال مسجد کے ایک کونے میں آہ و بکا کر رہے تھے۔فرمایا بلال آ جاؤ اذان پڑھو۔حضرت بلال نے روتے

ہوئے عرض کی اے اللہ کے رسول میں کہیں جہنمی تو نہیں ہو گیا۔میرے نبی نے بلال کو سینے سے لگایا اور فرمایا بلال میرے ہوتے ہوئے تم دوزخ میں نہیں جا سکتے۔تم جنت میں جاؤ گے۔عرض کی آقا میں جنتی ہوں؟ فرمایا جنتی ہے۔جنتی، توجہ کیجئے۔جنتی فرمایا جنتی۔اب بلال محبت کے انداز میں آئے۔کہنے لگے میں پہلے جاؤں گا؟ کہا ہاں تم جنت میں پہلے جاؤ گے۔اب بلال بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ نمازیوں سے بھی پہلے؟ فرمایا نمازیوں سے بھی پہلے۔عابدین سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں عابدین سے بھی پہلے۔اچھا شہیدوں سے بھی پہلے؟ نبی نے فرمایا شہیدوں سے بھی پہلے۔کیا صحابہ سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں صحابہ سے بھی پہلے۔کیا آپ کے صدیق سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں صدیق سے بھی پہلے۔آپ کے مانگے ہوئے عمر سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں میرے مانگے ہوئے عمر سے بھی پہلے۔اچھا عثمان سے بھی پہلے؟ میرے نبی فرماتے ہیں عثمان غنی سے بھی پہلے۔اچھا آپ کے اہل بیت سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں میری اہل بیت سے بھی پہلے۔بلال عشق کی لہر میں آئے، کہنے لگے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں ہاں تمام نبیوں سے پہلے۔بلال کا عشق اٹھا۔پوچھنے لگے آپ سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں محمد سے بھی پہلے۔

نعرہ ہائے تکبیر و نعرہ ہائے رسالت ....

جب میرے نبی نے فرمایا، مجھ سے بھی پہلے۔بلال قدموں میں گر پڑے۔رو رو کے کہنے لگے اللہ کے رسول دنیا والے کیا کہیں گے امتی آگے رسول پیچھے۔آقا محبت میں بات ہو گئی تھی، اب آپ بات کو بدل لیجئے۔میرے نبی کا چہرہ مقدس سرخ ہو گیا۔فرمایا بلال سن لے، کائنات بدل سکتی ہے، زمین پھٹ سکتی ہے، ستارے گر سکتے ہیں، فضائیں اپنا رخ بدل سکتی ہیں، پہاڑ اپنے مقام سے ہٹ سکتے ہیں، آسمان تباہی کیلئے اپنے جبڑے کھول سکتا ہے، سمندروں کا پانی خشک ہو سکتا ہے، کائنات کا نظام بدل سکتا ہے مگر ختم نبوت کی زبان سے نکلی ہوئی بات تبدیل نہیں ہو سکتی۔

آقا پھر کیا ہوگا۔فرمایا قیامت کے دن جس سواری پر میں بیٹھا ہوں گا، اس سواری کی لگام تو

بلال کے ہاتھ میں ہوگی۔ تو آگے آگے غلام بن کر آئے گا، میں پیچھے پیچھے سردار بن کر آؤں گا۔

درود پاک پڑھیے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی سیّدنا ومولٰنا محمدٍ و علٰی اٰلِ سیّدنا و مولٰنا محمد و بارِك وسلّم علیه.

میری ملت کے نوجوانو! عشق ومحبت کی تنہائیاں عشق رسول کی وادیاں کچھ اور ہیں۔ اگر ہم عزت چاہتے ہیں، عظمت چاہتے ہیں، بلندی چاہتے ہیں، اقبال چاہتے ہیں، بخت چاہتے ہیں، اپنے ملک کی معیشت کو درست کرنا چاہتے ہیں تو اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤك ....کوئی دروازہ نہیں کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ ایک ہی دروازہ ہے کہ مدینہ والے کے دربار پہ ہمیں آنا پڑے گا۔ "**واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا و لا تفرقوا**" اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، فرقے فرقے مت بناؤ۔ اللہ کی رسی کون ہے، نبی کا آستانہ ہے۔ یہ نبی کی چوکھٹ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں نبی کی شریعت ہو، اس ملک میں آئین قرآن ہو، اس ملک میں قرآن کی شاہی ہو۔ قرآن کہتا ہے اس وقت تک میری شاہی نہیں ہوگی جس وقت تک ایک مدینے والے کے در کی گدائی نہیں ہوگی۔ محترم حضرات! میں نے مختصر سے وقت میں جو آیت پڑھی تھی اس کی تشریح میں میں نے چند باتیں عرض کی ہیں۔ رب اکبر فرماتا ہے "**قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی**" اے نبی دوعالم اعلان کردو، اگر آپ اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں تو اللہ ایسے راضی نہیں ہوگا، بلکہ "**فاتبعونی**" تم میری تابعداری کرو، میرے دروازے پہ آؤ۔ اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ اگر تم نبی کے دروازے پر آجاؤ گے تو **اللّٰہ غفور رحیم**، اللہ مہربان ہو جائے گا اور تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔ یہی وہ پکار ہے، یہی وہ آواز ہے جو جماعت اہل سنت کے ہر پلیٹ فارم سے ہم دنیائے انسانیت کو دے رہے ہیں، کہ اے لوگو! ہمارے ملک میں تب امن ہوگا، ہمارے ملک میں تب اتحاد ہوگا، جب ہم نبی پاک کے سچے غلام بن کر ترانے بجائیں گے اور سب کو بتائیں گے کہ ہمارا نبی بے مثال ہے۔ کہو ہمارا نبی بے مثل و بے

مثال ہے۔ ہمارے نبی میں کوئی عیب نہیں ہے، ہمارے نبی میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ہمارا نبی تمام عیوب سے پاک ہے۔ اس کو ختم نبوت کا تاج دینے والا تمام عیوب سے پاک ہے۔ وہ اللہ رب العٰلمین ہے۔ اگر ہم یہ کہہ دیں، دنیا والو! نعوذ باللہ، نعوذ باللہ نبی میں عیب ہوتا ہے، پھر ہمیں قرآن میں بھی شک کرنا پڑے گا، شریعت میں بھی شک کرنا پڑے گا، ہمارا عقیدہ صاف اور ایمان ہے کہ نبی پاک ہے، نبی کے صحابہ پاک ہیں، نبی کی اہل بیت پاک ہے، نبی کا ہاتھ بھی پاک، نبی کی زبان بھی پاک، نبی کی زبان ان کی نہیں ہے، نبی کی زبان "لسان اللہ" ہے، نبی کا حکم امر اللہ ہے، نبی کی شفقت رحمت اللہ ہے، نبی کا حکم امر اللہ ہے، نبی کا دستور آئین اللہ ہے، نبی کی نورانیت نور اللہ ہے، نبی کا سبق لا الٰہ الا اللہ ہے اور نبی کا سارا وجود محمد رسول اللہ ہے۔ تو یہ چند گزارشات تھیں جن کی طرف میں نے آپ بزرگوں، دوستوں کی توجہ دلائی کہ آج ملک پاکستان میں طرح طرح کے فتنے اٹھ رہے ہیں، کوئی اہل بیت کو گالی دے رہا ہے، کوئی اہل بیت کی طہارت میں نقص تلاش کر رہا ہے۔ جماعت اہل سنت ایسی جماعت ہے جو تمام کو مانتی ہے، اللہ کی ربوبیت کو مانتی ہے، نبی کی ختم نبوت کو مانتی ہے، صدیق کی صداقت کو مانتی ہے، عمر کی عدالت کو مانتی ہے، عثمان غنی کی شرافت کو مانتی ہے، علی کی شجاعت کو مانتی ہے، امام ابوحنیفہ کی فقاہت کو مانتی ہے اور گیارہویں والے پیر کی ولایت کو مانتی ہے۔ ہم کسی سے الجھنا نہیں چاہتے۔ ہم صاف علی الاعلان کہتے ہیں، جو مدینے والے کے در کا غلام ہے وہ ہمارا امام ہے۔ ہمارے نزدیک معیار ایک ہی ہے اور وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جو اس نبی کے دروازے پہ آیا وہ کامیاب ہوگیا، چاہے کتنا بڑا متقی ہو، چاہے جتنا بڑا علامہ ہو، اگر وہ نبی کے دروازے سے دور ہے تو وہ مسلک حق سے دور ہے۔ وہی قرآن والا ہے جو صاحب قرآن کی عظمت کو سلام کرتا ہے اور نبی کو بے مثال کہتا ہے۔

نعرہائے تکبیر نعرہ ہائے رسالت ....

آج آپ جتنے بھی حالات دیکھ رہے ہیں، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے درود پاک کی کثرت کو چھوڑ دیا ہے۔ نبی کریم فرماتے ہیں:

"من صلی علی وجبت له شفاعتی".

جس نے ایک دفعہ بھی مجھ پر درود پاک پڑھ لیا، نبی کریم فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا۔ دیکھئے بھئی آپ حضرات نماز پڑھتے ہیں اور پڑھنی بھی چاہئے۔ نبی فرماتے ہیں "قرة عینی فی الصّلوٰة" نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے نبی فرماتے ہیں جو نوجوان نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے قیامت کے دن ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤں گا۔ "اللہ اکبر کبیراً"۔ نماز پڑھتے ہیں، قیام کرتے، رکوع کرتے ہیں، اس کے بعد التحیات میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے نبی پر درود پڑھ، تمام تسبیحات کے بعد، تمام آیات قرآنی کے بعد اللہ نے التحیات میں بٹھا دیا۔ اگر اللہ چاہتا تو پہلے بھی تو رکھ سکتا تھا نا، مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے درود نہیں رکھا بلکہ آخر میں رکھا تا کہ کسی کے ذہن میں یہ غلط فہمی نہ رہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر نماز میں نبی کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کا یہ شک دور ہو جائے کہ التحیات کا بہانہ ہے بلکہ مدینے والے پر درود پڑھوانے کا نشانہ ہے۔

نعرہ ہائے تکبیر ورسالت.............

ہر جگہ حضور ﷺ کا نام

بیٹھ کر درود پڑھ لو، کھڑے ہو کر درود پڑھو، اللہ تعالیٰ نے نماز میں بیٹھ کے درود پڑھوالیا اور جنازے میں کھڑے ہو کر درود پڑھوالیا۔ دیکھئے جنازہ سامنے رکھا ہو، ہاتھ بندھے ہوتے ہیں، رخ کعبہ کی طرف ہوتا ہے، کہنا چاہتا ہے "اللّٰھمَّ اغفرلحینا ومیتنا وشاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا وانثنا" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بخشوانا بعد میں پہلے میرے یار پر درود پڑھ لے۔ اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ نماز میں بیٹھ کے درود پڑھالیا، جنازے میں کھڑے ہو کر درود پڑھالیا، الیکشن کا دور آیا تو یارسول اللہ کا نعرہ لگوالیا، مشکل وقت آیا تو داتا کے قدموں میں پہنچا دیا اور کوئی بڑی مصیبت آئی تو ختم پڑھوا کے حلوے کی دیگ میں چمچہ پھروایا۔

نعرہ ہائے تکبیر ونعرہ ہائے رسالت.............

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے سارے کام لے لئے اور وہ اپنے محبوب کیلئے ہر کام لیتا ہے۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ ہر جگہ تیرا نام، قرآن کے سیپاروں میں تیرا نام، مسجد کے منبر و محراب پہ تیرا نام، مفتی کے فتویٰ میں تیرا نام، فقیہ کی فقہ میں تیرا نام، خطیب کے خطبہ میں تیرا نام، ادیب کے ادب میں تیرا نام، مقرر کی تقریر میں تیرا نام، مفسر کی تفسیر میں تیرا نام، مدبر کی تدبیر میں تیرا نام، جبرئیل کی پرواز میں تیرا نام، فرمایا اے پیارے لالہ زاروں میں تیرا نام، سمندر کی مچھلیوں کی زبانوں پہ تیرا نام، فضا کے پرندوں کی زبانوں پہ تیرا نام، جنت کی وسعتوں میں تیرا نام، کوثر کے پیالوں میں تیرا نام اور اے پیارے میرا وعدہ ہے جہاں ہوگا خدا کا نام، وہیں ہوگا مصطفیٰ کا نام۔ اللہ رب العزت کا نام ہر جگہ ہے۔ جہاں جہاں اللہ کا نام ہے وہیں وہیں رسول اللہ کا نام ہے۔ تو اسی گزارشات کو آپ قبول فرمائیے۔ میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان میرے نوجوانوں کے عزائم میں برکت عطا فرمائے۔ یہ سب لوگ ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، بہت کام کر رہے ہیں اور یہ ہمارے رحمانی صاحب ہیں اور یہ ہمارے دوست مبارک بھائی صاحب، ہمارے نوجوان ہیں اور مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ میں بھی نوجوان ہوں اور میں اپنے تمام ملتان کے سنی نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ جب بھی تمہیں ربانی کی ضرورت ہوگی، آپ ربانی کو حاضر پاؤ گے اور جہاں بھی جماعت اہل سنت کے قائد کا خون ہوگا، وہاں ربانی سر کٹانے کیلئے ہمہ وقت حاضر رہے گا اور دنیائے انسانیت کو بتائے گا ہماری رگوں میں کانگریس اور اندرا کا خون نہیں ہے بلکہ ہماری رگوں میں محمد عربی کے نعرے ہیں کیوں کہ ہمارا مسلک حق جو ہے، یہ وہی مسلک تو ہے جو کہ صدیق اکبر کا تھا، فاروق اعظم کا تھا، عثمان غنی کا تھا، مولیٰ علی کا تھا، ہمارا مسلک وہی ہے جو کربلا کے شہیدوں کا تھا اور ہم علی الاعلان یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ ہم قلندر لوگ ہیں، درویش لوگ ہیں، فقیر لوگ ہیں۔

کون کہتا ہے کہ دارا و سکندر اچھا
ساری دنیا سے محمد کا قلندر اچھا

نعرہ ہائے تکبیر ونعرہ ہائے رسالت.............

فقیر بنو، روحانیت حاصل کرو، روحانیت کی طرف آؤ، اسلام کے آئین کو سمجھو، آئین قرآن کو سمجھو، اسلام کو سمجھو، قرآن کے نظام کو سمجھو۔ قرآن کا نظام تب سمجھ میں آئے گا، پہلے قرآن والے کو دیکھو۔ مدینے والے پیغمبر کے بغیر دین نامکمل ہے۔ دین تو نام نبی کا ہے، نماز تو نام ہی نبی کا ہے۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے نماز قائم کرو، میں نے کہا قرآن کیسے پڑھوں؟ قرآن نے کہا **لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اُسوۃ حسنۃ**، صحابہ سے کہا گیا نماز پڑھو۔ صحابہ نے عرض کی کیسے پڑھیں؟ رب اکبر نے فرمایا میرے یار کو آگے بڑھا دو، وہ کھڑا ہو جائے تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ، وہ جھک جائے تو تم بھی جھک جاؤ، وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، وہ سلام پھیرے تو تم بھی سلام پھیرو۔ اس کا کھڑا ہونا قیام بن گیا، اس کا جھکنا رکوع بن گیا، اس کا ماتھا جھکانا یہ سجود بن گیا، نبی کا آرام سے بیٹھنا یہ التحیات بن گیا۔ اب اگر کوئی آدمی کہے کہ میں مبارک ہوں، میں تو دو سجدوں کے بجائے تین سجدے کروں گا، میں تو زیادہ اللہ کی توحید بیان کروں گا، لیکن اللہ کا قرآن کہتا ہے وہ نماز اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔ یا اللہ کیوں؟ وہ تیرا موحد ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ زیادہ تعداد میں کہتا ہے۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے ٹھیک ہے سجدہ کرنا چاہتا ہے، لیکن مجھے تیسرے سجدے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے مدینے والے نے مجھے یہ سجدہ نہیں کیا ہے۔ مدینے والے کی اداؤں کا نام نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَمَا علینا الا البَلاغ المُبین.

"السّلام علیکم"

نَحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد فاعوذ باللّٰہِ من الشیطٰنِ الرَّجیم. بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

یٰس والقرآن الحکیم صدق اللّٰہ مولانا العظیم و صدق رسولہ الکریم.

محترم سامعین!

اس وقت دنیا میں طب، حکمت، ریاضی، علوم وفنون، منطق، فلسفہ، سائنس، فقہ، قانون، تاریخ، جغرافیہ اور دوسرے تمام مضامین کی لاکھوں اور اربوں کتابیں موجود ہیں لیکن یہ سب کتابیں ایک طرف اور ایک قرآن مجید ایک طرف۔ دنیا کی یہ سب کتابیں ہماری زندگی کے کسی ایک حصے کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ طب وحکمت کی کتابیں صرف جسمانی بیماریوں اوران کے علاج اور نسخہ جات بتاتی ہیں۔ ریاضی کی کتابیں صرف شماریات بتاتی ہیں۔ منطق کی کتابیں صرف استدلال کرنا سکھاتی ہیں۔ فقہ کی کتابیں صرف فقہی مسائل کا تذکرہ کرتی ہیں، تاریخ کی کتابیں صرف گزرے زمانے کے واقعات سناتی ہیں لیکن قرآن مجید ان سب کتابوں پر حاوی ہے۔

یہ کتاب فقہ میں مسائل کی بنیاد ہے، منطق میں مضبوط استدلال ہے، فلسفے میں گہری فکر

ہے، سائنس میں خود کائنات کے موجد کی تھیوری ہے، قانون میں صداقت ہے، ادبیات میں غضب کی شیرینی وحلاوت ہے، تاریخ میں عبرت کا سبق ہے، دینیات میں حق ہے، سیاسیات میں امام ہے، معاشیات کا نظام ہے، معاملات میں شرافت ہے، غرض کہ ہر مضمون اور ہر عنوان میں قرآن جڑ ہے۔ ڈاکٹر ہو یا وکیل، مزدور ہو یا مستری، امیر ہو یا غریب، استاد ہو یا شاگرد، واعظ ہو یا نعت خوان، انجینئر ہو یا میکینک، تاجر ہو یا محنت کش، مرد ہو یا عورت، ان پڑھ ہو یا عالم، بڑا ہو یا چھوٹا، سب کیلئے قرآن ہدایت ہے، سب کیلئے صراطِ مستقیم ہے، سب کیلئے حجت ہے، سب کیلئے راہ نجات ہے، سب کیلئے سب کچھ ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ باقی سب کتابیں ہماری مکمل راہنمائی کیوں نہیں کرتیں اور یہ قرآن مجید سب کو نجات کا راستہ کیسے دکھاتا ہے؟ فرق صرف اتنا ہے کہ باقی سب کتابیں ہماری اپنی بنائی ہوئی ہیں، لیکن قرآن مجید اس کا بنایا ہوا ہے جس کے ہم بنائے ہوئے ہیں، جس نے ہم سب کو بنایا اسی نے ہم سب کو بچایا، جس نے ہمیں پیدا کیا اسی نے ہمیں جینے کا طریقہ سکھایا، جس نے ہمیں رزق دیا اسی نے ہمیں حلال وحرام کا فرق بتایا، جس نے ہمیں عقل دی اسی نے ہمیں علم دیا، جس نے ہماری تقدیر بنائی اسے نے ہمیں تدبیر بتائی، جس نے ہمیں تاج پہنایا اسی نے ہمیں راج سکھایا، جس اللہ نے ہمیں جیسے بنایا اسی اللہ نے ہمیں ویسے سکھایا، جس اللہ نے ہماری خلقت کا سامان کیا اسی اللہ نے ہماری ہدایت کا سامان کیا، قرآن مجید سراسر ہدایت ہے، صرف مسلمانوں کے ہی نہیں، صرف انسانوں کے ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر مخلوق کیلئے ہدایت ہے۔

کیوں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اوزاللہ کے کلام کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کائنات کے ہر ذرے کی راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی۔ اس زمانے میں پہاڑوں اور درختوں کیلئے خدا کا حکم تھا "يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرُ" کہ اے پرندو اور پہاڑو، میرے پیغمبر داؤد کی زبان سے جو کلام نکلتا ہے اسے سنو۔ قصص الانبیاء میں ہے، جب حضرت داؤد علیہ السلام دریا کے کنارے زبور کی تلاوت کرتے تو بہتا ہوا دریا رک جاتا تھا،

جس درخت کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے وہ درخت جھک جاتا تھا، آسمان کے پرندے زبور سن کر نیچے اتر آتے تھے، گزرتے ہوئے جانور باادب بیٹھ کر سننے لگتے تھے، لوگ جوق در جوق آ کر زبور کی سماعت کرتے تھے۔ زبور کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ کا کلام تھا۔ یہ "وحی من اللہ" تھی۔ لیکن اب زبور کتاب بھی جاتی رہی اور حضرت داؤد کی شریعت بھی جاتی رہی۔ اب ہمارے نبی کی شریعت کے بعد کسی کی شریعت نہیں...اور قرآن کے بعد کوئی کتابیں نہیں۔ جیسے کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا، ویسے کوئی دوسری آسمانی کتاب نہیں آسکتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زبور کو سننے کیلئے تو رب نے جانوروں، پرندوں اور پہاڑوں تک کو حکم دے رکھا تھا لیکن قرآن کے سننے کیلئے کیا حکم ہے؟ ایک دفعہ حضرت اسید بن حضیر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی، حضور! میں اپنے کمرے میں تلاوت کر رہا تھا، باہر حویلی میں میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور ساتھ پنگوڑے میں میرا بچہ سویا ہوا تھا۔ جونہی میں نے اندر تلاوت شروع کی باہر میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ میں نے تلاوت کو بند کیا اور اس خیال سے کمرے سے باہر آنے لگا کہ کہیں گھوڑے بچے کو نقصان نہ پہنچائے، لیکن جونہی میں نے تلاوت روکی، گھوڑے نے بدکنا بند کر دیا۔ میں باہر نہ گیا، میں نے پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں آخر میں اپنے کمرے سے باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ میری حویلی سے آسمان کی طرف ایک لمبی قطار بنی ہوئی ہے اور سورج کی کرنوں سے زیادہ تیز روشنیاں ہیں جو میری حویلی سے آسمان کی طرف جاری ہیں۔ یہ سن کر میرے نبی مسکرائے۔ فرمایا "اے اسید بن حضیر، جب تو قرآن پڑھ رہا تھا فرشتے تیری تلاوت سننے آ رہے تھے۔ جب تو تلاوت روک کر باہر آ رہا تھا، یہ فرشتے واپس جا رہے تھے" محترم سامعین!

اس واقعہ سے خوب سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر زبور پڑھی جائے تو پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھی آ کر سنیں، اگر زبور پڑھی جائے تو جانوروں کے غول کے غول بھی آ کر سنیں، اگر زبور پڑھی جائے تو انسانوں کے دستے کے دستے بھی آ کر سنیں، لیکن اگر قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ زمینی مخلوق تو کیا؟ آسمانی فرشتے بھی آ کر سنیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قرأت

کیوں کہ قرآن مجید ایک ہمہ گیر کتاب ہے۔ یہ کتاب زمین وآسمان کے وسیع وعریض محیط کو بھی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے، جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک قرآن کی راہنمائی ہے۔ اب قیامت تک کی آنے والی نسلوں کیلئے قرآن راہنما ہے۔ کوئی ولی ہو یا عابد، کوئی زاہد ہو یا متقی، کوئی نمازی ہو یا غازی، کوئی قطب ہو یا ابدال، سب کے سب اسی قرآن کے محتاج ہیں۔ اس قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمر تورات پڑھنے لگے۔ ادھر حضرت عمر تورات کے ورق پلٹتے جاتے تھے، ادھر میرے نبی کے چہرے کے اثرات بدلتے جاتے تھے۔ آپ کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کوئی بات ناگوار گزرتی تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر ساتھ بیٹھے تھے۔ کہا اے عمر! تیرے ماں باپ ہلاک ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو تو دیکھ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ رسالت کے چہرے پر جلالت کے آثار نظر آئے۔ تورات کو فوراً بند کیا اور کہا حضور! یہ تورات بھی تو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ یہ بھی خدا کا کلام اور قرآن بھی خدا کا کلام، یہ بھی نبی پر اتری، قرآن بھی نبی پر اترا، یہ بھی وحی کے ذریعہ آئی، قرآن بھی وحی کے ذریعہ آیا، یہ بھی جبرائیل لے کر آئے قرآن بھی جبرائیل لے کر آئے۔ یہ سن کر حضور کی زبانِ نبوت نے جنبش کی۔ فرمایا عمر! تم کہتے ہو یہ بھی نبی لے کر اور قرآن بھی نبی لے کر آیا۔ یاد رکھو! اگر آج موسیٰ بھی یہاں آجائیں تو وہ اپنی اس تورات کا ہادی بن کر نہیں آئیں گے۔ اگر آئے گا تو میرے قرآن کا قاری بن کر آئیں گے۔

معلوم ہوا قرآن کریم دوسری آسمانی والہامی کتابوں اور صحیفوں سے اعلیٰ ہے۔ دوسری کتابوں کے احکامات منسوخ ومتروک ہو چکے اور اس قرآن کے احکامات مقرر ومتعین ہو

چکے۔ ایسی عالمگیر کتاب کیلئے ضروری تھا کہ اس کتاب میں ایسی خوبیاں ہوں جو اس کتاب کی حقانیت کو ثابت کریں۔ قرآن پاک آج بھی انہیں خوبیوں کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے جو خوبیاں اس کا زیب ہیں۔ دنیا کی کتابیں انفرادی کتابیں ہیں، یہ اجتماعی کتاب ہے۔ اس لئے اس کتاب کا طرز بیان دنیا کی کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ تمام کتابیں جتنی بھی آج کل لکھی جاتی ہیں، ان کی جلد پر کتاب کا نام، مصنف کا نام، پھر کسی بڑے آدمی کی طرف سے اس کتاب کی تعریف اور دعائیہ کلمے ہوتے ہیں۔ دوسرے صفحے پر مصنف خود ایک چیز لکھتا ہے جسے ہم اکثر دیباچہ، پس منظر یا ابتدائیہ کے عنوان سے پڑھتے ہیں۔ اس میں ہوتا کیا ہے؟ اس میں کتاب لکھنے والا اپنی کتاب کے لکھنے کا مدعا اور منشا لکھتا ہے۔ جن لوگوں کیلئے یہ کتاب مفید ہوتی ہے ان لوگوں کی خواہشات کا تذکرہ کرتا ہے اور آخر میں یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اس کتاب کو خوب سے خوب بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی بات غلط لکھی گئی ہو تو اصحاب الرائے لوگوں سے التماس ہے کہ مجھے اس غلطی کے بارے میں آگاہ فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کا ازالہ ہو سکے۔ یہ طریقہ ہر کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔ جو کتاب بھی آپ اٹھائیں گے اس کی ابتداء میں کم وبیش آپ کو یہی ابتدائیہ اور دیباچہ نظر آئے گا۔ لیکن کیا قرآن مجید کا ابتدائیہ بھی ایسا ہی ہے؟ نہیں۔ آپ قرآن مجید اٹھا کر دیکھیں، پہلے صفحے پر سورۂ فاتحہ گویا ایک قسم کی دعا ہے۔ دوسرے صفحے پر قرآن کے ابتدائیہ کے پہلے الفاظ ہیں: ''الٓمّٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ'' کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس پورے تیس پاروں میں کہیں چھوٹی سی غلطی کی بھی گنجائش نہیں۔

آپ دیکھ لیں قرآن کس یقین کے ساتھ بات کہہ رہا ہے۔ ایسا یقین آپ کو دنیا کی کسی کتاب میں نظر نہیں آئے گا۔ رب العزت نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ایسے دعوے سے کیا کہ دنیا کا کوئی مصنف ایسا دعویٰ کر سکتا ہی نہیں۔

آسان کام

لیکن چونکہ دنیا کی عادت رہی ہے کہ ہر چیز پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ جو چیز اعتراض کے قابل نہ ہو اس پر بھی اعتراض اور تنقید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ سب سے آسان کام ہی دنیا میں صرف تنقید کرنا ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا اور اچھا کام کیوں نہ کرے، اس کام کو غلط کہنے والے ہمیشہ موجود ہوں گے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ کہنے والے خود غلط ہوں، لیکن صحیح کو غلط کہنے والے ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی صداقت کا واضح ترین دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کو آج تک کوئی جھٹلا نہیں سکا۔ یہ دعویٰ مکہ کے قریش نے بھی سنا۔ قرآن سے کوئی غلطی تو وہ لوگ نہ نکال سکے البتہ انہوں نے اس قرآن پر اعتراض کرنے کے دوسرے طریقے اختیار کیے۔

لوہار نہیں سنار

وہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی اسکول میں نہیں پڑھے۔ ہمیشہ انہی کے شہروں میں رہے ہیں۔ کہیں باہر تعلیم حاصل کرنے نہیں گئے۔ انہیں کسی قسم کی عبارت آرائی کا ڈھنگ آج تک کسی نے نہیں سکھایا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ نعوذ باللہ محمد بن عبداللہ فلاں لوہار سے بنوا کر لاتے ہیں۔ اعتراض کرنے کیلئے تھوڑی بہت عقل کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن پر اعتراض کرنے والے، معلوم ہوتا ہے بالکل ہی کورے تھے۔ وہ میرے نبی کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ پیدا ہوا تو یتیم تھا۔ اس پر باپ کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر یہ ذرا بڑا ہوا تو اس پر اس کی ماں کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر اس پر دادا کا سایہ بھی نہ تھا۔ پھر اس کے پیارے چچا کا سایہ بھی نہ تھا۔ اس پر کسی قبیلے کے سردار کا سایہ بھی نہ تھا۔ کسی جاگیردار اور زمیندار کا سایہ بھی نہ تھا۔ کسی صاحب اقتدار کا سایہ بھی نہ تھا۔ یہ ایسا بے سایہ تھا کہ اس کا اپنا سایہ بھی نہ تھا۔ ایسا بے سایہ اور بظاہر بے سہارا شخص کسی کو کیا پڑی تھی کہ اسے ایک بہترین کتاب لکھ کر دیتا؟ اگر ایسا اونچا کلام کوئی لکھ سکتا تو وہ کسی دوسرے کو لکھ کر کیوں دیتا، خود

لکھ کر اپنا نام لے کر لوگوں کو کیوں نہ سناتا کہ لوگ اس کی آقائی پر اکٹھے ہو جاتے؟ آپ تاریخ کی ورق گردانی کریں، کہیں آپ کو کوئی شخص ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جس کے پاس اپنی قوم کا سردار بننے کی صلاحیتیں موجود ہوں لیکن وہ اپنی ان صلاحیتوں کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے۔ اس دنیا میں ہر کوئی اپنے اقتدار، اپنے اختیار، اپنی عزت، اپنے جاہ و جلال اور اپنے رعب و دبدبہ کیلئے محنت کرتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے حصے کے معمولی سے معمولی اختیارات بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اسی کریڈٹ، اسی ذاتی منفعت اور اسی پرسنل شہرت اور عزت کے حصول کیلئے دنیا والے ہر بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی اس روش، طریقے اور وطیرے کو بھی اپنے سامنے رکھئے اور کفار مکہ کے اس اعتراض کو بھی، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جو لوہار اتنے اچھے کلام کو بنانے اور سنوارنے کی صلاحیت رکھے وہ لوہار پھر لوہار نہیں رہے گا، پھر وہ سنار سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل کر لے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مکے کے کسی شخص نے یہ حوصلہ نہیں کیا کہ وہ یہ اعلان کرے ”لوگو! یہ قرآن جسے اللہ کا کلام کہا جا رہا ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں یہ میرا کلام ہے“۔ حالانکہ اس وقت اونچے سے اونچے شاعر موجود تھے۔ ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں اپنی زبان دانی کا دعویٰ تھا۔ لیکن وہ سب خاموش ہو گئے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس قرآن کی حلاوت اور شیرینی اس کے الفاظ اور فقرات، اس کے معانی و مطالب سب اس ذات کی تخلیق معلوم ہوتے ہیں جس ذات نے تمام کائنات تخلیق کی۔ ان تمام باتوں کے باوجود جن لوگوں نے اعتراض کرنا ہوتا ہے وہ اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں۔ اس لئے اعتراض ضرور کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ آیا ان کے اعتراض میں کوئی وزن بھی ہے یا نہیں؟

یہی کچھ مکے کے معترضین نے کیا۔ انہوں نے بار بار اس الزام اور اعتراض کو دہرایا کہ یہ

قرآن اللہ کا بھیجا ہوا کلام نہیں ۔ یہ کسی بندے کا بنایا ہوا کلام ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے معترضین کو خود چیلنج کیا۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبد نا فاتوا بسورۃ من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین.

’’ہم نے جو کچھ اپنے پیارے پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں کسی بات کا شک ہے تو پھر اسی کلام کی طرح کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔اس کام میں تم سوائے اللہ کے باقی سب کی مدد لے سکتے ہو۔اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دکھاؤ‘‘۔

میرے محترم سامعین! قرآن مجید کی یہ للکار آج بھی دنیا کے دانشوروں کیلئے ایک چیلنج ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ یہ جو قرآن ہے اس کا مصنف خود رب رحمان ہے۔جس طرح رب کی بنائی ہوئی زمین کی طرح کوئی شخص اسی طرح کی اور زمین نہیں بنا سکتا،جس طرح سے رب کے آسمان کی طرح کوئی اور آسمان نہیں بنا سکتا،جس طرح سے اور چاند اور ستارے کوئی نہیں بنا سکتا،جس طرح سمندر اور دریا کوئی نہیں بنا سکتا،جس طرح کوئی شخص رب کے جہان کے علاوہ کوئی دوسرا جہان نہیں بنا سکتا،ویسے ہی کوئی شخص رب کے اس قرآن کے علاوہ قرآن اور نہیں بنا سکتا۔

الگ الگ راہیں

قیامت تک کے ادیب اپنے تمام ادب کا نچوڑ بھی پیش کریں تب بھی وہ قرآن کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔جن لوگوں کو رب نے اس قرآن کا توڑ پیش کرنے کیلئے کہا انہیں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ تم لاکھ قرآن کی طرح آیت [illegible] کی کوشش کرتے رہو،

وان لم تفعلوا ولن تفعلوا [illegible]ا النار والتی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین.

’’اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک تم ایسا نہ کر سکو گے پس تم اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے اور یہ آگ نہ ماننے والوں کیلئے بنائی گئی ہے‘‘۔

’’کافر‘‘ کا لغوی مطلب ہے ’’نہ ماننے والا، انکار کرنے والا‘‘۔اور مومن کا معنی ہے ’’ماننے والا‘‘۔ان ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کیلئے اللہ نے الگ الگ راہیں بنائی ہیں۔مومنوں کیلئے جنت کی مسرتیں ہیں اور کافروں کیلئے جہنم کی مشقتیں ہیں۔ماننے اور نہ ماننے والوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ماننے والے پہلے ناواقف ہوتے ہیں،انھیں سمجھایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے،وہ جان لیتے ہیں،پہچان لیتے ہیں اور پھر مان لیتے ہیں۔ایسے لوگ تو بن جاتے ہیں مومن۔اسی طرح نہ ماننے والے بھی پہلے ناواقف ہوتے ہیں انہیں بھی سمجھایا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے۔وہ بھی جان لیتے ہیں،پہچان لیتے ہیں،لیکن وہ مانتے نہیں بلکہ الٹا کرتے ہیں اصرار۔اس لئے وہ بن جاتے ہیں کفار۔پھر یہ مومن اپنے ایمان میں آگے بڑھتے ہیں، آزمائشوں کو جھیلتے ہیں۔عبادتیں کر کے خدا کی توحید کو مانتے ہیں،شریعت محمدی پر چل کر رسول کی رسالت کو مانتے ہیں اور احکاماتِ ربانی پر عمل کر کے قرآن کی ہدایات کو مانتے ہیں۔یہاں تک کہ یہ مومن اس دنیا سے نکل کر کندن بن جاتے ہیں۔

اور کفار اپنے کفر میں آگے بڑھتے ہیں۔دنیا کو عیش وعشرت کا گھر سمجھتے ہیں،خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں،قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں،یہاں تک کہ یہ کافر اس دنیا سے نکل کر جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

ایسی کوئی بات نہیں

نبی ﷺ کی حدیث ہے،فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو مان لیا ’’فدخل الجنۃ‘‘ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔نہ ماننے والوں کو رب نے جہنم کی بدخبری سنائی اور ماننے والوں کو میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری سنائی۔لیکن میرے پندرہویں صدی کے مسلمانو! تم سوچ رہے ہو گے کہ تم ماننے والے ہو اس لئے جنت میں تمہاری ریزرویشن ہو

چکی،فکر نہ کروایسی کوئی بات نہیں۔ یہ مان لینا ویسے مان لینا نہیں جیسے ہم مان لیتے ہیں،ایک بات کی پھر مکر گئے،ایک عہد کیا پھر بدعہدی کی،ایک وعدہ کیا پھر اسے پورا نہ کیا۔ ماننا تو یہ ماننا ہے کہ جب مانا تو دل وجان سے مان لیا،پھر مال جاتا ہے تو چلا جائے،اولاد جاتی ہے تو چلی جائے،گھربار جاتا ہے تو چلا جائے،جان جاتی ہے تو چلی جائے،لیکن ایمان نہ جائے۔

آج ہم ایمان والے ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ خبر نہیں کہ ایمان ہوتا کیا ہے؟ جتنا کچھ ہم ایمان کے بارے میں سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ تو مکہ کے جاہل بدو جانتے تھے۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ جب ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا تو پھر ہمیشہ کیلئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا ہوگی۔ کیوں کہ یہ کلمہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایک عہد اور وعدہ ہے اور صرف چند لمحوں کیلئے نہیں بلکہ ایک انسان مسلمان ہوتے وقت پوری زندگی کیلئے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمانبرداری کا حلف اٹھاتا ہے۔ اگر مان لینے کا مطلب صرف زبان سے یہ کلمات پڑھ لینا ہی ہوتا تو یہ چند الفاظ پڑھنے میں کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ آج ہم نے یہ کلمہ پڑھا تو سہی لیکن اسے سمجھا نہیں۔ جب سمجھا نہیں تو مانا نہیں،جب مانا نہیں تو پھر ایمان کیسا؟ جب ہم اس کلمے کی حقیقی روح کو سمجھ لیں گے اور اسے دل وجان سے مان کر اپنی زندگی کو بدل لیں گے پھر حقیقت میں ایمان کی لذت ملے گی اور جب ایمان کی لذت یقینی ہو جائے گی تو پھر رحمان کی طرف سے جنت یقینی ہو جائے گی۔ ضرورت صرف ایمان کو سمجھنے کی ہے۔ میرے جلسوں میں میرے مخالفین کبھی کبھی مجھے ایک چٹ دے دیا کرتے ہیں کہ ربانی صاحب! پہلے آپ اپنا ایمان ثابت کریں۔ بھلا ایمان کوئی ثابت کرنے کی چیز ہے۔ ایمان ثبوت کا نام نہیں،ایمان استدلال کا نام نہیں،ایمان بیان دینے کا نام نہیں،ایمان ڈرنے کا نام نہیں،لڑنے کا نام نہیں۔ ایمان حق پر مرنے کا نام ہے۔ "**قل امنت باللہ ثم استقم**" کہہ ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جا۔ چاہے دنیا کچھ کہتی ہے،تو جسے حق سمجھتا ہے اسی پر اڑ جا،ڈٹ جا۔

یہ میرے نزدیک ایمان کی حقیقت ہے۔ اب کوئی ایمان کا دوسرا مفہوم جانتا ہو تو یہ وہ جانے اور اس کا ایمان جانے۔ میں تو ؏

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

محترم سامعین! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے کلمے کے دو حصے ہیں۔ ایک توحید اور دوسرا رسالت۔ توحید کی تکمیل خدا کی وحدانیت سے ہوتی ہے اور رسالت کی تکمیل قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ آج کل ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو کہتا ہے رسالت کی تکمیل کیلئے قرآن اور سنت دونوں ضروری نہیں۔ بلکہ اکیلا قرآن ہی رسالت کی تکمیل ہے۔ لیکن خوب سمجھ لو۔ قرآن اور حدیث دونوں لازم وملزوم ہیں۔ آپ قرآن کے بغیر حدیث کو پرکھ نہ سکیں گے اور حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھ نہ سکیں گے۔ قرآن بنیادی اصولوں کا نام ہے اور حدیث ان اصولوں کی تشریح کا نام ہے۔ اس بات کو نہ دل مانتا ہے نہ عقل مانتی ہے کہ ہم قرآن کو تو مانیں لیکن قرآن والے کو نہ مانیں۔ ذرا سوچو تو سہی قرآن ہے کس چیز کا نام؟ قرآن نام ہے تیس پاروں کا، تیس سیپارے نام ہے ایک سو چودہ سورتوں کا، یہ سورتیں نام ہیں رکوعوں کا، رکوع نام ہے آیتوں کا، آیتیں نام ہیں فقروں کا، فقرے نام ہیں جملوں کا، جملے نام ہیں لفظوں کا، لفظ نام ہے حرفوں کا، حرف نام ہے نقطے اور لکیروں کا، نقطے اور لکیریں نام ہیں شد و مد کا، شد و مد نام ہے اعراب کا، اعراب نام ہیں زیر زبر پیش کا، زیر زبر پیش نام ہے آواز کا اور آواز نام ہے مصطفیٰ کی زبان کا جسے نبی نے قرآن کہا، ہم نے اسے قرآن سمجھا۔ ہمارے لئے قرآن بھی حق ہے اور قرآن والا بھی حق ہے۔ قرآن بھی حق، قرآن والا بھی حق، قرآن بھی حجت، قرآن والا بھی حجت۔ ہم نبی سے ہدایت مانگیں گے، وہ قرآن پڑھ کر سنائے گا۔ قرآن سنیں گے، یہ رب کی طرف سے رسول کی پیروی کا حکم سنائے گا۔ اگر ہمارے لئے قرآن سے ہدایت لینا ضروری ہے تو ہمارے لئے رسول کی اطاعت کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن ہمیں حکم دے گا۔ نبی اس حکم پر چلنے کا

طریقہ سکھائے گا۔ اگر قرآن "واقیموا الصلوٰۃ" کہہ کر نماز کا حکم دے گا تو نبی نمازوں کے اوقات کا تعین کرے گا، نماز کی رکعتوں کی تعداد بتائے گا، نماز کے فرائض بتائے گا، وضو کا طریقہ سکھائے گا۔ اگر قرآن حج کا حکم دے گا تو نبی خود حج کر کے دکھائے گا۔ گویا حکم ہوگا خدا کا اور طریقہ ہوگا مصطفٰے کا۔ قرآن اور سنت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں ساتھ ساتھ چلیں گے تو اسلام کی گاڑی چلے گی، ورنہ نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کو مانتا ہے اور ساتھ حدیث کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کا دین اسے مبارک ہو۔

ہم نے تو قرآن کو پڑھ کر یہی سمجھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام زندگی میں کئے قرآن نے ان کاموں کی تفصیل بیان کر دی، جنگیں اور صلح نامے اور عبادات و معاملات تو بڑے کام ہیں، ہمارے نبی کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی باتیں بھی ہمیں قرآن نے سنائیں۔ اگر یہ اپنی زلفیں کھول کر بیٹھا تو قرآن نے اس کی زلفوں کی باتیں کیں۔ اگر یہ نبی چادر اوڑھ کر سویا تو قرآن نے کملی کی باتیں کیں۔ اگر نبی شہر کی طرف چل پڑا تو قرآن نے اس کے شہر کی گلیوں کی باتیں کیں۔ اگر اس نبی نے غار میں بیٹھ کر یار سے باتیں کی تو قرآن نے اس کی باتوں کی باتیں کیں "لاتحزن ان اللہ معنا"۔

پورے قرآن مجید کو پڑھو، ایسا معلوم ہوگا جیسے آپ خدا کے احکامات کے ساتھ ساتھ نبی کی سیرت کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ نبی کی ذات قرآن کا محور ہے۔ نبی اگر مکے میں ہے تو قرآن مکے میں آرہا ہے۔ نبی اگر مدینے میں جا رہا ہے تو قرآن ساتھ مدینہ میں آرہا ہے۔ قرآن مجید آج بھی خود ہر سورت سے پہلے بتاتا ہے کہ میری یہ آیات نبی کے پاس مکے میں آئیں یا مدینے میں آئیں۔ چنانچہ آپ ہر سورت کی ابتدا میں دیکھیں گے کہ وہاں مکی لکھا ہوگا یا مدنی لکھا ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں گئے، جو جو حالات اور واقعات پیش آئے، قرآن نے گویا ان واقعات کی تفصیل اپنے اندر محفوظ کر لی۔ قرآن ایک تاریخ اور سوانح عمری ہے اس عظیم ہستی کی جس کے صدقے سارا جہان بنا۔ میرے نزدیک قرآن ایک سیرت النبی کا بیان ہے اور نبی خود ایک چلتا پھرتا قرآن ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادئ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

آیات اور عادات

قرآن اور نبی دونوں ہمارے لئے راہ نما ہیں۔ دونوں کی تعلیم ایک، دونوں کی تربیت ایک، دونوں کا مقصد ایک، دونوں کے کمالات ایک، دونوں کے اوصاف ایک۔ قرآن نے اپنی عبارتوں سے اپنی پہچان کروائی اور نبی نے اپنی عادتوں سے اپنی پہچان کروائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی پہلی وحی کے بعد جب فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر کہا! اے مکہ کے سردارو! میں نے تمہارے درمیان اپنا بچپن اور اپنی جوانی گزاری۔ میری زندگی کے چالیس سال تمہارے سامنے ہیں۔ مجھے بتاؤ اس پورے عرصہ میں کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا؟ کیا کبھی خیانت کی؟ سب کی ایک آواز تھی "انت صادق وامین"۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ اے عبداللہ کے بیٹے تو نے آج تک کوئی جھوٹ نہیں بولا، اس لئے تو اب بھی جو کچھ کہے گا سچ کہے گا۔ بعد کے کافر لاکھ انکار کرتے رہیں لیکن اس موقع پر وہ بالواسطہ طور پر حضور کی صداقت کا اقرار کر چکے تھے۔ رسول نے اپنی چالیس سالہ زندگی کو ثبوت بنا کر اپنی رسالت کی پہچان کروائی۔ اسی طرح قرآن نے اپنی شیرینی، مضبوط استدلال، خدائی احکامات، گہرا فکر، انفرادیت، زوردار للکار اور اسی طرح بے شمار اوصاف کے ذریعہ اپنی صداقت کا لوہا منوایا۔ نبی

نے اپنے کردار کے بارے میں سوال پوچھ کر سب سے پہلے یہ بتایا کہ میری عادات میں کوئی شک نہیں اور قرآن نے ''لاریب فیہ'' کہہ کر بتایا میری آیات میں کوئی شک نہیں۔

وحیٌ یوحیٰ کی تار

دونوں کی باتیں شک وشبہ سے بالا ہیں۔ دونوں حق کا معیار ہیں، دونوں وحی من اللہ کا اظہار ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے صحابہ نے کہا اے عبداللہ تم حضور کی ہر بات کو لکھتے ہو۔ ایسا نہ کیا کرو کیوں کہ حضور کبھی ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں، کبھی دنیا کے لین دین کی باتیں کرتے ہیں، کبھی گھریلو معاملات کی باتیں ہوتی ہیں، کبھی مختلف آدمیوں کے ذاتی مسائل کی بات ہوتی ہے۔ تم صرف اسی وقت لکھا کرو جب حضور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کریں۔ اس بات کو سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رنجیدہ ہو گئے کہ محبّ کو محبوب کی ہر بات سے پیار ہوتا ہے۔ یہ بات چلتے چلتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جا پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کو بلایا۔ فرمایا، اے عبداللہ میں جہاں بھی ہوں، جو کچھ کہوں، جیسے کہوں، سب کچھ ویسے کا ویسے لکھ لیا کرو کیوں کہ جب تک پیچھے سے وحیٌ یوحی کی تار نہیں ملتی اس وقت تک میری زبان نہیں ہلتی۔

بیان کی اہمیت

اس نبی نے وہ کچھ کیا جو کچھ اسے رب نے کہا، رب کی ذات بھی حق ہے اور نبی کی بات بھی حق ہے۔ ایک صحابی نے ایک دفعہ عرض کی، یارسول اللہ فداک ابی وامی میرے ماں باپ آپ پر صدقے جائیں۔ آپ کبھی کبھی ہم سے مذاق اور ہنسی ومزاح کی باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ فرمایا! جب میں مزاح کی بات کہتا ہوں اس وقت بھی حق کہتا ہوں۔ اس نبی کی زبان بھی حق اور قرآن کا بیان بھی حق، بیان کی اہمیت بیان کرنے والے سے ہوتی ہے اور بیان کرنے والے کی اہمیت بیان کی نوعیت سے ہوتی ہے۔ ہم میں بھی آج کل بیان کرنے والے بہت

ہیں اور ہر ایک کے بیان کی نوعیت اپنی اپنی ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی شاعر بولے گا تو اس کے منہ سے غزل نکلے گی یا قصیدہ نکلے گا، کوئی ادیب بولے گا، تو اس کے منہ سے عبارت نکلے گی یا مضمون نکلے گا، کوئی نعت خواں بولے گا تو اس کے منہ سے نعت نکلے گی یا مولود نکلے گا، کوئی مقرر بولے گا تو اس کے منہ سے تقریر نکلے گی یا وعظ نکلے گا، کوئی مفتی بولے گا تو اس کے منہ سے وضاحت نکلے گی یا فتویٰ نکلے گا، کوئی خطیب بولے گا تو اس کے منہ سے نکتہ نکلے گا یا خطبہ نکلے گا، کوئی ولی بولے گا تو اس کے منہ سے کرامت کی بات نکلے گی یا معرفت کا بیان نکلے گا، کوئی صحابی بولے گا تو اس کے منہ سے روایت نکلے گی یا فرمان نکلے گا۔ لیکن خدا کی قسم! جب میرا نبی بولے گا تو اس کے منہ سے حدیث نکلے گی یا قرآن نکلے گا۔

قرآن وحدیث کا فرق

قرآن ہو یا حدیث، دونوں کی اہمیت میرے نبی کی مرہون منت ہے۔ دونوں کے الفاظ ہمیں نبی کے لب ہلانے سے معلوم ہوئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور حدیث رسول اللہ کا کلام ہے۔ لیکن اس فرق کے باوجود دونوں کا منبع اور مرجع ایک ہے، دونوں کا واسطہ اور ذریعہ ایک ہے، دونوں کی آواز اور لب ولہجہ ایک ہے، دونوں کا مقصد اور منشا ایک ہے۔ اگر قرآن اور حدیث کے فرق کو ذرا اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہیں تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کیلئے رب نے اپنے الفاظ منتخب کئے اور حدیث کیلئے کہا اے محبوب جو لفظ تو اپنے منہ سے ادا کر دے گا انہیں لفظوں پر میں اپنی مہر حاکیت ثبت کر دوں گا۔ ایک بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ حدیث اور قرآن میں کیا فرق ہے؟ کہا جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو مجھے خدا کی کبریائی یاد آتی ہے اور جب میں حدیث پڑھتا ہوں تو مجھے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی یاد آتی ہے۔

خود بدلتے نہیں

آج قرآن بھی ہمارے پاس موجود ہے، حدیث بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ یا یوں کہئے ہمارے پاس ہمارے دین اسلام کا تحریری دستور بھی موجود ہے اور اس کی تشریحات اور جزئیات بھی موجود ہیں۔ قرآن ایک ایسا مستقل دستور ہے جسے زمانے کے حالات بدل نہیں سکتے۔ بلکہ قرآن کے پاس ایسی طاقت اور قوت موجود ہے جو زمانے کے حالات کو اپنے احکامات کے مطابق بدل سکتی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ زمانے والے اپنے آپ کو بدلنے پر آمادہ ہوں کیوں کہ رب کا یہ قانون ہے: لایغیر مابقومٍ حتی یغیر واما بانفسھم.

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مگر ہائے افسوس! ہم ابھی تک اپنے آپ کو بدلنے پر آمادہ نہیں ہو سکے۔ ہم نے قرآن کے واضح احکامات کی صرف کھلی خلاف ورزی ہی نہیں کی بلکہ قرآنی احکامات کے مفہوم میں مختلف تاویلیں کیں۔ آج بھی مختلف مفسرین کے مختلف حوالہ جات اپنے مفادات کیلئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ بنکوں والے اپنے سودی کاروبار کو چمکانے کیلئے اپنے پاس قرآنی تفسیروں کے حوالے لئے پھرتے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی والے قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ بیمے والے تو اپنے اس جوئے کے کاروبار کے جواز کیلئے فتوے لئے پھرتے ہیں:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہمیں قرآن سے حوالہ لینے کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب ہمیں کوئی مالی یا سیاسی منفعت درکار ہو۔ زندگی کے باقی تمام معاملات میں آج ہمیں قرآن سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے قرآن کو صرف قسمیں کھانے کیلئے استعمال کیا ہے۔ اور یہ بات مسلمان قوم کیلئے زبردست المیہ ہے۔ اس پر مزید افسوس تو یہ ہے کہ ہم اس المیے سے دوچار ہیں لیکن ہمیں اصلاحِ

احوال کی کوئی فکر نہیں۔ ع کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج ہم نے اس قرآن کو رکھا ہوا تو دیکھا، مگر اس میں لکھا ہوا نہ دیکھا۔ آج ہم نے اس قرآن کو چوما تو سہی لیکن اس کے پڑھنے کیلئے لب نہ ہلائے۔ آج ہم نے اس قرآن کی جسامت کو تو دیکھا لیکن اس کی صداقت کو نہ دیکھا۔ ہم نے پڑھی ہوئی تلاوت کو تو دیکھا لیکن اس تلاوت میں گھلی ہوئی حلاوت کو نہ دیکھا۔ آج ہم نے اس قرآن کی چھپی ہوئی نقل کو تو دیکھا لیکن اس چھپی ہوئی نقل میں چھپی ہوئی اصل کو نہ دیکھا۔ قرآن کی اصل یہ ہے کہ اس کے احکامات کی من وعن پیروی کی جائے۔

سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن!

صحابہ نے قرآن کے احکامات کی پیروی اس طرح سے کی کہ اس پیروی پر آج تمام پیروکاروں کو بھی ناز ہے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں، جب قرآن میں پردے کا حکم آیا تو جس مسلمان عورت کو جیسا بھی کپڑا میسر آیا اس نے اسی کپڑے سے اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا۔ ہمیں ایسا نظر آتا تھا جیسے ان عورتوں کے سروں پر کوّے بیٹھ گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے قرآن کا حکم ماننے میں اتنی جلدی دکھائی کہ کوئی بادشاہ کا حکم بھی اتنی جلدی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ جب قرآن نے شراب کے حرام ہونے کا حکم سنایا تو بے شمار روایتیں گواہ ہیں کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح سے بہہ رہی تھی، جیسے بارش کے بعد گلیوں میں پانی بہتا ہے۔ جس قرآن پر صحابہ کرام نے اس جذبہ وشوق سے عمل پیرا ہو کر دکھایا وہ قرآن آج بھی حرف بحرف ہمارے پاس موجود ہے اور قیامت تک اسی طرح موجود رہے گا۔ دنیا کی ہر چیز میں تغیر ہے لیکن قرآن میں کسی قسم کا تغیر وتبدل ممکن نہیں۔ دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے لیکن قرآن کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بقا ہے۔ دنیا مٹ سکتی ہے لیکن قرآن نہیں مٹ سکتا۔ آسمان اور چاند ستارے ٹوٹ پھوٹ سکتے ہیں۔ شمس وقمر بے نور ہو سکتے ہیں، قصبے اور بستیاں ملیا میٹ ہو سکتی ہیں، شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل سکتے ہیں، حیوانات کی جبلتیں بدل سکتی ہیں، جمادات کی ماہیتیں بدل سکتی ہیں، تجلیات

کی حقیقتیں بدل سکتی ہیں، ہر جان مٹ سکتی ہے، ہر جہاں مٹ سکتا ہے، سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، اوقات بدل سکتے ہیں، دن رات بدل سکتے ہیں، گردشِ زمانہ رک سکتی ہے، ہواؤں کا چلنا رک سکتا ہے، دریاؤں کے رخ بدل سکتے ہیں، سمندروں کے دھارے بدل سکتے ہیں، اطرافِ دو عالم کا سارا نقشہ بدل سکتا ہے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں، زمین لرزہ براندام ہو سکتی ہے، چٹانیں چیخ سکتی ہیں، آسمانوں اور زمین کے تمام سیارے الٹ پلٹ سکتے ہیں، سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو سکتا ہے، پوری دنیا زیر وزبر ہو سکتی ہے، لیکن قرآن مجید ایسا محفوظ ہے کہ اس کی زیر کی زبر اور زبر کی زیر نہیں ہو سکتی۔

اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود رب نے لیا۔ یہ ایک ایسا اعجاز ہے کہ باقی کسی آسمانی کتاب کو یہ فضیلت نہ ملی جو اس قرآن کو ملی۔ دنیا کو دوسری آسمانی یا الہامی کتاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب پہلی آسمانی کتاب میں تحریف ہوگئی ہو یا سرے سے کتاب ہی مٹ گئی ہو یا نبی کی عادات و اطوار کو لوگوں نے بھلا دیا ہو۔ ہمارے پاس ہمارے نبی کی شریعت کی ایک ایک بات محفوظ ہے۔ ہمارے پاس ہمارے نبی کی سیرت کا ایک ایک گوشہ محفوظ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا نبی آخری نبی ہے، اس نبی کے بعد کسی کی نبوت کا چاند چڑھنا نہیں۔ اور ہمارا قرآن آخری کتاب ہے، اس کتاب کے بعد کسی کتاب نے آسمان سے اترنا نہیں۔ قیامت تک ہمارے نبی کی نبوت قائم اور قیامت تک ہمارے قرآن کی حاکمیت قائم۔ دونوں ہمارے راہبر ہیں، دونوں کی راہبری قائم، دونوں ہمارے راہنما ہیں، دونوں کی راہنمائی قائم۔ دونوں حق کی آواز ہیں، دونوں کی حقانیت قائم۔ دونوں رشد و ہدایت کے حقیقی ماخذ ہیں، دونوں کی حقیقت قائم۔ فرق اگر ہے تو صرف اتنا ہے، قرآن ہمیں نماز کا حکم سناتا ہے، نبی ہمیں نماز پڑھنا سکھاتا ہے۔ قرآن جہاد کا نعرہ لگاتا ہے، نبی اس جہاد میں خود لڑ کے دکھاتا ہے۔ قرآن خدا کی حکومت چاہتا ہے، نبی یہ حکومت کر کے دکھاتا ہے۔ قرآن اپنی عبارت سناتا ہے، نبی

اس کی وضاحت سناتا ہے۔ قرآن کا حکم حجت ہے، نبی کا حکم سنت ہے۔ قرآن پرہیزگار بناتا ہے، نبی غمگسار بناتا ہے۔ قرآن فرمانبردار بناتا ہے، نبی اپنا جانثار بناتا ہے۔ قرآن اطاعت گزار بناتا ہے نبی اپنا پیروکار بناتا ہے۔ قرآن ہماری کتاب ہے، نبی کے پاس ہر سوال کا جواب ہے۔ بلکہ اگر آپ حیران نہ ہوں تو ایک اور فرق بھی بتاتا جاؤں۔ قرآن کی ہر آیت قرآن ہے اور نبی کی ہر عادت قرآن ہے۔ قرآن کے پاس اقوال ہیں، نبی کے پاس اعمال ہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو نبی کے اعمال ہی اصل قرآن ہیں۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پردہ پوشی کے بعد ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور حضور کی سیرت اور اعمال کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے حیران ہو کر فرمایا ''افلا تقراون القرآن'' کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ وہ بولا اچھا! اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جیسے جیسے حکم دیا ہمارے نبی نے ویسے ویسے کام کیا۔ فرمایا نہیں نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے ہمارا نبی کام کرتا گیا رب ویسے ویسے قرآن میں لکھتا گیا۔

زندگی

اللہ پاک نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے کر گویا نبی کے اعمال کو دوام بخشا۔ زندگی صرف جسم کی حرکات و سکنات کا نام نہیں اور موت صرف ظاہری موت مر جانے کا نام نہیں۔ تاریخ سے پوچھو، زندگی کس چیز کا نام ہے؟ زندگی نام ہے کام کا، زندگی نام ہے پیغام کا، زندگی نام ہے نام کا، جس کا نام زندہ اس کا کام زندہ، جس کا کام زندہ اس کا نام زندہ۔ جب تک حدیث زندہ، نبی کا پیغام زندہ۔ جب تک قرآن زندہ، نبی کا کام زندہ۔ جب تک نبی کا غلام زندہ، نبی کا نام زندہ۔ جس نبی کا نام زندہ اس نبی کے غلام زندہ۔ جس نبی کے غلام زندہ اس نبی کے غلاموں کے غلام زندہ۔ جس نبی کے غلاموں کے غلام زندہ وہ نبی نبیوں کا امام زندہ۔ واللہ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاس کہہ کر رب نے نبی کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی اور ''نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحافِظُونَ'' کہہ کر قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔ اب قرآن اور نبی

دونوں ابد تک رہیں گے۔ دونوں ہماری راہنمائی کے سرچشمے ہیں۔

دونوں کی صفات اور کمالات یکساں ہیں۔ دونوں قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ فرمایا قیامت کا دن سخت ترین ہوگا۔ تمام لوگ حساب کتاب اور سزا و جزا کیلئے اکٹھے ہوں گے۔ غضب کی گرمی ہوگی۔ سورج کی کرنیں تلوار کی طرح کاٹ رہی ہوں گی۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ کسی کو کسی کی پہچان نہ ہوگی۔ نیک و بد دونوں قسم کے لوگ حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔ حساب میں تاخیر ہوگی۔ لوگ چاہیں گے ہمارے اعمال کا جلد ہی محاسبہ کیا جائے تاکہ یہاں کی سختی سے نجات ملے۔ ہر کوئی اپنے انجام کو پہنچے۔ جنت والے جنت میں جائیں، دوزخ والے دوزخ میں جائیں، لیکن جزا و سزا کا کام بدستور التوا میں ہوگا۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر آدم کے پاس جائیں گے۔ کہیں گے، اے آدم تو ہم سب کا باوا ہے۔ رب سے التجا کر، حساب جلد شروع ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے، میں کس منہ سے رب کے ساتھ بات کروں؟ میں نے تو جنت میں ممنوعہ پودا کھایا تھا۔ یہ تو اس کا شکر ہے اس نے میری توبہ قبول کر لی۔ اب یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اس کے کاموں میں اپنی رائے دوں۔ فرمایا آدم کی اس بات پر سب مایوس ہو کر حضرت نوح کے پاس آئیں گے۔ کہیں گے، اے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر! رب تمہاری بات کو قبول کرتا ہے۔ تمہاری دعا کے طفیل بڑا طوفان آیا، آج سب کیلئے دعا کرو کہ جلد حساب شروع ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام یہ سنتے ہی مسکرائیں گے اور کہیں گے، میں تم لوگوں کی سفارش کیسے کر سکتا ہوں؟ تم میں مجھے وہ لوگ صاف نظر آ رہے ہیں جنہوں نے مجھے ساڑھے نو سو سال تک تنگ کیا۔ اس وقت تم نے میری بات نہ مانی، آج میں تمہاری بات نہیں مانتا۔ حضور نے فرمایا یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے کہ اے ابراہیم تو اللہ کا خلیل ہے، ہمارے لئے کوئی دعا مانگ۔ حضرت ابراہیم کہیں گے، لوگو! میں اللہ کا خلیل ضرور ہوں لیکن آج کی سختی اس قدر شدید

ہے کہ میری بات بھی آج چلتی نظر نہیں آتی۔ فرمایا اسی طرح یہ سب مل کر ہر نبی کے پاس جائیں گے اور اسی طرح سب انبیا سفارش کرنے سے معذرت کریں گے۔ پھر فرمایا تمام خلقت میرے پاس آئے گی۔ میرے ارد گرد گناہگاروں کے جھرمٹ ہوں گے۔ اس وقت کسی کی مجال نہ ہوگی، کسی کی شنوائی نہ ہوگی، کسی کی رسائی نہ ہوگی، کسی کی فریاد نہ ہوگی، کسی کی پکار نہ ہوگی، کسی کی بات نہ ہوگی۔ اس وقت اگر ہوگی رب کی سننے والی ذات ہوگی یا مجھ محمد کی شفاعت ہوگی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

محترم سامعین! جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، اسی طرح قرآن بھی ہماری شفاعت کرے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے، نبی پاک نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن انسانی شکل بن کر آئے گا۔ اس کے ہاتھ میں قاریٔ قرآن کا ہاتھ ہوگا۔ دونوں ایک جیسے ہوں گے۔ دونوں کی شکل انسانی ہوگی:

یہ بات نہیں معلوم کسی کو کہ مومن!
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قرآن اپنے قاری کو رب لم یزل کے دربار میں پیش کر کے اجازت مانگے گا کہ اے رب العالمین! یہ مجھ قرآن کا قاری ہے۔ اس نے دنیا میں میری عزت اور تکریم کی، میرا ادب کیا، مجھے خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت کیا، میری تلاوتوں کو سمجھا۔ جیسے جیسے میں اسے تیرے احکام سناتا گیا، ویسے ویسے یہ زندگی میں کام کرتا گیا۔ اے الٰہ العٰلمین! اس نے کل دنیا میں میری قدر کی۔ آج مجھے اجازت دے کہ میں اس کی قدر کروں حضور نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قرآن کو اجازت دے گا اور قرآن سے کہہ دے گا کہ اے قرآن تو اپنے قاری کو جو عزت دینا چاہتا ہے، تجھے مکمل اختیار ہے۔ فرمایا قرآنِ پاک اپنے قاری کو جنت کے دروازے پر لے جائے گا۔ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اندر سے داروغہ جنت پوچھے گا، باہر کون؟ قرآن کہے گا

"انا القرآن و معی القاری" میں قرآن ہوں اور میرے ساتھ میرا قاری ہے۔ فرمایا، داروغہ جنت کا دروازہ کھول دے گا اور ساتھ کہے گا، اے قرآن! اپنے قاری کو اندر لے آ کہ مجھے بھی رب کی طرف سے یہی حکم ہے کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ قاریٔ قرآن کیلئے کھولنا۔ فرمایا، قاری اور قرآن دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ قرآن اپنے قاری کو جنت کا فاخرانہ لباس پہنائے گا۔ سر پر تاج سجائے گا۔ ٹھنڈے میٹھے مشروب پلائے گا اور پھر اپنے قاری کو جنت میں اس کے مکان کی طرف لے جائے گا۔ ہر طرف باغات اور اونچے اونچے محل ہوں گے۔ قرآن ہر محل کی طرف دیکھے گا۔ قاری ساتھ ہوگا۔ قرآن اس بات کا منتظر ہوگا کہ جس محل کی طرف بھی پروردگار عالم کا اشارہ ہو اسی محل میں قاری کو لے جاؤں لیکن کسی محل میں داخل ہونے کا حکم یا اشارہ نہ ہوگا۔ فرمایا جنت میں قاری اور قرآن اپنے محل کی تلاش میں دور نکل جائیں گے، لیکن نہ کسی محل پر قاری کا نام لکھا ہوا نظر آئے گا نہ کسی دروازے میں داخل ہونے کا اشارہ ہوگا۔ میرے نبی نے فرمایا، قاری اور قرآن دونوں کے چہروں پر ہلکی سی اداسی آ جائے گی۔ دونوں واپس ہوں گے۔ قرآن قاری کو لے کر دربارِ الٰہی کی طرف لے جا رہا ہوگا کہ پوچھا جائے، اے رب کائنات جنت میں قاری قرآن کی جائے رہائش کون سی ہے؟ فرمایا دونوں جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ داروغہ سے ملاقات ہوگی۔ داروغہ قاری کو واپسی کا سبب پوچھے گا۔ قرآن کہے گا، خبر نہیں کیا بات ہے؟ میرے قاری کا محل مجھے نہیں مل رہا۔ فرمایا "اس بات پر داروغہ جنت ایک حیران کن ہنسی سے مسکرائے گا اور کہے گا" اے قرآن تجھے خبر نہیں، یہ تیرے ساتھ تجھ قرآن کا قاری ہے، اس کی ملکیت یہ جنت ساری ہے"۔

فنا اور بقا

بھائیو! قرآن آج ہمیں اوراق پر مشتمل ایک کتاب نظر آتا ہے لیکن کل قیامت کے دن اس کی حقیقت ہمیں اس وقت معلوم ہوگی جب یہ قرآن سفارش کر رہا ہوگا۔ اسی طرح قرآن والا بظاہر ہمیں گوشت پوست کا ایک انسان نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس وقت معلوم ہوگی جب

یہ نبی ہماری شفاعت کر رہا ہوگا۔ آج بہت سے لوگ اپنے علمی استدلال اور منطقی خیال سے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن

ع   حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

یہ عقل کے تانے بانے آخر کب تک کام کریں گے؟ کچھ لوگوں نے نبی کی ذات کو اپنی ذات سے تشبیہ دی۔ نبی کے کاموں کو اپنے کاموں کی مثل بتایا۔ نبی کی صفات کے ساتھ اپنی صفات کی مماثلت ثابت کی۔ یہ ظلم یہاں تک بڑھایا کہ جب خود مٹنے لگے تو نبی کو مٹا ہوا ثابت کرنے لگے۔ یہ ظلم کوئی نیا نہیں، پرانے وقتوں سے زمانے کی یہی روش آ رہی ہے۔ زمانے والے کبھی رسول کو فنا کہتے ہیں تو کبھی قرآن کو فنا کہتے ہیں۔ لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کو فنا کہا، رب نے انہیں فنا کیا۔ جن لوگوں نے قرآن کو بقا کہا رب نے انہیں ایسی بقا بخشی کہ آج تک دنیا ان کی اس بقا پر حیران ہے۔ اسے رب کی عطا سمجھو یا قرآن کا معجزہ، بہر حال قرآن کی صفت ہے کہ نہ یہ خود مٹتا ہے اور نہ ہی اپنے مٹنے والے کو ماننے دیتا ہے۔ واثق باللہ کے زمانے میں جب سرکاری طور پر قرآن کو مخلوق اور مٹ جانے والی کتاب ثابت کیا جانے لگا تو ان لوگوں کو جو قرآن کو مخلوق نہیں مانتے تھے، پکڑ پکڑ کر پھانسیاں دی گئیں۔ ایسے علماء حق میں ایک ذات ایسی تھی جن کا نام امام احمد بن نصر الخزاعی تھا۔ انہیں دربار میں بلایا گیا۔ انہوں نے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کر دیا تو خلیفہ واثق باللہ نے حکم دیا کہ بھرے چوک میں انہیں پھانسی دی جائے اور لاش کو سات دن تک وہیں لٹکائے رکھا جائے تاکہ تمام لوگوں کو اس کے بقول عبرت ہو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ وہ کوتوال جو اس لاش پر پہرے دار مقرر کیا گیا تھا، آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں، یہ کوتوال قسمیں اٹھا کر کہتا تھا کہ جب رات کا وقت ہوتا تھا، تمام لوگ اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے تھے۔ میں دیکھتا تھا کہ امام صاحب کا منہ خود بخود قبلے کی جانب پھر جاتا تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہوتے تھے اور امام صاحب کے منہ سے سورۃ یٰسٓ کی تلاوت کو میں اپنے کانوں سے سنا کرتا تھا۔ یہ صرف ایک واقعہ ہی نہیں۔ تاریخ ایسے ہزاروں بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جن لوگوں کو زندگی میں قرآن سے محبت ہوتی ہے لوگ ان کی موت کے

بعد بھی ان کی قبروں پر ان کی آواز میں قرآن کی تلاوت سنا کرتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے قرآن ہماری کتابوں جیسی کتاب نہیں اور رسول ہمارے جیسے خطا کار انسانوں جیسا انسان نہیں۔ قرآن کیا ہے اور رسول کیا ہے؟ ہمیں تو صرف اتنا پتہ ہے کہ اگر قرآن کو پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اگر رسول کو پیدا نہ کیا جاتا تو دنیا کی کسی چیز کا وجود ہی نہ ہوتا۔ اسی طرح اگر قرآن کی قوت، قوتِ کائنات ہے تو نبی کی نبوت سبب تخلیق کائنات ہے۔ قرآن لاریب ہے تو نبی بے عیب ہے۔ قرآن ایک تقریر ہے تو نبی اس کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن روشنی کی تنویر ہے تو نبی ہادیٔ بے نظیر ہے۔ قرآن دنیا کی تدبیر ہے تو نبی دنیا کی تقدیر ہے، قرآن حق عالمگیر ہے تو نبی حق کی شمشیر ہے، قرآن کی جس کی سینے میں تحریر ہے نبی کی اس سینے میں تصویر ہے، جس نے قرآن سے محبت کی قرآن نے اسے نبی کی محبت کے ادب سکھائے اور جس نے نبی سے محبت کی نبی نے اسے قرآن کے مطابق جینے کے انداز سکھائے۔ آج ہمارے دلوں میں نہ قرآن کی محبت ہے اور نہ نبی کی قدر۔ احترام وتکریم کی چادر پھٹ چکی، آداب کا دامن چاک ہو گیا، عزت اور بے عزتی کے معیار بدل گئے۔ آج قرآن کا بتایا ہوا تقویٰ ہمارے حلق کا لقوہ بن گیا۔ بے مثل و بے مثال نبی کی ہر مثال ہمارے لئے صرف ایک گزرا ہوا حال بن گئی۔ قرآن کا دیا ہوا دستور ہم نے ٹھکرایا، نبی کا دیا ہوا منشور ہم نے ٹھکرایا۔ ہم نے روٹیوں کو تو دیکھا لیکن ان روٹیوں کے پیچھے پڑنے والی سوٹیوں کو نہ دیکھا۔ ہم عوام ہوں یا عوام کے نمائندے، ہم مخالف ہوں یا موافق، ہم حاکم ہوں یا محکوم، ہم حکمراں ہوں یا رعایا، ہم سب کا ایک ہی جرم ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اپنی خوراک کو دیکھا لیکن قرآن پاک کو نہ دیکھا، ہم نے اپنی پوشاک کو تو دیکھا لیکن اپنے نبی پاک کو نہ دیکھا۔ خوب یاد رکھو! یہ خوراک اور پوشاک ایک دن سب خاک میں مل کر ختم ہو جائیں گے۔ باقی اگر رہ جائیں گے تو اعمال و کردار، اخلاق اور حسن سیرت، افعال کارنامے، کام فکر اور علم باقی رہ جائیں گے۔ ہم نے مٹنے والی چیزوں کو مقصد بنا لیا اور باقی رہ جانے والی چیزوں کو نظر انداز کر دیا۔ ہم نے دنیا کو اپنی مادی ترقی کی خبریں تو سنوا دیں لیکن اپنی اخلاقی قدریں گنوا دیں۔

سزائے جاریہ

تاریخ گواہ ہے ہمیشہ راج مٹ جاتے ہیں، رواج رہ جاتے ہیں۔ جسامت مٹ جاتی ہے، وضاحت رہ جاتی ہے۔ تعلقات مٹ جاتے ہیں، روایات رہ جاتی ہیں۔ قبریں مٹ جاتی ہیں، خبریں رہ جاتی ہیں۔ وہ وقت آئے گا جب ہمارے اجسام اور نام مٹ جائیں گے۔ لیکن اگر ہم نے آنے والی نسلوں کی اصلاح کیلئے ایسا معاشرہ تعمیر کیا جس کی بنیاد روحانی اور اخلاقی قوانین پر ہوئی تو ہماری ثقافت تا ابد زندہ رہے گی۔ اگر ہم نے روحانی اور اخلاقی اصولوں کے سرچشمے قرآن کو نظر انداز کیا تو اس کے نتائج نہ صرف یہ کہ ہم بھگت رہے ہیں بلکہ ہم آنے والی نسلوں کیلئے بھی کانٹوں کے درخت بو کر جائیں گے۔ جو لوگ صدقہ دینے والے ہوتے ہیں وہ جاتے وقت بھی صدقہ جاریہ چھوڑ جاتے ہیں اور جو لوگ قرآن کی نافرمانی کی پاداش میں سزا پا رہے ہیں وہ جاتے وقت بھی سزائے جاریہ چھوڑ جاتے ہیں۔ پاکستان کے بعد ہمارے بڑوں نے قوانین رب ذوالجلال کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے بے شک خون دیا، قربانیاں دیں، اموال لٹائے، وطن چھوڑا، جائیدادیں اور جاگیریں چھوڑیں لیکن اس کے بعد قرآنی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں سے محاسبہ نہ کیا، قوم کے لٹیروں سے باز پرس نہ کی، مسلمانوں کی اسلامی ثقافت کا مذاق اڑانے والوں کے منہ میں لگام نہ دی، اپنے بچوں کیلئے اسلامی تعلیم کا مطالبہ نہ کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمارے نوجوانوں کا بہت بڑا گروہ الحاد و دہریت کے راستے پر چل نکلا، دینی شعائر کی توہین ہونے لگی، قرآن کریم کو نعوذ باللہ ایک بوسیدہ کتاب کہا جانے لگا، منکرات پرورش پانے لگے، معروف کا حکم کرنے والے جاہلوں میں شمار ہونے لگے۔ غرض کہ معاشرے کا اونٹ اپنی کروٹیں بدلنے لگا۔

مسلمانو! اب وقت کی گھڑیاں پکار پکار کر تمہیں کہہ رہی ہیں۔ اگر تم اب بھی قرآن کی

طرف نہ لوٹے تو پھر تمہارا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ وقت کی نبض اب ایک خطرے سے آگاہ کر رہی ہے کہ مسلمانو! اگر قرآن اگر تمہاری زندگی سے نکل گیا تو تم آنے والی نسلوں کیلئے ایک نشانِ عبرت بن کر رہ جاؤ گے۔ عقل مندی اور ہوشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم عبرت کا نشان بننے کی بجائے منزل کا نشان بن جاؤ۔

مسلمانو! کیا تمہاری زندگیوں میں وہ عہد آئے گا؟ جس عہد کی مثالیں تاریخ کے اوراق پر اس طرح چمکیں گی جس طرح دلہن کے ماتھے پر جھومر جھولتا ہے۔ کیا تم قرآن کے احکام کو جاری وساری کرنے کی جدوجہد کرو گے؟ کیا تم قرآن کی حاکمیت کے مقابلے میں ہر ایک کی حاکمیت کو ٹھکراؤ گے؟ کیا تم قرآن کے مقابلے میں ہر دستور کو ٹھکراؤ گے؟ کیا تم اپنے ہر بچے کو قرآن پڑھاؤ گے؟ کیا تم اس قرآن کی لاج رکھو گے؟ کیا تم اس قرآن کو دل میں بساؤ گے؟ کیا تم اس قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی کرو گے؟ کیا تم اس قرآن کو آخرت کا سامان بناؤ گے؟ کیا تم قرآنی تعلیمات پر عمل کرو گے؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو میں تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں گا۔

(دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہوئے) کہ ہم قرآن کے خلاف کوئی قانون نہیں بننے دیں گے، قرآن کے خلاف کوئی رواج نہیں چلنے دیں گے، قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کرنے دیں گے۔

برادرانِ اسلام! قرآن رواداری، محبت، اخوت اور پیار کا سبق دیتا ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کو حبل اللہ کی ایک ہی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔ قرآن تمام مسلمانوں کو اتحاد کی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے قرآن تعصبات اور قوم پرستی کی وجہ سے پیدا ہونے والی نفرت ختم کرتا ہے۔ قرآن قوم کو ایک قوم کی حیثیت سے نہیں، قرآن قوم کو رسول اللہ کی امت کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے۔ دنیا کا انتشار وافتراق اور خصوصاً مسلمان قوم کا اندرونی خلفشار مفکرین کیلئے

بحث وتمحیص کا موضوع بنا ہوا ہے۔ دنیائے انسانیت، رنگ، نسل، زبان اور علاقہ وغیرہ کو آزما کر دیکھ چکی ہے کہ یہ اتحاد کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ جب تک انسانوں کے ذہن اور سوچ وفکر ایک نہ ہوں گے، اس وقت تک انسان ایک نہ ہوں گے۔ قرآن ایک لازوال فکر پیش کرتا ہے۔ قرآن نے ایک غیر لچکدار دستور پیش کیا۔ قرآن نے صالح اور پاکیزہ معاشرہ کے قیام کیلئے واضح ہدایات دیں۔ قرآن نے انسان کی فطرت کو بنیاد بنایا۔ قرآن نے اعتقاد کو اولیت دی۔ قرآن نے ایمان کو تقویت دی۔ قرآن نے جان کو روحانیت دی۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی خالی الذہن ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کیا اس نے حقیقت کو پا لیا۔ میں نے آج کے دور میں بھی ایسے پڑھے لکھے لوگ دیکھے ہیں جو اس قرآن کو محض ایک بائبل کی حیثیت سے اپنی مذہبی کتاب سمجھتے تھے لیکن جب انہیں اس کے پڑھنے اور سوچنے کی توفیق ہوئی تو وہ خود قرآن پاک کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ قرآن صرف اوراق پر مشتمل ایک کتاب کا نام نہیں۔ قرآن ایک عالمگیر سچائی کا نام ہے اور یہ لوگوں میں سچائی کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔ قرآن معیارِ عدل ہے، لوگوں کو عادل بناتا ہے۔ قرآن حق ہے، لوگوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد بتاتا ہے۔ قرآن خدا کی طرف سے پیغام ہے، خدا کے احکام بتاتا ہے۔ قرآن راہبر ہے، منزل تک پہنچاتا ہے۔ قرآن میر کارواں ہے، صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ قرآن اٹل ہے، عزم کو اور زیادہ مضبوط کرتا ہے۔ قرآن ہدایت ہے، زندگی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن نور ہے، اجالوں کا سبق دیتا ہے۔ قرآن محفوظ ہے، اپنے قاریوں کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن روحانیت ہے، زندگی میں روح پھونکتا ہے۔

یہ سب کچھ کوئی زبانی جمع خرچ نہیں۔ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ عرب جو بدو خانہ بدوش اور غلام تھے، جب انہوں نے قرآن کے زریں اصولوں کو اپنایا تو تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے امام بن گئے۔

قرآن میں آج بھی وہی اسپرٹ اور وہی راہنمائی موجود ہے۔ قرآن آج بھی ہمیں پکار

پکار کر دعوت عمل دے رہا ہے لیکن ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ بچوں کو قرآنی تعلیم دلانے کی فکر نہیں، روزانہ تلاوت کا معمول نہیں۔ اس کے احکامات کی پرواہ نہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ البر "لن تنالو ابتر حتی تنفقوا" کی آیت اتری۔ حضرت طلحہ نے اپنے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا وہ کنواں جو انہیں بہت ہی عزیز تھا، خدا کی راہ میں لوگوں کی ملکیت میں دے دیا۔
آج ہمیں قرآن جس نیکی کی تعلیم دیتا ہے ہم اس نیکی کو نیکی نہیں سمجھتے۔ نیکی یہ نہیں کہ صرف مشتبہ شکلیں بنا کر امامت اور خطاب کے فرائض ادا کیے جائیں۔ نیکی یہ ہے کہ جس قرآن کو ہم اللہ کی کتاب کہتے ہیں اس کے احکام بجالانے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں۔ جب تک قرآن سے والہانہ عشق نہ ہوگا یہ کام ہرگز نہ ہوگا۔ قرآن سے عشق رکھنے والے اس لکڑہارے کا تذکرہ میں یہاں کیسے چھوڑ دوں؟ کہ جس نے سنا ہے کہ انگریزوں کے دور میں بادشاہی مسجد کے سامنے لکڑیوں کی ایک چھوٹی سی دکان کھولی ہوئی تھی۔ ایک انگریز اپنی کتاب انجیل پر ایسی ادویات لگا کر آیا کہ جس سے آگ اثر نہ کرتی تھی۔ وہ شاہی مسجد میں آکر زور زور سے چیخنے لگا کہ مسلمانو! آؤ میرے پاس میری انجیل ہے تم بھی اپنا قرآن لے آؤ۔ میں بھی اپنی کتاب آگ میں پھینکتا ہوں تم بھی پھینکو۔ جو کتاب سچی ہوگی نہیں جلے گی، جو جھوٹی ہوگی جل جائے گی۔ تمام مسلمان حیران ہو گئے۔ اس صورت حال کا کوئی علاج نظر نہ آتا تھا کہ وہی لکڑہارا دوڑا دوڑا اپنی دکان پر گیا۔ وہ قرآن مجید کا نسخہ جس میں وہ روزانہ تلاوت کیا کرتا تھا اپنے گلے سے لگا کر مسجد میں آیا اور انگریز کو للکارا۔ او فرنگی کے بچے! تیری چال ابھی عیاں ہو جائے گی۔ میں نے اپنے قرآن کو سینے سے لگالیا ہے تو بھی اپنی انجیل کو اپنے سینے سے لگالے۔ باہر میں اپنی دکان کو آگ لگاتا ہوں۔ میں بھی اپنے قرآن کے ساتھ آگ میں جاتا ہوں تو بھی اپنی انجیل کے ساتھ اس آگ میں چل۔ جو سچا ہوگا بچ جائے گا، جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ یہ سنتے ہی صاحب بہادر کے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ رنگ فق ہوگیا، زبان گنگ ہوگئی اور وہ خاموشی سے مسجد سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا۔ مسلمانو! یہ تھے وہ مسلمان کہ جن کا ایمان قرآن کی عظمت کی طرح بلند تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اور موت قرآن سے وابستہ کر

رکھی تھی۔ وہ دین اور دنیا دونوں میں قرآن کو کافی سمجھتے تھے۔

دین ہو یا دنیا دونوں کیلئے علم کی ضرورت ہے اور قرآن اس علم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔
علماء نے قرآن کو یہی سمجھا اور دنیا کو یہی سمجھایا۔ ایک دفعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد کے پاس ایک بوڑھا آیا۔ سر کے بال، داڑھی اور بھویں سب سفید، کمر جھکی ہوئی، ہاتھ میں لکڑی، پھٹے پرانے کپڑے، ناگفتہ بہ حالت، تنگدستی اور مفلسی کی واضح تصویر، بے چارگی اور بے سہارگی کے اثرات۔ لیکن چہرے کی متانت اور سنجیدگی سے معلوم ہوتا تھا کہ بوڑھا کوئی اہم مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ حضرت امام محمد اس کی طرف متوجہ ہوئے تو بوڑھا کہنے لگا، حضرت! میری کوئی اولاد نہ تھی۔ آخری عمر میں میں نے منت مانی کہ مولا! اگر اب تو مجھے ایک بچے دے اور یہ بچی میری زندگی میں جوان ہو تو میں اپنی اس لڑکی کی شادی کرتے وقت جہیز میں دنیا کی تمام چیزیں دوں گا۔ میری آخری عمر میں مجھے بچی ملی۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے میری زندگی میں جوان ہوگئی۔ اب اس کی شادی کا وقت آگیا۔ میں ابھی تک بقید حیات ہوں۔ اب میں منت کیسے پوری کروں؟ جب کہ میری حالت یہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں تو ایک طرف، میرے پاس میری ضروریات کی چیزیں بھی پوری نہیں۔ میرے بازوؤں میں طاقت نہیں کہ کما کر تمام سامان مہیا کروں۔ میرا کوئی بیٹا بھی نہیں کہ وہ اس ذمہ داری کو سنبھالے۔ اب میں کیا کروں؟ میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا بوڑھے تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تیرے پاس سب کچھ ہے۔ پوچھا وہ کیسے؟ کہا تیرے گھر میں تیرے پڑھنے کیلئے قرآن کا نسخہ تو ہوگا؟ کہا، ہاں۔ فرمایا وہی قرآن اٹھا کر تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دے دے کہ اس قرآن میں دین اور دنیا دونوں کیلئے سامانِ نجات ہے۔ اس طرح امام صاحب نے بوڑھے آدمی کے مسئلہ کا حل بتایا۔

گہری نیند

حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن مجید ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔شادی بیاہ کے رسم و رواج میں ہوں یا لین دین کے معاملات، امن و امان کی فضا ہو یا جنگ و جدل کی کیفیت، قرآن ہر موقع پر ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ پرانے وقتوں کے مسلمان میدان جہاد میں بھی قرآن ساتھ لے کر جاتے تھے۔ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا تو دوسرے ہاتھ میں تلوار:

وہ پہلے کا مسلمان جنگ میں جاتا تھا قرآن اور شمشیر کے ساتھ
یہ آج کا مسلماں فلم میں جاتا ہے بیٹی اور ہمشیر کے ساتھ

مسلمانو! سوچو! آج ہماری غیرت اگر مر نہیں گئی تو گہری نیند ضرور سوگئی ہے۔ بے حیائی، فحاشی اور عریانی میں ہم دوسری قوموں سے اگر آگے نہیں تو ان سے پیچھے بھی نہیں۔ ہمارے ہر کاروبار میں دھوکہ ہے، ہمارے ہر قول میں جھوٹ ہے، ہر ارادے میں بدنیتی، ہر کام میں ریاکاری، ہر لباس میں برہنگی، ہر فیشن میں حیوانیت، ہر ادا میں نسوانیت، ہر شعور میں کج بحثی، ہر سروس میں بددیانتی، ہر ملازمت میں بدعنوانی، ہر امانت میں چوری، ہیں ہم مسلمان لیکن ہمارے عمل میں منافقت ہے۔اور تو اور ہم نے اس کلام الٰہی سے بھی منافقت کی ہم نے اس قرآن کو مسجد کی دیواروں، مسجد کی تختیوں، میناروں اور محرابوں پر تو لکھا۔ہم نے خدا کے گھر میں تو اس قرآن کو سجایا لیکن اپنے گھر کی بیٹھک میں نیم برہنہ عورتوں کے فوٹو لٹکائے۔اس طرح ہم نے آج اس قرآن کا احترام تو کیا لیکن اس احترام کو دوام نہ دیا۔آج ہم نے قسمیں اٹھانے کیلئے اس قرآن کو اپنے سر پر تو رکھا۔اسے اپنے سر پر تاج تو بنا کر رکھا لیکن اس تاج کی لاج نہ رکھی۔ہم نے اپنے گھروں سے قرآن کو دیس نکالا دیا تو ہمارے گھر اجڑ گئے۔

ایک وہ وقت تھا جب مائیں اپنے بچوں کو گود میں لے کر قرآن کی تلاوت کیا کرتی تھیں،

آج کل مائیں بچوں کو گود میں لے کر ایسی لغو، فضول، بے معنی اور لایعنی قسم کی لوریاں دیتی ہیں کہ خدا کی پناہ، بلکہ یہ تو فحش گانوں کی طرف مائل ہو رہی ہے۔آپ خود سوچیں، شروع میں جس بچے کی تعلیم ایسی ہو بڑا ہو کر یہ شہزادہ پھر کیسا شاہکار بنے گا؟ ماں کی گود بچے کا پہلا اسکول ہے۔ یہاں جیسی تربیت ہوگی آگے چل کر ویسی علمیت ہوگی۔ جب مائیں قرآن پڑھنے والی ہوتی تھیں اس وقت بیٹے بھی محدث، مفکر، مجتہد، فقیہہ اور ولی پیدا ہوتے تھے۔آپ کہیں گے ماں کے قرآن پڑھنے سے بیٹے کی ولایت کا کیا تعلق ہے؟ آؤ حضرت بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کی زندگی کو دیکھو۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی، آپ کے والد آپ کو قرآن پڑھانے کیلئے ایک قاری صاحب کے پاس لے گئے۔حضرت بختیار کاکی شاگرد ہوگئے۔ پہلے دن تو قاری صاحب نے قرآن کے آداب پڑھائے۔ دوسرے دن سبق شروع ہوا۔ قاری صاحب نے اعوذ باللہ پڑھی۔ آپ نے بھی پڑھی۔ قاری صاحب نے بسم اللہ پڑھی۔ آپ نے بھی پڑھی۔ استاذ صاحب نے اب پڑھا الحمدللہ رب العٰلمین. لیکن حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہیں۔ استاذ صاحب نے سمجھا سبق شاید مشکل ہے کیوں کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ تو بچے گھر پر بھی سیکھ لیتے ہیں۔ استاذ صاحب نے پھر پڑھا الحمدللہ رب العٰلمین. لیکن حضرت بختیار کاکی پھر بھی خاموش ہیں۔

''بیٹے پڑھتے کیوں نہیں؟''

''مجھے یہ سارا سبق آتا ہے۔ میں یہاں سے نہیں پڑھوں گا''۔

''تم کہاں سے پڑھوگے؟''

''میں پڑھوں گا سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام''۔

استاذ صاحب بڑے حیران ہوئے۔ پوچھا بیٹا یہ تو پندرھواں سپارہ ہے۔ پہلے چودہ سپارے کون پڑھے گا؟

''پہلے چودہ سپارے مجھے اچھی طرح یاد (حفظ) ہیں''۔

استاذ صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ پانچ برس کا بچہ ہے اور کہتا ہے میں چودہ

سیپاروں کا حافظ ہوں۔ پوچھا، بیٹا یہ تم نے کس طرح یاد کیے؟ کہا استاذ صاحب بات دراصل یہ ہے کہ میری والدہ چودہ سیپاروں کی حافظہ ہے اور میری ماں کی یہ عادت ہے کہ جب تک صبح ان چودہ پاروں کی تلاوت نہیں کر لیتی دنیا کا کوئی کام نہیں کرتی۔ جب میں چھوٹا ہوتا تھا میری ماں مجھے گود میں لے کر روزانہ صبح ان سیپاروں کی تلاوت کیا کرتی تھی۔ چونکہ میں روزانہ سنا کرتا تھا، یہ چودہ سیپارے میرے ذہن میں پختہ ہوتے چلے گئے۔ اب میں ماں کی طرح چودہ سیپاروں کا حافظ ہوں۔ اس لئے آپ میرا سبق سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ سے شروع کریں۔

بھائیو! جب ماں قرآن پڑھنے والی فاطمہ ہوتی تھی تو بیٹا بھی کربلا میں نیزے کی نوک پہ قرآن سنانے والا حسین ہوتا تھا۔ آج اگر ماؤں کی زبان پر گھروں میں قرآن کی قرأت نہ ہوئی تو آگے بیٹوں کو بھی دین کی بات کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہمارے گھروں سے قرآن کی تلاوت جاتی رہی تو ساتھ خدا کی رحمت بھی جاتی رہی۔ امیر کا گھر ہو یا غریب کا گھر، ہر گھر میں بے چینی ہے۔

میں نے کچھ نہیں چھپایا

ایک واقعہ میری نظر سے ایسا بھی گزرا ہے جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جس گھر سے قرآن کی تلاوت چلی جاتی ہے پھر اس گھر سے برکت بھی چلی جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ حضرت امام شافعی اپنی لڑکیوں کو گھر میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ کی داستانیں سنایا کرتے تھے اور اپنی لڑکیوں کو بتایا کرتے تھے کہ امام احمد بن حنبل ایسے عبادت گزار ہیں کہ ان کی نمازِ تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی اور اس مقصد کیلئے وہ کھانا بھی بہت کم کھاتے ہیں تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو جائے۔ ایک دفعہ حضرت امام احمد بن حنبل امام شافعی کے گھر مہمان بن کر آئے۔ عشاء کا وقت تھا۔ لڑکیوں نے چونکہ آپ کی عبادت و ریاضت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اس لئے قدرے اہتمام انتظام سے کھانا تیار کیا۔ قسم قسم کے کھانے پکائے۔ ساتھ چٹنی اور مربہ بھی رکھا۔ امام شافعی کھانا

لے کر بیٹھک میں آئے۔ میزبان اور مہمان دونوں نے کھانا کھایا۔ امام احمد بن حنبل نے یہ پر تکلف دعوت خوب مزے سے کھائی۔ تمام روٹیاں کھالیں۔ سالن کے برتن اچھی طرح صاف کر دیئے۔ چٹنی مربہ تک بالکل صاف کر دیا۔ جب خالی برتن اندر گئے تو لڑکیاں حیران رہ گئیں۔ وہ اس انتظار میں تھیں کہ چونکہ کھانا دو آدمیوں کی نسبت سے بہت زیادہ تھا اس لئے بہت کچھ بچ کر واپس آئے گا۔ لیکن یہاں تو رومال میں روٹی کا ایک لقمہ نہ تھا۔ چٹنی تک صاف تھی۔ رات کا وقت تھا۔ لڑکیوں نے اپنے ابو سے اس بات کا استفسار کیا۔ لیکن امام شافعی احترام کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ لڑکیوں نے امام احمد بن حنبل کی تہجد کے بارے میں سن رکھا تھا اس لئے پانی کا لوٹا بھر کر دیا۔ امام شافعی نے یہ لوٹا مہمان کی چارپائی کے ساتھ رکھ دیا۔ جائے نماز بھی لادی تاکہ تہجد کے وقت کسی چیز کی ضرورت نہ رہے۔ حضرت امام شافعی علی الصبح مہمان کے کمرے میں آئے تاکہ نماز کیلئے جگائیں۔ آپ نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ ساتھ پانی کا ویسے کا ویسا بھرا ہوا لوٹا پڑا ہے۔ آپ یہ لوٹا لے کر لڑکیوں کے پاس آئے۔ اب تو لڑکیوں کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ کہا ابا جان! آپ تو کہتے تھے امام احمد بن حنبل تہجد کیلئے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس لئے کھانا بھی کم تناول کرتے ہیں۔ لیکن یہاں تو انہوں نے رات کو کھانا بھی پیٹ بھر کر کھایا ہے اور یہ پانی کا لوٹا بھی بھرا ہوا واپس آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے امام صاحب ساری رات نیند سوتے رہے ہیں۔ تہجد کا وقت بھی نکل گیا، وضو بھی نہ ہوا۔ حضرت امام شافعی اپنی لڑکیوں کو کوئی جواب نہ دے سکے۔ فوراً امام بن حنبل کے پاس آئے اور خاموشی سے بیٹھ گئے۔ اس وقت امام احمد بن حنبل کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیر آئے اور کہا، اے شافعی! ایسا معلوم ہوتا ہے تمہاری لڑکیاں کھانا پکاتے وقت قرآن کی تلاوت کرتی ہیں۔ امام شافعی نے اثبات میں جواب دیا اور ساتھ یہ بھی پوچھا

''حضرت! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

کہا، میں نے جب پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو مجھے اس کے ذائقے نے اتنا سرور کیا کہ میں خوشی خوشی کھانے لگا۔ حالانکہ یہ میری عادت کے خلاف تھا۔ جوں جوں میں کھاتا گیا توں توں

میرا دل یادِ الٰہی کی طرف مائل ہوتا گیا۔ ہر نوالہ جنت کے میووں کی ڈلی معلوم ہوتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کھانے یادِ الٰہی میں مصروف رہ کر پکائے گئے ہیں اس لئے میں نے یہ سوچتے ہوئے سب کھانا کھالیا کہ شاید پھر کبھی ایسا کھانا نصیب ہو یا نہ ہو۔

اے شافعی! آج تیرے کھانے نے میرا طریقہ بدل دیا۔ تلاوت والے کھانے نے میری عادت بدل دی۔ کھانا بہت کھایا لیکن نیند ذرا نہ آئی۔ جب نیند نہ آئی تو جاگتا رہا۔ جب جاگتا رہا تو وضو قائم رہا۔ جب وضو برقرار رہا تو اسی عشاء والے وضو سے تہجد کی نماز پڑھی۔ اے شافعی جب میرا وضو نہیں ٹوٹا تو میں نے پانی کا لوٹا استعمال نہیں کیا۔ اب تو نے لوٹا واپس جا کر لڑکیوں کو دیا نہیں کہ انہوں نے تیرے سے پوچھا نہیں۔ تو نے ادب کی وجہ سے کچھ بتایا نہیں اور میں نے تجھ سے معرفت کی وجہ سے کچھ چھپایا نہیں۔

قرآن کا اثر

جب قرآن کی تلاوت والے کھانے کا اتنا اثر ہے تو خود قرآن کا کتنا اثر ہوگا؟ قرآن کے الفاظ اتنے پراثر ہیں کہ تقدیریں بدل دیتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پڑھ کر پھونکنا اور قرآن کی تلاوت کر کے سمجھنا کہ مصیبتیں دور ہو جائیں گی، سراسر غلط ہے۔ بھلا الفاظ میں بھی کوئی تاثیر ہوتی ہے؟ میں کہتا ہوں قرآن کے الفاظ ظاہر تو ظاہر باطن تک کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ تو بہت اونچی بات ہے۔ ہمارے عام الفاظ کا اثر یہ ہے، جس طرح پیار کا ایک لفظ نفرت کو محبت سے بدل دیتا ہے، جس طرح والدین کی وصیت کے چند الفاظ لڑکے کے طور طریقے بدل دیتے ہیں، جس طرح مرشد کی نصیحت مرید کی زندگی بدل دیتی ہے، جس طرح استاد صاحب کا سبق شاگرد کی سوچ بدل دیتا ہے، جس طرح ماضی کے چند لفظ لوگوں کے فیصلے بدل دیتے ہیں، اسی طرح قرآن کے الفاظ پوری کائنات کے فیصلے بدل دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ قرآن ہر مصیبت کا دفاع، ہر مسئلے کا حل اور ہر مشکل کا مداوا ہے۔ اگر اس کے کلام کو پڑھو گے تو

طبیعت کو لذت ملے گی۔ اگر اس کے پیغام کو سمجھو گے تو دنیا میں عزت ملے گی اور اگر اس کے بتائے ہوئے کام کرو گے تو آخرت میں جنت ملے گی۔

قرآن کے ساتھ جس کا جتنا تعلق ہوگا اسے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ جہاں قرآن کی تلاوت ہو گی وہاں خدا کی رحمت ہو۔ جس شخص کے دل میں قرآن کی قدر ہوگی، قرآن کو بھی قیامت کے دن اس شخص کی خبر ہوگی۔ قیامت تو دور کی بات ہے اللہ پاک نے قرآن کی قدر کرنے والے کو اسی دنیا میں ایسا شرف بخشا، کہ سن کر ایمان تازہ ہو گیا۔

عراق میں ایک بزرگ کا مزار ہے جن کا نام ہے بشر حافی۔ یہ اپنے وقت کے ولی گزرے ہیں۔ لیکن کیا یہ ابتداء سے ولی اللہ تھے؟ نہیں، یہ پہلے ایک عیاش انسان تھے۔ امیر وکبیر لوگوں میں شمار تھا۔ عیش پرستی کی زندگی تھی۔ تن پر فاخرانہ لباس ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے لئے ایک خوبصورت باغ بنوایا ہوا تھا۔ اس باغ میں سارا دن شراب کے دور چلتے، بدکار عورتوں کے جمگھٹے لگتے، رقص کے مقابلے ہوتے، موسیقی کی محفلیں سجتیں۔ غرض کہ یہ عیاشی کا مستقل اڈا تھا۔ بشر حافی صبح گھر سے آتے اور شام تک یہاں دادِ عیش دیتے۔ ایک دن صبح سویرے سج دھج کے گھر سے نکلے۔ اس باغ کی طرف آرہے تھے کہ راستہ میں ایک کوڑے کا ڈھیر دیکھا۔ اس ڈھیر پر ایک کاغذ کا پرزہ پڑا تھا۔ اس پرزے پر نظر پڑی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا اس کاغذ پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہے۔ یہ بشر حافی آگے بڑھے۔ کچھ سوچا، پھر جھک کر اس کاغذ کو اٹھایا۔ اٹھا کر صاف کر دیا۔ پھر اسے پانی سے دھویا، پھر چوم کر اسے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ جیب سے عطر کی شیشی نکالی۔ اس کاغذ پر خوشبو لگائی اور پھر اس قرآن کی آیت والے کاغذ کو ادب سے ایک دیوار کے اونچے خانے میں رکھ دیا۔ یہ کام کرنے کے بعد حضرت بشر حافی اپنے باغ میں چلے گئے۔ ادھر خدا کی طرف سے مصری ابدال حضرت ذوالنون کو حکم ملا کہ بشر حافی کے پاس چل کر جاؤ۔ یہ جب بغداد میں وارد ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ بشر حافی تو ایک عیاش

انسان ہے۔ لیکن انہیں رب کی طرف سے حکم تھا اس لئے حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ اس باغ کے دروازے پر پہنچے۔ پہلے تو داروغہ نے روکا کہ یہاں درویشوں کا کیا کام؟ لیکن حضرت ذوالنون کے اصرار پر باغ میں جانے کی اجازت دے دی۔ اندر جا کر آپ نے دیکھا کہ بشر حافی شراب و کباب میں مست ہیں۔ جا کر سلام کیا اور ہاتھ ملایا۔ حضرت بشر حافی بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ ذوالنون کے ہاتھ ملاتے ہی میرے سارے نشے ٹوٹ گئے۔

میں نے سچے دل سے توبہ کی۔ اس باغ کو اسی وقت چھوڑ دیا۔ حضرت ذوالنون اور حضرت بشر حافی دونوں باغ سے باہر آئے۔ حضرت ذوالنون نے آسمان کی طرف گردن اٹھائی۔ کہا الٰہی تو بھی کتنا بے نیاز ہے۔ مجھے وقت کا ابدال بنایا اور پھر اس بشر حافی کی طرف بھیجا جو سراپا عیاش ہے۔ غیب سے آواز آئی اے ابدالِ وقت، اس بشر حافی نے ہمارے کلام کو ایک کاغذ کے پرزے کی حیثیت سے دیکھا۔ ہم نے اسے کائنات میں ایک ادنیٰ ذرے کی حیثیت سے دیکھا۔ اس نے اس کاغذ پر غور کیا، ہم نے اس کی قسمت بدل دی۔ اس نے جھک کر ہمارے کلام کو بھانپ لیا، ہماری رحمت نے جھک کر اسے ڈھانپ لیا۔ اس نے ہمارے کلام کے ورق کو لیا، ہم نے اسے لیا۔ اس نے قرآن کے کاغذ کو کوڑے سے نکالا، ہم نے اس کے عیش کے اڈے سے نکالا۔ اس نے اس کاغذ کو گندگی سے صاف کیا، ہم نے اسے شراب و شباب کی پلیدی سے پاک کیا۔ اس نے ہمارے ایک کلام کے کاغذ کو پانی سے دھویا، ہم نے اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ اس نے کاغذ پر عطر لگایا، ہم نے اسے جنت کی خوشبوؤں میں بسایا۔ اس نے ہمارے کلامِ مبین کو چوما، حورانِ جنت نے اس کی جبین کو چوما۔ اس نے اٹھا کر کاغذ کو ایک خانے میں رکھ دیا، ہم نے اسے اٹھا کر ولایت کے خزانے میں رکھ دیا۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆